الا ان اولیا اللہ
لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون
(۶۲ سورۃ یونس (القرآن الحکیم

محرمِ راز

حضور کی خصوصی فیضانِ نظر
کے وسیلہء اقدس کی طفیل

اولیائے کاملین وواصلین کی کمال فیوض وبرکات
سے مالامال دورِ حاضر کی انوکھی روایات

سید جاوید احمد قریشی ہاشمی (پارس شاہ)
سجادہ نشین حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادری
تھرپال تحصیل وضلع نارووال، پنجاب، پاکستان

نام کتاب	محرمِ راز
اشاعت	سید جاوید احمد قریشی ہاشمی، سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادری تھرپال ڈاکخانہ بدوملہی تحصیل وضلع نارووال
سرورق	
مقدمہ	سید جاوید احمد قریشی ہاشمی
ناشر	ادارہ ''ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ'' مکان نمبر B/16 گلی نمبر 7 آصف بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
طابع	ایمپوریم پبلشرز، اردو بازار، لاہور
کمپوزنگ	الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ 0333-4533189
باراول	2013ء
قیمت	-/300 روپے

جملہ حقوق ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ کے نام محفوظ ہیں۔

اس کتاب یا اس کے کسی حصہ کو شائع کرنے پر قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

ادارہ

Marfat.com

انتساب!

اُن تمام نیک پاک اولیاء کرام کی ارواح کے نام جن کی نظرِ کیمیا نے میرے احوال کی دُرستگی میں استعانت فرماتے ہوئے روحانی تربیت فرمائی۔

ع یک زمانہ صحبت بہ اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

خیر اندیش

طالبِ دعا: برائے جملہ اُمتِ مسلمہ

سید جاوید احمد قریشی ہاشمی
سجادہ نشین دربار سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادری
موضع تھرپال ڈاکخانہ بدوملہی تحصیل وضلع ناروال
E-mail:javaidparas.shah@gmail.com
Contact No.0336-4545055
0333-4545141

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	5
۲	اسباب وعوامل	10
۳	ماں (میری جنت)	17
۴	دانش کدہ	24
۵	حضرت پیر سید نور حسینؒ شاہ علی پور سیداں شریف (1974 تا 1976)	63
۶	حضرت صوفی برکت علی لدھیانویؒ (دارالاحسان) (1981 تا 1993)	80
۷	حضرت پیر سید محمد علی شاہؒ، کرانوالہ شریف (1982 تا 97-1996)	121
۸	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ (1984 تا حال)	150
۹	حضرت پیر سید علی احمدؒ شاہ نوشاہی قادری، بدوملہی	162
۱۰	حضرت بابا بشیر احمدؒ قلندری	177
۱۱	حج مبروک (1989)	186
۱۲	پیر سید عبدالرحمٰن گیلانیؒ (1994)	197
۱۳	حضرت شیر شاہ ولیؒ جی ٹی روڈ، بالمقابل مینار پاکستان (1997 تا حال)	200
۱۴	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (1983 تا حال)	202
۱۵	حضرت سرکار عبدالحمید قادری چشتی، جیون پورہ شیخوپورہ (1997ء تا حال)	216
۱۶	حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادریؒ (ضلع نارووال)	245
۱۷	کیفیاتِ حال، زیاراتِ مقدسہ، کراماتِ غوثیہ ودیگر	274
۱۸	پیر قبلہ حضرت قاری منظور احمد سیالوی چشتی مد ظلہ العالی	291

Marfat.com

۷۸۶

۹۲

یاحضرت شیخ سیّد عبدالقادر محی الدین گیلانی شئیً لِلّٰہ امداد کن فی سبیلِ اللہ

پیش لفظ

سیر کرنا یوں تو انسان پر قرآن کی روشنی میں واجب ہے اگر گزری ہوئی قوموں کے آثار کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کی نیت ہو مگر جسمانی صحت اور تندرستی کے لیے بھی ضروری ہے چاہے وہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو مگر چالیس پچاس کے پیٹے میں اس کی اہمیت ذرا زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ تا کہ آنیوالے بڑھاپے کا استقبال شاندار طریقے سے کیا جاسکے۔ مگر میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس شاندار استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بلکہ میں تو مریضِ دل ہوں۔ جو ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کی باقی ساعتوں کو طول دینا چاہتے ہیں زندگی کے ٹمٹماتے چراغوں کی لو آہستہ آہستہ تیل کے ختم ہونے اور بتی کے جل جانے کی نشاندہی کرتی ہے کوئی نہیں جانتا کہ کتنا بھوگ ابھی بھوگنا باقی ہے۔ ماسوائے اُس ذاتِ پاک کے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جانیں ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو کائنات کی دوسری حقیقتوں کی طرح ہی ہے کہ کارخانہ قدرت میں لازوال ہونا تو صرف اللہ کے لئے ہی ہے۔ یا اُن بندوں کو بعد از ظاہری موت حیات عطا فرمائی گئی جو اپنی زندگی میں بھی موت سے ہمکنار رہے اور اپنے نفس کو قربان کر کے اپنی زندگی صرف اور صرف اپنے خالق اور اُس کے

Marfat.com

محبوب کی رضا کے لئے گزار دی۔ بات ہو رہی تھی ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق مریض دل بلکہ اپریشن زدہ مریضِ دل کی سیر کی جو قلم کی نوک سے پھسلتی ہوئی زندگی کی حقیقتوں کی طرف نکل گئی جسے سننا تو ہر انسان پسند کرتا ہے مگر عملی طور پر اُس میں سے گزرنا ہر کوئی پسند نہیں کرتا۔ سوائے اُن کے جو روز و شب ان حقیقتوں کو عملی طور پر دیکھنا اور اُن میں سے گذر کر اپنے محبوب سے ملنا چاہتے ہیں۔ تا کہ دیدار کی چاہت کی لذتِ آشنائی سے محظوظ ہو سکیں۔ جس کے لیے اُنہوں نے اپنی ساری زندگی دن گننے اور رات اُس کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر گزار دی۔

میں نہ تو کوئی عالم فاضل شخص ہوں اور نہ ہی ادب اور شاعری سے میرا کوئی خاص لگاؤ ہے اور نہ ہی بچپن میں از خود کوئی کہانی لکھی تھی جو بچوں کے کسی رسالے میں شائع ہوئی تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنے وقت کے ایک بلند پایہ صحافی ادیب اور شاعر کے گھر جنم لیا جن کا اصل نام منظور احمد اور قلمی نام منظور انور قریشی تھا 1942ء سے اُن کے ادبی سفر کا آغاز ہوا جب کہ 1970ء میں زندگی کے سفر کے ساتھ ہی اُن کا ادبی سفر بھی پایہء تکمیل تک پہنچا۔ اپنی زندگی میں وہ کسی نہ کسی حیثیت میں تمام بڑے اخبارات سے منسلک رہے اور کردار، نمکدان (لاہور) ستارہ، اور خوراک جیسے رسائل شائع کیے مگر مالی حالات نے اُن کی کاوشوں کی بیل کو منڈھے نہ چڑھنے دیا اور ان کا تعلق اپنے وقت کے مشہور صحافی، ادیب، دانش ور اور شعرا سے تھے۔ لہٰذا مجھے عبدالحمید عدمؔ، اظہر جاوید، خالد احمد، یونس ادیب، منیر نیازی، صوفی تبسم، قتیل شفائی، اصغر سودائی، مولانا کوثر نیازی، میر خلیل الرحمٰن، مجید نظامی، سجاد کرمانی، سعادت خیالی، کشور ناہید، طاہر شادانی جیسے جیّد حضرات سے بچپن سے جوانی تک شرفِ ملاقات حاصل رہا۔ چاہے وہ سنگت چند لمحوں کی تھی یا سالوں پر محیط رہی مگر سنگت تو سنگت ہی ہے۔ اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور چھوڑتی ہے۔ اُس وقت اس بات کا ادراک

Marfat.com

نہ تھا کہ یہ لوگ ادب میں کتنی دیوہیکل شخصیات ہیں اور ان کا صحافت، شاعری، اور ادب میں کیا مقام ہے۔ مگر اب ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ ادب ساز تھے۔ اپنے اپنے فن کا ماہر ہر شخص اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ورثہ، ایک پہچان، جو وقت کو اپنے فن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ دوست تو دوست دشمنوں تک کو اُن کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ جب تک جیے شان سے جیے اور جب چلے گئے تو اپنے پیچھے اپنے فن کی لازوال اور نہ ختم ہونے والی تاریخ رقم کر گئے۔ دوستو! بات پھر ذرا طول پکڑ گئی اور قلم نے باغیانہ سرگوشیاں کرتے کرتے، رکتے رکتے اپنی بات پوری کر ہی دی۔ نہ چاہتے ہوئے غیر ارادتاً سب کچھ اُگل دیا جو شاید اگر قدرت کو منظور نہ ہوتا تو میرے ساتھ ہی اس دنیا سے اندھیری قبر میں اُتر جاتا۔ قدرت کے فیصلے اور تقدیر اٹل ہے لہٰذا جو اللہ نے چاہا وہ ہی ہوا اور میں ایک پُتلی کی طرح قلم ہاتھ میں لیے صفحات کے سینے کی سفیدی پر قلم کی سیاہی اُتارتا چلا گیا۔ قدرت نے مجھ جیسے ناچیز پر ایک اور احسانِ عظیم بھی فرمایا ہے جس کے لیے یقیناً میں نے عالم ارواح میں کوئی ایسی کوشش یا عمل نہیں کیا تھا کہ مجھے سیّد محمد ہاشم شاہ جیسے عظیم پنجابی صوفی شاعر کی اولاد میں پیدا کر دیا۔ اس میں میرا کوئی کمال یا عمل دخل نہ ہے بلکہ اللہ کے کرم سے جو خون میری رگوں میں زندگی بن کر دوڑتا پھر رہا ہے اس میں یہ تاثیر اور خاصیت ہے کہ اس کا جنم جنم کا قلم سے رشتہ ہے جو وقتی طور پر پُرسکون سمندر کی طرح خاموش تو ہو سکتا ہے مگر اُس کے اندر مدوجزر اس وقت کے منتظر رہتے ہیں کہ کب حکم الٰہی سے چاند اپنے جوبن پر آئے اور مدوجزر اُس کی خاموش عمیق گہرائیوں سے پھنکارتے ہوئے نکلیں اور آن کی آن میں تلاطم کی شکل اختیار کرتے ہوئے سطح پر چلتے پھرتے جہازوں اور کشتیوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیں۔ عمر عزیز کے پچاس اوپر تین سال گزارنے کے بعد اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلبی اور ذہنی بے چینی اور ہیجان کی وجہ شاید یہ ہے کہ میرے باپ دادا کی وراثت میرا خون مجھ سے

Marfat.com

خراج مانگ رہا ہے۔ اور وہ خراج ادا کرنے کی ایک ہی صورت ظاہری طور پر میرے سامنے آئی جو ایک کاوش کی صورت میں آہستہ آہستہ پرسکون اور خاموش سمندر کی سطح پر ابھر رہی ہے جو نجانے طوفان کی صورت اختیار کر سکے یا نہ کر سکے۔ میں اپنے ''محرمِ راز'' ہونے کی روحانی آپ بیتی کے واقعات جو میرے دل و دماغ میں ''پہلے میں پہلے میں'' کرتے ہوئے لاشعور سے شعور کی طرف سفر میں مصروف ہیں اُن کو صفحات پر سیاہی کی صورت بکھیرنے میں کامیاب ہوتا ہوں یا نہیں؟ یہ فیصلے تو میرے رب کے ہیں کہ حکایاتِ ''محرمِ راز'' مکمل ہو کر آپ تک پہنچتی ہیں یا ادھورے خیالات میرے ساتھ ہی اندھیروں میں غرق ہو جاتے ہیں اور میں بھی اُن گزرے ہوئے لمحات کا حصہ بن جاتا ہوں جو گذرے ہوئے کل کی طرح ہے۔ مگر اس اُمید سے اللہ بزرگ و برتر کا نام لے کر آقا و مولا حضور پُرنور ﷺ کے وسیلے، پاک روحوں کی مدد و استعانت سے اس کام کا آغاز کر رہا ہوں خصوصاً حضرت غوث پاک اعظمؒ غوث صمدانی شہبازِ لامکانی سیّد عبدالقادر محی الدین الگیلانی سے المدد المدد پکارتا ہوں تو آنجناب اپنے مرید اپنے چاہنے والے اپنے یاد کرنے والے پر نگاہِ شفقت کرتے ہوئے کرم فرماتے ہیں اور ''لاتخف مریدی'' کے فرمان سے مشکل سے مشکل مسئلہ چند لمحوں میں حل فرما دیتے ہیں۔ مجھے اپنے رب کریم کی توفیق نبی آخر الزماں ﷺ کے وسیلے سرکار غوث پاک اعظمؒ کے در کا منگتا ہونے کے ناطے یہ پوری اُمید ہے کہ میرے جدِ امجد حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ اور میرے مرشدی اور مربی سرکار پاک صوفی حکیم عبدالحمید صاحب شیخوپوروی ہر طور اپنی مہربانیوں کے اس تذکرے کو انشاء اللہ مکمل کروائیں گے کہ چند راز ہائے مخفی کی پردہ کشائی مقصود ہے۔ میرے پیر شریعت رہبر طریقت نے دریافت پر کہ وارد ہونے والے مکاشفات کو بیان کرنے میں پردہ داری کی جائے یا واضح اور صاف بیان کیا جائے پر فرمایا رب نیتوں کو جانتا ہے اور یہ سرکار غوث پاک اعظمؒ کا فیض ہے، اسے اپنے

Marfat.com

نفس کے لئے نہیں دوسروں کی راہنمائی کے لئے صاف بیان کر دینا چاہیے۔
اللہ کے پاک نام سے ''محرم راز'' کا آغاز کیا تھا اور سرکار غوث پاک اعظمؒ سے مدد طلب کی تھی۔ اللہ پاک کی دی ہوئی توفیق سے کتاب حصہ اول آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

حقیر فقیر قارئین سے تمام اُمت مسلمہ کی بخشش بوسیلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعا کا طالب ہے۔ خصوصاً میرے آباؤ اجداد اور میرے پیر محترم میرے والدین کریمین شریفین پر اللہ پاک خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنے فضل اور کرم کی انتہائی رحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

احقر فقیر

سید جاوید احمد قریشی ہاشمی

سجادہ نشین دربار عالیہ

سید محمد ہاشم شاہ تھرپال ڈاکخانہ بدوملہی

تحصیل و ضلع نارووال

Marfat.com

اسباب وعوامل

اللہ پاک نے دنیا کو دارالعمل مقرر فرمایا اُس کے ساتھ ہی اسے دارالاسباب بھی مقرر فرمایا کہ ہر عمل کے لیے اسباب پیدا کیے جائیں گے اور کوئی کام اچھا یا برا عمل کرنے پر ہی مکمل ہوگا جس کی جزا یا سزا دنیا، قبر، حشر میں دی جاسکے گی۔ صرف نیت کرنے سے نہ ثواب نہ عذاب، لہٰذا ہر صورت میں عمل کرنے کے اسباب کی ضرورت پیش آتی ہے اور نیت انسان کے مطابق مسبب الاسباب ذات اسباب فراہم کرتی ہے اور انہیں اسباب کی بدولت عمل کی صورت اچھا یا برا مکمل ہوتی ہے، چونکہ اعمال کی باز پُرس صرف حضرت انسان سے ہی کی جاتی ہے لہٰذا صرف اُسے ہی حِسیاتِ خمسہ سے نوازا گیا ہے جبکہ اُس کی پیدائش 4 خلقتوں یعنی ناری، آبی، خاکی اور بادی سے مکمل کی گئی ہے۔ حِسیاتِ خمسہ کے ساتھ ساتھ ربِ کریم وعلیم نے اُسے شعور اور ادراک کی دولت سے بھی نوازا ہے اور علم کو انبیاء کرام اور صالحین کی وراثت قرار دیا گیا۔ رب کریم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے پیارے محبوب رؤف وکریم ﷺ کو قرآن کریم اور علم لدنی سے بھرپور اور مکمل نواز دیا اور پھر علم کو قلم کے ذریعے پھیلا دیا اور رب زدنی علما کی دعا بھی اپنے محبوب کے ذریعے عطا فرمادی۔

علم کے حصول کے لیے قرآن پاک کو مکمل اور جامع شکل میں اپنے محبوب کے قلب اطہر پر نازل کر کے محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ اللعالمین کے خطاب سے نواز دیا اور انسانیت کے بہترین مکارمِ اخلاق سے بھی سربسر مالا مال فرمادیا، نفع مند علم کی آرزو

Marfat.com

بھی صالحین واولیائے کرام کے دلوں میں ڈال دی گئی۔یوں مذکورہ بالا جملہ اوصاف سے لیس کر کے انسان کو دارالعمل میں بھیج دیا گیا اور عدل کے تقاضوں کے مطابق عادل اعظم اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قبر میں حشر میں انسانوں کی زندگی اور بازپرس کا طریقہ کار مقرر فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ لوح محفوظ پر موجود تفصیلات کے مطابق جہان میں اسباب مہیا فرما کر اعمال کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہا ہے۔محرمِ راز کی تمام تر تفصیلات بھی لوحِ محفوظ پر موجود ہیں۔ مسبب الاسباب نے جو سبب اس کی تکمیل کے لیے مقرر فرمائے اُن پر چنداں روشنی ڈالنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس سے مسبب الاسباب کی صفت قادر کی قدرت کا اظہار کرنا ہی مقصود ہے کیونکہ حقیقی فاعل ہی جس انداز میں اور جس طور چاہے مفعول سے کام کروائے۔ درج ذیل اسباب سے فاعل حقیقی نے محرم راز کی تصنیف و تالیف کا عمل مکمل کروایا۔اللہ سبحانہٗ ہی اس کو اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ عباد اللہ الصالحین اور انعمتَ علیھم کے توسط، وسیلہ اور سفارش خصوصاً شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت حاجی محمد نوشہؒ پاک، حضرت ہاشم شاہؒ، حضرت میاں میرؒ اور میرے پیر صاحب قبلہ صوفی عبدالحمید صاحب جیون پورہ شریف ضلع شیخوپورہ کے صدقہ میں شرف قبولیت فرما کر عوام الناس کو تمام بزرگان سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سبب نمبر 1:

1947 میں اپنی پیدائش سے 1980 تک کا عرصہ حیات جسمانی صحت کے لحاظ سے بہترین رہا الحمدللہ۔1980 ماہ مارچ میں بوجوہ پیٹ درد لاہور کے تمام سرکاری ہسپتالوں کے چکر لگا کر اور بعض میں داخل ہو کر اپینڈکس کے اپریشن سے بچنے کے لیے راہِ فرار بھی اختیار کیا مگر اپنے عزیز اور دوست جمیل احمد (مرحوم) کے ہمراہ میو ہسپتال میں ڈاکٹر

Marfat.com

اے آر گردیزی جو اپنے وقت کے معروف سرجن تھے کی چھری کی زد میں آ ہی گیا۔ 8 یوم ہسپتال میں قیام کرنا پڑا مگر پہلے دو روز میں ہی مسبب الاسباب ذات پاک نے جوانی، طاقت اور بلا حرکت پڑے رہنے پر یہ باور کروا دیا کہ انسان کی اوقات کیا ہے؟ اور یہ کہ گھمنڈ اور فخر کس بات کا ہے ناز کس چیز پر ہے کہ معمولی اپریشن جس میں تین انچ کا کٹ لگایا گیا ہے اور تو حرکت کرنے کے قابل ہی نہیں رہا اس طرح جب اصلیت انسان پر کھلتی ہے تو اُسے اسکی معمولی حیثیت کا ادراک کروا دیا جاتا ہے جسے وہ چاہتا ہے وگرنہ روزانہ کئی صد میجر اپریشن ہوتے ہیں اور لوگ صحت یاب ہونے کے بعد ہر تکلیف کو بھول کر دوبارہ خداوندِ قدوس کی نافرمانیاں شروع کر دیتے ہیں مگر جن کے لیے مسبب الاسباب نے بہتری کی کوئی صورت پیدا کرنی ہو وہ معمولی تکلیف میں ہی اپنی اصلیت اور حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں اور پروردگار اُن کے دل و دماغ میں موت کی اٹل حقیقت کا خوف جاگزیں کر دیتا ہے یوں میرے کریم پروردگار نے میرے لیے اپنی طرف بلاوے کے راستے وا کرنے شروع کر دیے اور نماز تو قبل ازیں بھی ادا کی جاتی تھی مگر قائم نہ ہو پاتی تھی، اب دل نماز قائم کرنے پر مائل ہوا گو مکمل کامیابی بوجوہ غیر ضروری مصروفیات حاصل نہ ہو سکی مگر بظاہر فرق معلوم ہونے لگا۔

سبب نمبر 2:

چند ماہ بعد طبیعت خرابی معدہ بوجہ اپریشن کی طرف پھر مائل ہونے لگی تو پھر دیگر ڈاکٹر صاحبان کی حاضری شروع ہوگئی۔ میرے عزیز مسعود احمد (مرحوم) نے مایہ ناز امراضِ قلب کے ڈاکٹر محمد زبیر کو معائنہ کروایا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کو ایسی تکلیف ہے جس کا کوئی علاج نہ ہے۔ دریافت کرنے پر بولے کہ انہیں وہم کی بیماری ہے۔ میرے ایک عزیز صوفی محمد ناظر صاحب جو روحانی امور کے ساتھ ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے سے رابطہ کیا گیا تو تمام

Marfat.com

علامات سن کر جوانہوں نے فرمایا وہ مسبب الاسباب کی طرف سے راہِ راست پر چلانے کا دوسرا اہم سبب ثابت ہوا۔انہوں نے فرمایا کہ رب کریم نے لوح محفوظ میں سعید روحوں کو بھٹکنے سے بچانے کے لیے ایسے اسباب پیدا فرمائے ہیں جس سے سعید روحوں کو بالحقیقت صراط مستقیم کی طرف بوجوہ امراض، خوف، غرض، لالچ، دھکیل دیا جاتا ہے اور یہ کہ اُن کی نظر میں مجھے کوئی عارضہ نہ تھا اور خوفِ خدا بذریعہ موت کے غم کا علاج صرف اور صرف زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی اور دین کی طرف رغبت میں ہی ہے اس لیے ہدایت فرمائی کہ فارغ وقت میں قرآن اور تفسیر قرآن کا زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا اہتمام کرو تو خدائے لم یزل رستگاری عطا فرمائے گا۔یوں اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک نے دوسرے اہم سبب کا دروازہ کھول دیا اور یوں دینی علوم کی طرف بھرپور توجہ مبذول کروادی۔

سبب نمبر 3:

1982ء میں والدہ محترمہ کے ماموں زاد بھائی محمد امجد جو پسرور ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر تھے اور امجد میڈیکل ھال پسرور کے مالک تھے جو 1977 میں مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیالکوٹ جیل میں تحریک نظام مصطفےٰ کے سلسلہ میں قید کاٹ چکے تھے اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔آپ کی طبیعت درویشانہ تھی ان کے بھائی سٹور کا کام سنبھال رہے تھے لہٰذا وہ بسلسلہ زیارات مزارات لاہور، پاکپتن شریف اور دیگر مقامات پر اپنا وقت گزارتے تھے اور کئی کئی روز بغیر اطلاع ہی وہاں گزار دیتے تھے۔وتواصوبالحق کے زمرے کے ناطے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے خوگر تھے۔پسرور شہر میں اُن دنوں 8 افراد کے قتل کے جملہ حالات سے باخبر تھے۔اُنہیں ملزمان نے دھمکی دی کہ اگر کچھ بولے تو ماردیں گے۔انہوں نے کہا کہ اگر کوئی پوچھے گا تو ضرور حقائق سے آگاہ کروں گا۔موسم گرما لاہور سے رات 12 بجے

Marfat.com

بذریعہ نارووال سیالکوٹ کے لیے انہیں گاڑی میں سوار کروایا گیا، ملزمان اُن کی نقل وحرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ باکوال اور کوٹ مولچند ریلوے اسٹیشنوں کے درمیان ملزمان نے سوتے ہوئے اُن کے گلے میں کپڑا ڈال کر بھینچ دیا دیگر سواریاں بھی محوخواب تھیں۔ ملزمان نے گھسیٹ کر دروازے تک بے ہوشی کی حالت میں لاکر چلتی گاڑی سے باہر پھینک دیا اور حق گو کو ختم کر دیا۔ پسرور گھر والوں نے چار پانچ دن انتظار کے بعد لاہور فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ تو 4 / 5 روز قبل پسرور جا چکے، یوں دیگر ممکنہ جگہوں سے معلوم نہ ہونے پر اہل خاندان نے تلاش شروع کر دی۔ 8 ویں دن شیخوپورہ پولیس سے ان کے پارچات کی بنا پر تصدیق ہوگئی کہ مرحوم کو شیخوپورہ کے قبرستان میں لاوارث قرار دے کر دفن کیا جا چکا تھا۔ خاندان میں کہرام مچ گیا اور لاش کو پسرور لا کر دفن کرنے کے اہتمام کا آغاز کیا گیا۔ علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کر کے ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ کو درخواست برائے قبر کشائی دی گئی۔ اجازت پر رات 12 بجے گورکنوں نے قبر کشائی کی تا کہ عوام الناس موقع پر جمع نہ ہوں۔ قبر کشائی کے موقع پر خاندان کے ہم چند جوان لوگ لاش کو نکال کر لکڑی کے تابوت میں بند کر کے اُسے سوزوکی پک اپ میں رکھ کر راتوں رات پسرور لانے کے انتظامات کر چکے تھے اور میں بھی اس وقت قبرستان میں موجود تھا۔ گورکنوں نے بدبو سے بچنے کے لئے منہ پر کپڑے باندھ رکھے تھے کیونکہ وہ ایسے کام کے عادی تھے مگر ہم اہل خانہ کا حال برا تھا مگر موقع پر ہماری موجودگی بھی ضروری تھی، آخر اللہ اللہ کر کے لاش نظر آنی شروع ہوئی۔ گیس کی روشنی میں بلا کفن مردہ جسم ایک چٹائی پر پڑا تھا۔ گورکن قبر کشائی اور مٹی ہٹا کر دور جا کھڑے ہوئے اور بولے اب آپ مردہ کو نکال کر کفن باکس میں رکھ لیں۔ کفن باکس کے اندر تمام روئی بھر دی گئی۔ اب لاش کو تقریباً 6 / 5 فٹ اُٹھا کر قبر کے ساتھ رکھے کفن باکس میں منتقل کرنے کا اصل کام شروع ہوا تھا۔ لاش گلنے کے ابتدائی مرحلے میں تھی، دو گھنٹے تک اہل خاندان قبر میں اُتر کر

Marfat.com

لاش نکالنے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ ہاتھوں سے پھسل کر دوبارہ قبر میں جا گرتی کیونکہ تمام اعضا سے لیس دار مادہ بہہ رہا تھا۔لہٰذا قبر میں لاش کو کپڑے کی چادر میں منتقل کر کے چادر کو کونوں سے پکڑ کر باہر نکال کر لکڑی کے کفن باکس میں رکھا گیا اور اُسے بند کر کے سوزوکی پک اَپ میں رکھ کر شیخوپورہ سے پسرور کا سفر کر کے میت کو محمد امجد مرحوم کے والد محترم قبلہ حکیم عبداللطیف صاحب کے حوالہ کیا گیا۔لاش کو پسرور میں غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا اور اُن کے آبائی قبرستان موضع مالی پور میں سپرد خاک کر دیا گیا۔پسرور اور مالی پور دو جگہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازوں میں لوگوں کی کثرت سے شمولیت سے مرحوم کی علاقہ میں نیک نامی اور لوگوں سے محبت کا راز تو عیاں ہو گیا مگر وہ قیامت کی رات اس ناچیز پر بھی ایک قیامت طاری کر گئی۔اس ساری مشقت نے احوال قبر اور میت کی حالت نے یہ سمجھا دیا کہ دنیا میں اور قبر میں کیا فرق ہے اور پرہیز گار نمازی اور دین کی محبت والوں کی اگر یہ صورت ہے تو مجھ جیسے گناہ گاروں کا قبر میں کیا حشر ہونے والا ہے، رات کی نیند اور دن کا چین لٹ گیا دیوانوں کی سی کیفیت طاری ہو گئی کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا اور ہر لمحہ ہر پل اُس رات قبر اور میت کے مناظر سوتے جاگتے آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے تھے۔یوں مسبب الاسباب ذات پاک نے کلیجے کو منہ تک لا کر خوف اور وحشت کی آخری حدوں کے سبب سے اپنی پناہ میں لیتے ہوئے اپنے اور نزدیک کر لیا اور دین کی سمجھ عطا کر کے میری بہتری کی شاہراہ کو میرے لیے کھول دیا۔

انہیں دنوں مسبب الاسباب نے ایک اور سبب عطا کیا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو اُن دنوں اتفاق اسلامک اکیڈمی میں جمعۃ المبارک کو تقریر فرماتے تھے اور شادمان میں ڈاکٹر محمد علی صاحب کی رہائش گاہ پر درس قرآن اور درس تصوف کا اہتمام فرماتے تھے کے سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا جس نے دو آتشہ کا کام کیا جس کی تفصیل علیحدہ باب

Marfat.com

میں مکمل موجود ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کے مہیا کرنے والے خدائے واحد و یکتا نے میرے لیے چاہا، پسند کیا اُسے عملی طور پر نافذ کیا اور اپنی بے پایاں رحمت سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس قابل بنایا کہ چند حروف اُس کی ثناء کے چند لفظ درودوں اور سلاموں کے اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر سکوں اور چند الفاظ جو یقیناً اُس ربِ رحمان و رحیم کے عباداللہ الصالحین اور انعمت علیھم والے اولیائے کرام کے شایانِ شان نہیں ہیں جن کی ادائیگی میں مجھے اپنی کوتاہ دامنی کا شدت سے احساس ہے اِن کو شرف قبولیت بخشے تو

ع

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

کا یقین کامل اور مزید پختہ ہو جائے۔

Marfat.com

ماں

(میری جنت)

1991 میں مارچ کی 13 تاریخ والدہ ماجدہ جوایک انتہائی مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں ان کے والد حکیم محمد اسحاق صاحب مزنگ والے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے قریبی مریدوں میں شامل تھے۔ والدہ نے سید محمد ہاشم شاہ صوفی شاعر بزرگ کے خاندان کی بہو ہونے اور اپنے گھرانے کی تربیت اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں صوفیائے کرام کی تعلیمات کی بھرپور عملی تربیت سرانجام دی۔ وہ اکثر سرکار داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت پیر مکیؒ اور حضرت میاں میر صاحبؒ کے مزارات پر ہمراہ لے کر جاتیں اور نہ جانے میرے حق میں کیا کیا دعائیں کرتیں۔ اب اُن کی روح مبارکہ برزخ میں اپنی کی گئی دُعاؤں کے نتیجہ میں بندہ کو روحانی فتوحات پر کتنی خوش ہوگی۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ وہ اب بھی دعاؤں میں مصروف ہیں اوران کی دعائیں ہی میری مددگار ثابت ہو کر خداوند ذوالجلال کے حضور اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم، مولا علیؓ اور سرکار غوث پاکؒ اعظم اور سرکار سید ہاشم شاہؒ نوشاہی قادری اور میرے پیرومرشد کی امداد کا باعث ہیں۔ جس سے اللہ پاک نے جملہ روحانی اور دُنیاوی کامیابیوں وکامرانیوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ اللہ پاک نے انہیں ایمان سے اس دنیا سے اٹھایا اور قبر کی منزلوں کو آسان فرمایا اور برزخ میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں بھی اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

ماں تو سب کی دنیا کی عظیم اور عزیز ترین ہستی ہی ہوتی ہے مگر ماؤں میں بھی فرق

Marfat.com

ہے جس طرح ربّ کائنات نے انبیاء میں بعض کو بعض سے افضل قرار دیا اسی طرح انسان بھی بعض سے بعض افضل ہیں اور میری ماں بھی خاص معاملات میں دوسروں سے افضل تھی، مائیں بچوں کی پیدائش سے قبل سے بعد اور زندگی کے آخر تک بچوں کے لیے تکالیف برداشت کرتی ہیں جبھی تو اُن کے قدموں کے نیچے جنت ہے مگر جو مائیں اولاد کی تربیت میں اسلام اور اسلامی اقدار اور بزرگوں کے راستے پر چلاتی ہیں وہ بعد از ممات اپنے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ جاتی ہیں اُن کی اولاد بعد میں بھی جب کوئی صالح عمل کرنے کی توفیق الٰہی سے کوشش کرتی ہے تو ماں اور باپ دونوں کو اُن کے اس عمل کے سلسلہ میں کی گئی کوشش کا صلہ ملتا ہے۔ حدیث شریف کہ ''لوگ قبروں میں داخل ہوں گے تو دوزخی ہوں گے اور جب قیامت کے روز اُٹھیں گے تو جنتی ہوں گے۔'' صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا: یارسول اللہ ﷺ اعمال تو موت پر ختم ہو جائیں گے پھر دوزخی قبر میں جانے والے جنتی کس طرح اُٹھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''صدقہ جاریہ اور نیک اولاد کی صورت میں خصوصاً صدقہ جاریہ اُن کی اولاد جو اچھے اعمال کرے گی اور اُن کے لیے دعائیں کرے گی اُس کی قبولیت کی وجہ سے جب وہ قبروں سے اُٹھیں گے تو جنتی ہوں گے۔'' میری ماں نے مجھے اس دنیا میں لانے سے قبل اور بعد میں جو تکالیف برداشت کیں اُن کا بدلہ تو میں تاقیامت اُس کی خدمت میں کھڑا رہ کر بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ جب میں کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا اُس نے مجھ سے محبت کی اور اُس نے مجھے کھلایا پلایا اور رات کو خود گیلی جگہ سوئی اور مجھے خشک جگہ پر لٹایا اور ہر قسم کی تکلیف خود برداشت کی اور مجھے اُس سے بچایا جس کا مجھے علم ہی نہ تھا کہ کون سی چیز اور کام میرے لیے نقصان دہ ہے۔ اُس نے خود نقصان اُٹھایا اور مجھے اُس نقصان سے بچایا اور محفوظ کیا پھر مجھے سنوار اور دنیا جہان کی محبت مجھ پر نچھاور کر دی۔ تمام مائیں اپنی اولاد کے لیے یہ کرتی ہیں اسی لیے جنت اُن کے قدموں میں رکھ دی

Marfat.com

گئی، مگر میری ماں تو خداوند ذوالجلال کے بعد میرے لیے خداوند کا ایک روپ تھا، جس نے میرے اندر بزرگوں کی محبت اور اولیاء اللہ کی عقیدت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ مجھے سرکار داتا گنج بخش اور دیگر مزارات سے روشناس کرایا، اپنے گاؤں میں جد امجد حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ کے مزار شریف پر حاضری دے کر مجھے بھی حاضری کے آداب عملی طور پر سکھا دیئے اور خود 45 سال کی عمر میں بیوگی کے بعد 1970 سے 1991 تک یادِ خداوندی میں مصروف رہیں کہ ایک دن میری بیوی نے آخر کار تسلیم کیا کہ اُس نے عورتوں کی پیشانی پر محراب کبھی نہیں دیکھا مگر آپ کی ماں کے ماتھے پر محراب کا نشان کثرت سجدہ اور طوالت سجدہ کی وجہ سے پڑا ہوا ہے۔

میں کہ دُنیا دار بندہ تھا مگر ماں کی محبت اور آداب سکھانے سے بڑوں کے ادب کی تربیت نے میرے اندر اُس کی ذات کے لیے انسانوں میں سب سے زیادہ ادب از خود ہی پیدا کر دیا کہ اللہ پاک میرا راستہ دین و دنیا آسان فرمانا چاہتا تھا۔ اسی لیے اپنی ماں کو خدا کا ایک روپ سمجھتے ہوئے ادب کیا جس کی مثال دینا چاہتا ہوں کہ بچپن کے بعد شاید ہی کبھی ماں کی طرف محبت سے نہ دیکھا ہو اور اُس کے حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ حائل ہونے دی ہو، اگر نہ چاہتے ہوئے کبھی ایسا ہوا کہ انسان اور آدمی تو خطا کا پتلا ہے تو خداوند قدوس میری ماں کے صدقے مجھے معاف فرمائے۔ عزیز و اقارب کہتے کہ یہ صرف جاوید کی ماں ہے کیونکہ وہ مالدار ہے جس پر میری بیگم خدا اُسے بھی غریق رحمت کرے جواب دیتیں کہ جاوید نے اپنی زبان ہی اپنی ماں کے سامنے کاٹ کر پھینک دی ہوئی ہے۔ والدہ کے انتقال سے چند روز قبل جب وہ ڈاکٹر زبیر (Cordialogist) کے زیر علاج تھیں۔ مجھے فرمانے لگیں جاوید بیٹا میری عینک کے شیشے پر خراشیں پڑ گئیں لہٰذا صاف نظر نہیں آتا اور قریب کی عینک سے قرآن پاک بھی درست نہیں پڑھا جاتا ان کو تبدیل کروا دو۔ میں نے عینکیں لے کر جب

Marfat.com

اُن کا وزن دیکھا تو وہ میری ماں کی صحت سے زیادہ وزنی تھیں کیونکہ دونوں آنکھوں کا آپریشن ہو چکا تھا اور اُن دِنوں پاکستان میں لینز کا رواج یا ٹیکنالوجی نہ تھی، میں نے بتایا کہ شیشے تبدیل ہونے میں ایک آدھ دن لگے گا میں اس عینک کا نمبر عینکوں والے کو دے کر نئی عینکوں کے لیے کہہ دیتا ہوں اور آپ اس وقت تک پرانی استعمال کریں۔ اُس وقت سوائے خدائے پاک کے کسی کو علم نہ تھا کہ 8 دن بعد وہ چپکے سے قبر میں اُتر جائیں گی۔ میں نے کہا ماں جی دیکھنا جب اللہ آپ سے میرے بارے میں پوچھے تو سفارش کرنا کہ میرا بچہ میرا خیال رکھتا تھا، کہیں وہاں شکایت نہ کر دینا اس پر وہ ہنسیں اور بولیں ''پتر میرا لُوں لُوں تیرے تے راضی اے۔'' میں نے پھر شرارتاً کہا ''دیکھنا اوتھے بیان ہور نہ کر دینا'' اور یوں بات ختم ہو گئی۔ آٹھ دن کے اندر میری ماں سروسز ہسپتال ICU میں دل کی تکلیف کی وجہ سے داخل ہوئیں اور 13 مارچ 1991 کو مجھے چھوڑ کر اپنے رب اور رسول ﷺ کے اور بزرگوں کے پاس چلی گئی۔ 12 مارچ 1991 دوپہر جب میں ICU کے باہر برآمدے میں بیٹھا تو سٹاف باہر آئی اور پوچھا بیڈ نمبر 5 کے ساتھ آپ ہیں میرے اثبات میں جواب پر اُس نے کہا کہ آپ اندر جائیں میں گھبراہٹ سے اندر گیا کہ نجانے کیا ہو گیا ہے؟ اندر جا کر سٹاف نے کہا کہ ماں جی ضد کر رہی ہیں اور مان نہیں رہیں ان کو آپ ہی سنبھالیں۔ میں بیڈ کے قریب ہوا اور پوچھا: ''اماں جی! کیہہ گل اے؟'' کہنے لگیں: ''یہ سوئیاں نہیں اُتارتی میں نے باتھ روم جانا ہے۔'' میں نے کہا کہ آپ اِدھر ہی جو برتن یہ دیں اُس میں کر لیں۔ کہنے لگیں ''پتر اوضوی تے کرنا ایں۔'' مجھے اصل بات کی سمجھ آگئی کہ جس نے ساری عمر نماز باقاعدگی سے ادا کی اُس کے لیے تو یہ مسائل ضرور کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا میں نے اُن کی 70 سالہ عمر اور بیماری کی حالت کو سمجھتے ہوئے ایک مسئلہ از خود ہی اُن کو سنا دیا کہ ''اماں جی! تہاڈے حصے دی نماز میں پڑھ لواں گا۔'' جس پر وہ ناراض ہوئیں اور بولیں کہ ''توں

Marfat.com

وی اینہاں والا کم شروع کر دتا اے میرے کپڑے بھانویں پلید ہو جان، توں تقریر کری جا، تے نالے نماز تے اپنی اپنی پڑھی دی اے، مینوں بیمار سمجھ پاگل نہ سمجھ۔'' اُن کی ضد کی وجہ سے ڈاکٹروں نے مجھے باہر بھیج دیا اور اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ 3 یا 4 دن وہ ہسپتال میں رہیں اور میں نے اپنی گاڑی میں بستر رکھا ہوا تھا رات گاڑی میں ہی بستر لگا تا کہ گاڑی کرونا 1974 تھی جس کی پچھلی سیٹ پر بندہ لیٹ ضرور سکتا ہے، سرہانہ رکھا اور کمبل نکالا اور سو گئے اور CU والوں کو گاڑی کا نمبر LEX-124 اور پارکنگ کی جگہ بتا دی تا کہ ایمرجنسی کی صورت میں اطلاع مل سکے۔

دوپہر کے وقت بڑے بھائی صاحب ہسپتال آجاتے تو میں شام تک گھر پر آجاتا اور کام اور آرام دونوں کر لیتا۔ 13 مارچ بھی دوپہر 12 بجے کے بعد میں گھر پر آگیا اور بھائی صاحب کو ہسپتال چھوڑ آیا۔ عصر کی نماز کے قریب میں کمرے میں سو رہا تھا اور بیگم صاحبہ وہاں کوئی کڑھائی کا کام کر رہی تھیں میں ہڑبڑا کر اُٹھا تو بیگم نے پوچھا ''کیہہ ہویا اے''، میں نے فوراً گھڑی پر وقت دیکھا تو 4:25 کا وقت تھا میں نے اُسے کہا ''ماں چلی گئی'' اُس نے کہا کہ ''تسی سُتے ہوئے سو تہانوں کوئی خواب آ گئی۔'' میں نے کہا کہ اُس کی روح ابھی میرے بیڈ کے اوپر سے گزر گئی۔ اور ٹھیک 10 منٹ بعد بھائی صاحب کا ہسپتال سے فون آگیا کہ ماں چلی گئی۔ وقت دیکھا تو 4:35 ہو رہے تھے۔ یوں میری ماں اس دُنیا سے جاتے ہوئے بھی مجھے بتا کر گئی۔ یہ ہی اس کی روح کی بھی مجھ سے محبت کی دلیل اور ثبوت ہے۔ گھر سے روانہ ہوا حکم کے مطابق اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا ورد کرتا رہا اور ہسپتال پہنچ کر ایمبولینس کا انتظام کیا اور گھر کے لیے روانہ ہوا تو الحمد للہ رب العالمین کہا کہ وہ ہستی دُنیا سے ایمان اور محبت سے روانہ ہو گئیں۔ گھر پہنچ کر پچھلے صحن میں انتظام غسل کیا گیا۔ اور رات ڈرائنگ روم میں اُن کی میت مبارک کو رکھا گیا۔

Marfat.com

سب کو شام ہی اطلاع کر دی گئی عورتوں کے ہر دفعہ آنے پر مجھے سختی سے رونے سے منع کرنا پڑا کیونکہ میں نے اپنے نانا کو زندگی میں ایسا ہی کرتے دیکھا تھا۔ دوسرے روز پوری عقیدت و احترام سے میانی صاحب جانے سے قبل آصف بلاک (علامہ اقبال ٹاؤن) کی گراؤنڈ میں دادا جان جو سجادہ دربار عالیہ سید ہاشم شاہ تھے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جنازگاہ بہاولپور روڈ میانی صاحب میں سجادہ نشین میاں شیر محمدؒ شرقپوری، جناب میاں جمیل احمد شرقپوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور احاطہ مولوی طالب علی میں اپنی ماں کو اُن کے مجازی خدا کے پہلو میں قبر میں اُتارا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعاؤں کے ساتھ ماں کے پاؤں اور ماتھا چوم کر اُنہیں رخصت و سپرد خاک کر دیا اور یوں میری جنت خدا کی جنت میں جا پہنچی۔

2/3 ماہ بعد خواب میں دیکھا کہ اتنی خوبصورت اور سبز جگہ جو ناقابل بیان ہے وہاں میری ماں بیٹھی ہیں اور میں اُن کے وہاں پر پاؤں چوم رہا ہوں۔ کسی سے نہ پوچھا نہ دریافت کیا کیونکہ میرا دل صبح گواہی دے رہا تھا کہ وہ جنت میں تھیں میں وہاں بھی اُن کے قدموں کو چوم رہا تھا۔ اس سے زیادہ کسی اولاد کی کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے اور ماں کی دعاؤں کا اثر اُن کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی اب تک ملاحظہ کر رہا ہوں۔

اے اللہ! اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کے صدقے میں میری ماں کو جس نے مجھے تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تیری راہوں پر چلنا سکھایا اور ثابت قدمی عطا کی، بخش دینا اور اُس کے طفیل مجھ پر بھی کرم اور فضل کی یونہی بارش کرتے رہنا کہ میرے مرشد پاک سرکار عبدالحمید صاحب قادری چشتی جیون پوری نے فرمایا "جاوید صاحب دین جھولی میں اور دنیا قدموں میں ہو گی۔ میرے اللہ میرے مرشد پاک کو تا ابد میرے سر پر قائم رکھنا اور نوازشات خفی، سری، روحی، قلبی اور لسانی سے نوازتے رہنا۔ اور میں اپنے مرشد

١٢٤٣١٨

Marfat.com

پاک کے لیے بدنامی کا باعث نہ بنوں بلکہ نیک نامی کی توفیق عطا فرما کہ لوگ مرشد کے نام کے ساتھ میرا نام لیں اور مرشد بھی اس امر پر خوش ہوں۔(وما علینا الا البلاغ)

Marfat.com

دانش کدہ

حکایات محرمِ راز کا آغاز خدائے عزوجل کی دی ہوئی توفیق سے اُسی انداز اور طریق سے کرنا چاہیے جیسا کہ انسان کی زندگی کا آغاز بچپن سے جوبن جوانی اور خاتمہ بڑھاپے پر ہوتا ہے۔ بچپن کی ننھی کہانیاں ایک بے شعور بچے کی طرح میرے ذہن کے کسی گوشے میں کلکاریاں مار رہی ہیں۔ اور میں بڑھاپے میں قدم رکھنے کے باوجود اُن کو بچگانہ حرکات سے منع نہیں کر پا رہا ہوں کیونکہ وہ میرا حکم نہ مان رہی ہیں اور شاید اُن کو اب تک حکم ماننے کا شعور نہ پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے ننھے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر مجھے اپنے سینے سے لگانے کو اُکسا رہی ہیں اور میں اپنے سفید بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا اُن معصوم چاہتوں کو دبانے میں مصروف ہوں۔

سوچتا ہوں کہ دُنیا والے کیا کہیں گے نظر بھر کر اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا کہیں کوئی دیکھ نہ لے مگر چوری نظروں سے اپنے گردو پیش کا جائزہ لے رہا ہوں کہ اگر کوئی مجھے نہ دیکھے تو میں جی بھر کر اپنے بچپن کو دیکھ لوں، سچی بات تو یہ ہے کہ دل اس بڑھاپے میں بھی چاہتا ہے کہ اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کروں اور بچپن کو اپنے سینے سے چمٹا لوں اور اُس ٹھنڈک کا مزہ لوں جس کو بے اولاد لوگ ترستے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت تو یہاں کوئی نہیں ہے کوئی اچانک کسی طرف سے آ گیا تو پھر کیا ہوگا۔ اور اگر آنے والے نے میری اس غیر اضطراری حرکت کو بھانپ لیا تو اُسے کیا جواب دوں گا؟ اسی شش و پنج میں وقت کے صحرا کے ذرّے ہاتھوں سے پھسلتے جا رہے ہیں اور عمرِ عزیز گھٹتی جا رہی ہے۔ مجھے اس خوف و

Marfat.com

رجا کی کیفیت سے نکلنا ہوگا۔ کیونکہ جولوگ اس کیفیت میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں وہی تو ناکام لوگ ہیں۔

یہی لوگ ہاں ناں کی درمیانی کیفیت میں قبر کے اندھیروں میں گم ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ یہ زندگی عمل کے لئے ہی تخلیق کی گئی ہے کہ اپنے عمل سے ہی ہم اپنے اللہ کے احکامات کی تعمیل کے ساتھ دوسروں کے غم اور خوشیاں سانجھی کر سکتے ہیں۔ اُن کی تکلیفوں اور دُکھوں میں اُن کے ساتھ شامل رہ کر اُن کے دکھوں کو ختم نہیں تو کم تو کر سکتے ہیں۔ اُن کی خوشیوں میں شامل ہو کر اُن کی خوشیوں کو دوبالا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان کو دنیا میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق انسانوں کی محبت اور پیار کے لئے ہی تخلیق کیا گیا کہ وہ سب کے ساتھ پیار بانٹتا جائے۔ اپنی خوشیاں دوسروں میں تقسیم کرتے ہوئے اُن کے دکھ اور غم سمیٹتا جائے اور دنیا سے یوں جائے کہ اس کے پیچھے رہنے والے اُس کے پیارے اُس کے دوست دشمن سب ہی اس کی کمی محسوس کریں، اور صوفیائے کرام کی زندگی کے مصداق ع

رکھ فقیرا دُنیا اُتے ایہو جیہا بھین کھلون
توں ہوویں تے ہسن لوکی نہ ہوویں تے رودن

ماضی کی دبیز تہیں یوں تو تہہ در تہہ، ورق در ورق، لفظ در لفظ کھولنا پڑتی ہیں مگر ایک دفعہ ایک تہہ ایک ورق ایک لفظ کھل جاتا ہے تو پھر یہ تہیں، ورق اور لفظ کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور انسان حال سے ماضی کے پرانے سفر کی طرف مڑ جاتا ہے وہ سفر جو وہ بہت پہلے اپنے پیچھے اپنی دھندلی یادوں میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ سفر جو اُسے اب سہانا نظر آتا ہے۔ میں بھی آج اُس سہانے سفر کی تلاش میں نکلا ہوں جس کی منزل دھندلی یادوں کی روشن سرائے تک پہنچ پانا ہے، انسانی کوشش کا کمال ہے کہ اس کا آنے والا کل اس کے حال سے بہتر اور خوش

Marfat.com

آئند ہو مگر وہ اپنے گزرے ہوئے کل کو بھی نہیں بھولتا۔ جب حال کی کوشش اور تگ ودو سے گھبرا جاتا ہے تو وہ اپنے اندھے ماضی کے لئے پلاننگ کرتا ہے جس میں اس کا یقین اور اعتماد بظاہر تو مضبوط نظر آتا ہے مگر اندیشے اُسے سوچوں کے اتھاہ سمندر میں غرق کیے دیتے ہیں۔ اُس وقت وہ اپنے گزرے ہوئے کل کی سنہری یادوں میں کھونا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے کوئی اندیشہ، کوئی فکر نہ ہے اور وہ مستقبل میں سفر کرنا چاہتے ہوئے بھی ماضی میں کھو جاتا ہے۔

میرا ماضی، میری یادیں، میرا بچپن اور میری جوانی ہر انسان کی طرح اگر وہ قنوطی نہیں تو سنہرا ہی تھا۔ لاشعور کی زندگی انسانی پیدائش سے چار پانچ برس تک محدود ہے جس کے بعد وہ آہستہ آہستہ دھیرے سے شعور میں اپنا ننھا قدم رکھتا ہے۔ اس کے بعد پے در پے لمحات واقعات بن کر اس کی زندگی میں داخل ہوتے جاتے ہیں کیونکہ یہی مشیت الٰہی ہے اور وہ مختارِ کل نہیں لہٰذا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی، زندگی کے دریا کے کنارے تھوڑے تھوڑے پانی میں اُترتا ہے۔ کبھی آگے بڑھتا کبھی پیچھے ہٹتا ہوا تجربات سے گزرتا انسان جو دوسروں کے تجربات سے استفادہ حاصل کرنے کی بجائے از خود زندگی کا ہر تجربہ کر کے اس کا نتیجہ نکالنا چاہتا ہے کیونکہ قدرت نے زندگی کی نمو اسی اصول میں رکھی ہے جس طرح بطخ کا بچہ تیراک پیدا ہوتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اللہ پاک نے مشقت میں پیدا کیا اور تجسس، جستجو اور کوشش کی صلاحیتوں کے ساتھ زندگی کے دریا میں اُتار دیا۔ وہ پہلے اپنے باپ دادا کے طور طریقے پر دریائے زندگی کے کنارے کنارے چلتے اُن کو دریا کے درمیان بھنوروں سے بچتے دیکھتا ہے اور اس تجسس میں کہ وہ یہ سب کیسے کر رہے ہیں، خود بھی ویسا کرنے کی خواہش اور آرزو میں مبتلا کبھی تھوڑے پانی میں اترتا ہے تجربہ کرتا ہے پھر واپس کنارے پر آ کر رُک جاتا ہے۔ وقت کی رفتار پانی کے دھاروں کی صورت میں اُسے اپنی طرف بلا رہی

Marfat.com

ہے۔اُسے دعوت دے رہی ہے۔زندگی اسے اپنی طرف بلا رہی ہے اپنی بھرپور رعنائی اور خوبصورتی کے ساتھ اسے دریا میں اترنے کی اور دھاروں سے کھیلنے کی دعوت دے رہی ہے۔وہ تدبیر کے چپوؤں کا سہارا لیتے ہوئے آہستہ آہستہ اُس زندگی کے دریا میں اُتر جاتا ہے۔وہ تقدیر کی ناؤ میں تدبیر کے چپوؤں سے اسے کھیتا ہوا اپنے زندگی کے سفر پر نکل کھڑا ہوتا ہے۔یہ جانتے ہوئے کہ دریا کا ایک دوسرا کنارہ بھی ہے۔جس پر اس کے باپ دادا پار اتر گئے مگر وہ دریا کے درمیان ہی رہنا چاہتا ہے مگر ناؤ کو تو ایک دن پار اُترنا ہی ہے،وہ اپنی تدبیروں سے دریا میں ہی رہنا چاہتا ہے مگر وقت کی زوردار لہریں اس کے مدمقابل ہیں۔وہ اپنے توانا ارادوں اور عزم سے جو فطرت نے اُسے ودیعت کیے ہیں،زندگی کی ناؤ کھیتا رہتا ہے پھر اس کے ارادے اس کا عزم جہدِ مسلسل کے نتیجے میں اُس کا جسم کمزور پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔وہ جو دریا کے درمیان سے کسی صورت میں نہ ہٹنا چاہتا تھا،نہ چاہتے ہوئے بھی زوردار لہروں کے مقابل ناؤ کو دوسرے کنارے کی طرف آہستہ آہستہ سرکنے سے نہیں روک پاتا۔انجام جانتے ہوئے تدبیریں کرتا ہوا انجانے میں دوسرے کنارے کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔زندگی کے دھارے اور دریا کے بھنور کی طاقت میں کوئی فرق نہیں آتا جب وہ بچہ تھا تب بھی روزانہ صبح ہوتی تھی اور شام ہو جاتی تھی،مگر وہ اُس شب و روز گزرتی زندگی کا مطلب اور مفہوم نہ سمجھتا تھا پھر جوانی کی ضروری اور غیر ضروری مصروفیات میں بھی اسے دن اور رات کی آمد اور ان تبدیلیوں کا کوئی احساس نہ ہوا، جب ناؤ نے دوسرے کنارے کی طرف سرکنا شروع کیا تو سمجھ آئی کہ دن اور رات کیا ہیں اور ہر طلوع ہونے والا سورج کیوں غروب ہوتا ہے،دن کے بعد پھر رات کیوں آتی ہے کیونکہ اسی میں تو عقل والوں کے لئے نشانیاں پوشیدہ کر دی گئی ہیں۔اُسے دوپہر ڈھلنے کے بعد ہی احساس ہوتا ہے کہ اب زندگی کا سورج غروب کی طرف بڑھ رہا ہے اور زندگی کی ناؤ از خود دوسرے کنارے کی طرف گامزن

Marfat.com

ہے۔ جو کبھی بھی کسی بھی وقت پار اُتر جائے گی اور وہ اپنا سارا سامان جو اس نے اپنی تدبیروں سے اکٹھا کیا چھوڑ کر خالی ہاتھ دوسرے کنارے پر اُتر جائے گا۔

وہ سارا سامان جو اُس نے فتوحات کے طور پر دریا سے اکٹھا کیا کشتی میں دھرا رہ گیا۔ اور وہ کشتی کسی اور مسافر کے لئے خالی کر کے چلا گیا۔ اس سامان سمیت جس کے لئے نہ جانے اس نے کتنے دوسرے لوگوں کا حق مارا کتنے لوگوں کے منہ کا نوالا چھینا، کیا کیا حیلے بہانے کیے اور جھوٹ سچ کے تانے بانے بُنتا رہا۔ وہ یہ سامان اُس پار نہیں اتار سکتا۔ کیونکہ اُس پار اس سامان کی کوئی قدر و قیمت ہے نہ ہی استعمال۔ اس لیے جو سامان اس کے کام کا نہیں اسے وہ کیوں اُٹھاتا پھرے۔ یہ سامان تو صرف دریا میں ہی اس کے کام کا تھا۔ جب وہ خود دریا کے اندر نہیں رہا تو دریا کے اندر استعمال ہونے والی تمام چیزیں اُس کے کس کام کی ہیں۔ وہ جیسا خالی ہاتھ اس کنارے پر تھا زندگی کے دریا میں داخل ہوتے وقت اُسی طرح دوسرے پار خالی ہاتھ اُتر گیا۔ دریا کو اُسی حالت میں بہتا ہوا چلتا ہوا اٹھکیلیاں کرتا ہوا چھوڑ کر کبھی نہ لوٹ آنے کے لئے، کیونکہ اُس پار سے اِس پار ایک ہی دفعہ دریا کو عبور کرنا ہے۔ اپنی تمام تر تدبیروں کے ساتھ اپنی تمام تر طاقتوں اور توانائیوں کے ساتھ اِس سفر کو ختم کرنا ہے نہ چاہتے ہوئے، نہ جانتے ہوئے کہ اُس پار کیا ہے۔ پہلے جانے والوں نے نہ کبھی لوٹ کر دیکھا نہ کبھی واپس دریا میں اُترے۔

زندگی کے اُس پار موت کے ایک ایسے سفر پر چلے گئے جس کا راستہ جس کی منزلیں جس کا انجام کسی کو معلوم نہیں اور نہ ہی کسی نے واپس آ کر بتایا۔ اگر علم ہے تو صرف اسی قدر کہ دریائے زندگی میں گزرے ہوئے ہر پل ہر لمحہ کی ایک وڈیو تیار ہو رہی تھی جو اُس پار اُترنے پر C.D کی صورت تھما دی جائے گی۔ جس میں ہر پل ہر لمحہ محفوظ ہے۔ جس کی تصدیق کے لئے کسی شہادت کسی گواہ کی ضرورت نہیں۔ C.D خود ہی گواہی اور خود ہی

Marfat.com

ثبوت ہے اور یوم الدین کا مالک جو جملہ مخلوقات کا واحد، اکیلا اور تنہا بے نیاز جج ہے اُس دن کا جو اُس نے از خود مقرر کر رکھا ہے وہ ہی جانتا ہے کہ وہ دن کب آئے گا جب وہ خود عدم سے ظاہر ہو کر مقررہ جگہ عدل وانصاف کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر جملہ مخلوقات میں انصاف فرمائے گا۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ رب ذوالجلال والاکرام انصاف کرنے کے لئے عدل کی کرسی پر فروکش ہوگا تو ندا کی جائے گی آج کسی سے بے انصافی نہیں ہوگی، سب کو انصاف دیا جائے گا۔ ظالموں کو بھی اور مظلوموں کو بھی، طاقتوروں کو بھی اور کمزوروں کو بھی، کالوں کو بھی اور گوروں کو بھی، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی، بادشاہوں کو بھی اور غلاموں کو بھی۔ امیروں کو بھی اور غریبوں کو بھی، سب کو انصاف ملے گا کیونکہ وہ رب ذوالجلال والاکرام سب سے بڑا عادل ہے۔ وہ ہی سب سے بڑا منصف ہے اور صرف وہ ہی سب سے بڑا انصاف پرور اور سب سے بڑا جج ہے۔ جس کے سامنے ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر برائی اپنا وزن اور شمار بتائے گی اور انسان اپنے اعمال نامہ کی کیسٹ اپنے دائیں یا بائیں (بائیں سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین) ہاتھ میں پکڑے گردنیں جھکائے خوف اور شرمندگی کے پسینے میں غرق خدائے عزوجل کے حضور حیران پریشان کھڑا اس سوچ میں غرق کہ آخر وہ دن آپہنچا جس کا رب حیی وقیوم نے وعدہ فرمایا تھا، جس پر اُس نے کبھی غور ہی نہ کیا، جس کی بابت اُس نے کبھی سوچا ہی نہیں یقین ہی نہیں کیا حالانکہ اس دن کو یاد کرانے کے لئے اس سمیع وبصیر رب نے اُس کے پاس بہترین لوگوں کا انتخاب کر کے اُن رسولوں کے ذریعے ہدایت کے پیغام بھجوائے اور یہ کہ انصاف کے دن کی تیاری اور جوابدہی پر ایمان لانے کی خبر دی۔ مگر لوگوں نے اُسے رب کا پیغام نہ سمجھا۔ اگر اسے رب کا پیغام مانتے تو اس دن کے لئے تیاری ضرور کرتے۔ اگر کسی کو یقین ہو کہ زندگی دارالعمل اور امتحان گاہ ہے تو اُسے تعمیل احکامات کی کوشش تو بہر صورت کرنا ہی پڑتی ہے، جو شخص یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ امتحان سے گزر رہا

Marfat.com

ہے۔اس میں محنت اور کوشش نہیں کرتا اور جوابدہی کو بھول جاتا ہے۔تو پھر اعمال نامہ ملنے پر شرمندگی اور ندامت کے سوا اُس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔اور وہ اسی خوف میں ڈوب ڈوب جاتا ہے کہ وہ بازی ہار گیا۔وہ دوسروں کے سامنے خوار ہو گیا اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔افسوس صد ہا افسوس! مگر عمل کا وقت تو کب کا گزر چکا۔اب تو وہ شرمندگی اور افسوس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔اُس کے پاس تلافی کا بھی کوئی موقع نہ ہے۔اب وہ صرف اور صرف عادل جج کے رحم و کرم اور فضل پر ہے۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انصاف کی صورت میں صرف سزا ہی اس کا مقدر ہے۔

ع

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جے منہ کالے

سزا سے وہ بچنا چاہتا ہے۔مگر یہ سب اُس کے اختیار سے باہر ہے۔اسے زندگی میں موقع اور اختیار دیا گیا مگر وہ اس موقع اور اختیار سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا۔اور خود ہی اپنے جرائم کی پاداش میں جواب دہ ہو گیا۔وہ رحم کی بھیک لئے بار بار نظریں اٹھاتا ہے۔مگر رب ذوالجلال کے جلوؤں کی جو آج اس کی آنکھ کے سامنے ہیں جلالت برداشت نہ کر سکتا ہے۔اور بار بار پریشانی میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔کسی ہمدم کسی دوست کسی غمگسار کی تلاش میں مگر آج کوئی اس کا ہمدرد، ہمدم، رشتہ دار، بھائی، بہن، بیٹا اور ماں باپ نہ ہے۔آج ہر کوئی اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہے۔سب اُسی کیفیت میں ہیں، کوئی اس کا حال نہ پوچھتا ہے۔زندگی بھر اس کے ساتھ رہنے والے نہ اُس کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ہی اُس سے بات کرتے ہیں۔سب اپنی اپنی جان بچانے کی فکر میں ہیں۔وہ جو زندگی بھر اس کے ساتھ رہے، وہ جو ایک لمحہ کو بھی اس کی تکلیف اور غم برداشت نہ کر سکتے تھے۔سب اپنے اپنے غم اور جواب دہی کے خوف میں مبتلا ہیں۔اپنی اپنی باری کے منتظر مگر کوئی جواب نہیں بن پڑ رہا۔

Marfat.com

کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی، نہ بادشاہوں کو نہ مفکروں کو نہ عالموں کو نہ ہی جاہلوں کو۔آج سب برابر کھڑے ہیں۔اور منتظر ہیں کسی ایسی ہستی کے جو آج رب ذوالجلال کے جلال سے شفیع المذنبین کی صورت انہیں اپنی پناہ میں لے۔اُن کی طرف سے وکیل اور شافع ہو جائے۔ اوراس عظیم عادل کے روبرواُن کی شفاعت کرے۔اُس سزا سے انہیں بچائے جو اپنے عملوں کی صورت اُنہوں نے خود ہی تیار کر رکھی ہے۔آج یوم الدین کے مالک کے سامنے اُن کی سفارش کر کے رحم کی اپیل کرے کیونکہ وہ مالک تو صرف رحم کی اپیل کی شفاعت ہی سنتا ہے۔اُس کے سامنے تمام دلائل ہیچ ہیں کیونکہ اسی نے تو اس عقل ناعاقبت اندیش کو تخلیق کیا جو سو بھیس بدل کر عیاری کا روپ دھارتی اور مکر و فریب اور دجل کا جال بچھاتی ہے۔ جس میں شکاری خود ہی شکار بن کر پھنس جاتا ہے۔آج شکاری خود ہی اپنی دلیلوں کے گورکھ دھندے میں پھنس گیا۔اور کوئی اُسے اُس گورکھ دھندے سے نجات نہیں دلا سکتا۔مگر صرف وہ جسے مالک خود اپنی مرضی سے اس بات کی اجازت دے۔کیونکہ وہ خود ہی اکیلا واحد اور تنہا ازل سے ابد تک ہر چیز کا مالک، خالق، اور مختارِ کُل ہے۔اپنے اختیارات میں سے جسے چاہے جو اختیار چاہے عطا فرمائے۔

اس مالک کُل ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' نے آج وقت کی رفتار کو روک دیا ہے۔لمحے ساکت کر دیئے ہیں اس وقت تک جب تک اس کی مرضی ہوگی جب تک وہ چاہے گا، کوئی آواز، کوئی سماعت اور کوئی حرکت عمل پذیر نہ ہو سکتی ہے۔انسانوں کا انبوہِ کثیر گردنوں تک پسینے میں شرابور انبیائے کرام کے حضور حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرے گا مگر کوئی رسول، کوئی پیامبر رب ذوالجلال کے روبرو کسی اُمتی کی شفاعت کا دم نہیں بھرے گا۔حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کا سفر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرارِ شفاعت پر ختم ہوگا۔اللہ پاک اپنے محبوب کی آمد کا منتظر ہے جس کو اس نے

Marfat.com

سب سے پہلے اپنے نور سے جدا کیا پھر اُس کے نور سے تخلیق کائنات فرمائی۔ وہ بے نیاز ذات اقدس مجرموں کی شفاعت کے لئے اپنے محبوب کو روزِ ازل سے منتخب کر چکی ہے۔ جو ان وحشت زدہ مایوس انسانوں کا وکیل بن کر اُن کے کردہ گناہوں کا بوجھ اُتارے اور ان کا شافع بن کر آئے اور میرے رحم اور کرم کی اُمید کئے ہوئے گناہ گاروں کی اُمید اور آس بنے۔ اُس تمام پروگرام کا جو اُس کارساز نے خود مرتب کیا ہے خود ہی اجازت دے گا۔ کیونکہ اس کے پروگرام میں عادل کے انصاف کے ساتھ ساتھ رحمان، رحیم اور کریم ہونے کے ناطے بخشش بھی شامل ہے۔ ایک پُرنور چہرہ اور پُرسکون انداز آنکھیں اس اُمید پر ادب و احترام سے جھکی ہوئیں کہ خالق اپنی احسن ترین تخلیق کو دیکھے اور پیار اور فرحت سے جھوم جائے کہ میرے نور کا وہ حصہ جو میں نے خود سے جدا کیا تھا کس قدر خوبصورت کس قدر دلربا اور کس قدر حسین و جمیل ہے (خالق خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے) اُس کے حضور پیش ہونے آرہا ہے۔ کیونکہ اپنی ہر چیز سب سے زیادہ پیاری اور خوبصورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ خالق نے ماں کی صورت میں دنیا میں ایک نمونہ پیدا کیا کہ وہ اُس کے حکم سے تخلیق کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ تو اگر ایک ماں اپنی تخلیق سے اس قدر پیار کرتی ہے تو جو ستر ماؤں کا پیار اپنے اندر چھپائے بیٹھا ہو۔ اُسے اپنی مخلوق اپنی تخلیق سے کس قدر پیار ہوگا۔

تو محبوبِ دلربا ہی انسانی حلیے میں وہ نوری تخلیق ہے جسے اُس کے رب نے مقامِ محمود و شفاعت و فضیلت عطا فرما کر اُس کی کرسی اپنی دائیں طرف بچھوائی اور اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ وہ خود اور اس کے فرشتے صدیوں تک اپنے محبوب پر اپنے انوار کی بارش کرتے ہوئے درود و سلام بھیجتے رہے ہیں، جن میں اُس کا محبوب شرابور کیا گیا۔ بارہا ہدایت کی جاتی رہی کہ! اے ایمان والو اللہ اور اُس کے فرشتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں تم بھی ویسا ہی کرو جیسا تمہارا خالق کر رہا ہے تم بھی میرے محبوب پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کرو کہ وہ

Marfat.com

کام کرنے سے جو خالق کر رہا ہے، مخلوق سنت الٰہیہ کے صدقے سیدھی راہ پائے گی اور اپنی منزل پالے گی۔ تو مخلوقِ خداوند رحمان نے اپنی منزل پالی اور اُن کا نجات دہندہ اُن کا شافع آ گیا۔ کسی طرف نظر اُٹھائے بغیر اپنے خالق کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا، سجدہ جو مخلوق کا خالق کے لیے یہ سب سے بڑا نذرانہ ہے، اپنے تذلل اور اسکی بڑائی کی سب سے بڑی صداقت ہے۔ جو امانت کے طور پر اس کی پیشانی میں ودیعت کی گئی تا کہ جب بھی مخلوق کو خالق کی یکتائی، وحدانیت، مِلک اور قدرت کا ثبوت فراہم کرنا ہو تو اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائے۔ اور اپنی بے بسی، بے کسی عاجزی اور ناقص ہونے کا اظہار کر دے۔ مالک کا جی چاہے تو اِس سجدہ دلبری کو شرف قبولیت بخشے اور اذن دے کہ اس کے سامنے زبان کھولی جائے اور اس سے مانگا جائے۔ کیونکہ صرف مالک کو ہی اختیار ہے کہ وہ اپنی مِلک میں سے کسی کو کچھ دے یا نہ دے مخلوق کا زبان، جذبوں، عقیدتوں اور رقتوں سے مانگنا بھی اُسے پسند ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق اُس سے اُس کی محبت، اُس کے درد، اُس کے عشق میں سے کچھ مانگے، مگر ہم مانگتے بھی ہیں تو کیا مانگتے ہیں۔ دنیا جسے وہ ذات پاک مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتی۔ جسے اس نے کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہ بنایا ہے۔ اسی کھیل تماشے سے نکل کر اُس کا محبوب رات کی تاریکی اور دن کی تنہائی میں صرف اور صرف اسے ہی یاد کرتا رہا، اُسی کی مدد اور نصرت طلب کرتا رہا۔ اُسی کی اور صرف اُسی کی طرف متوجہ رہا۔ اور صرف اُسی سے رجوع لاتا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔ جس محبوب نے اپنی عمر عزیز صرف اپنی اُمت کی فکر اور اپنے رب کی رضا میں گزاری۔ آج اُس کے سامنے سجدہ ریز ہے وقت ساکت کر دیا گیا۔ پچاس ہزار سال گزر گئے وعدے پر اذن کا وقت آ گیا۔ حکم ہوا اب بس کرو میرے محبوب مزید تصدیق درکار نہ ہے۔ اُٹھو اور مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو۔ محبوب اپنی آنکھیں وا کر کے اپنے رب اپنے خالق کا جلوۂ ضیاء بار

Marfat.com

دیکھتے ہوئے بصد نیاز سجدہ ریزیاں کر رہا ہے۔ اور خالق خوش ہے۔ اپنے بندے پر جس نے حق بندگی ادا کر دیا صرف اُس کے فضل و کرم اور رحمت پر اُمیدؔ رکھتے ہوئے اور اپنے عمل سے اس کا شکر گزار بندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ اپنے قیام و وجود سے اپنے حسن اخلاق سے ہمہ وقت اپنے خالق سے رجوع لانے سے، جو سب اُسی خالق کا دیا ہوا تھا۔ منتخب بندے نے اپنے رب کو ذکر، فکر، شکر اور صبر سے راضی کر لیا۔ اُس دولت سے جو ایمان، یقین اور اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے اور اپنی پیشانی کے ساتھ اپنا دل بھی اس کے سامنے جھکانے پر اس صدق کے ساتھ کہ صرف وہ ہی خالق اور مالک ہے۔ اور وہ اس کی مملوک ہے۔ بندۂ یکتا نے اپنے خالق کا مکمل پیغام قرآن، حدیث اور اپنی سنت کی صورت جملہ مخلوقات تک بطریق احسن پہنچا دیا۔

مالک نے اپنے بندہ پر خلق کے کمالات کی انتہا کر دی اور کارزارِ حیات کو اُسے تخلیق کر کے سرفراز فرما دیا۔ گروہِ جن و انس کے چہرے کھل اُٹھے، دہشت اور پریشانیوں میں کمی نظر آنا شروع ہوگئی۔ خوف اور شرمندگی کے پسینوں میں گردنوں تک ڈوبے ہوئے انسانوں کی پُر مژدگی کم ہونا شروع ہوگئی۔ اور خوف اور گھبراہٹ کی علامتیں آہستہ آہستہ چہروں سے معدوم ہونا شروع ہوئیں، لوگوں نے ایک دوسرے کو پہچاننا شروع کر دیا اور ماں نے اپنی اولاد کی طرف دیکھا کہ آج اُنہیں دربار عالیہ میں اُسکے نام سے پکارا جائے گا۔ آج باپ کے نام سے کسی کو آواز نہ دی جائے گی۔ آج اُن کے حقوق اور مقام کی بھی پہچان کروائی جائے گی اور آج اُنہیں اُن کا اصل مقام دیا جائے گا۔ آج اولاد کی طرف سے دی گئی تکلیفوں اور خوشیوں کا حساب لیا جائے گا۔ آج خالق کے حکم سے کی گئی تخلیق اولاد کو خالق کا اُن کی بابت حکم نہ ماننے پر اُسے سزا اور جزا ہوگی، جو ماں نے بطور مخلوق تخلیق کے عمل کو سرانجام دیا اور تخلیق کردہ مخلوق یعنی اولاد نے نہ اُس کا حکم مانا نہ ادب و تکریم دی جس کا خالق

Marfat.com

کائنات نے حکم دیا تھا۔

ناخلف اور بے ادب اولاد کانپ جائے گی کہ وعید پوری ہوئی اور جنت اپنے عمل سے ضائع کرنے کی تصدیق نظر آنے لگی۔ جو رب نے اپنی اِس تخلیق کے قدموں تلے رکھ کر اُسے تخلیق کا حکم دے کر دنیا میں بھیجا تھا۔ مگر انسان تو نام ہے بھولنے والے کا وہ اپنے رب اپنے مالک اور اُس کے احکامات کو اپنی جوانی میں اپنی دولت مندی میں، اپنی خوشحالی میں، بھول جاتا ہے مگر جب گرداب میں پھنسے، جب مصیبت آجائے، جب نحیف ونزار اور لاغر ہو جائے کوئی کام خود نہ کر سکے اور زمانہ اُسے پیس کر رکھ دے تو پھر اُسے اپنے رب کی اپنے اللہ کی یاد آتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کمزور بچہ تھا، خود کچھ نہیں کر سکتا تھا تو ہر وقت ماں سے چمٹا رہتا تھا مگر جب خود پرواز کرنے لگتا ہے تو اُس خالق کو اور اُس ماں کو جس نے اُسے بصد تکلیف جنم دیا کو بھول جاتا ہے، سمجھتا ہے کہ وہ کبھی اپنی ماں کا مرہون نہ تھا اور شروع ہی سے اسی طرح تندرست وتوانا اور اپنے کام خود کرنے والا تھا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جو خون اس کی رگوں میں جوش سے اُبل اُبل پڑ رہا ہے وہ اسی ماں کا خون اور دودھ کا بدلا ہوا رنگ ہے، جو ماں نے قطرہ قطرہ اُس کے حلق میں ٹپکایا، جس نے پیدائش سے قبل اس کی رگوں میں قطرہ قطرہ خون اُتار دیا مگر وہ انسان ہے ناجونسیان سے نکل کر بھولتا ہوا انسان بن گیا اور ماں کا حکم، رب کا حکم سب کچھ بھول گیا۔ مگر آج اسے رب عظیم سب کچھ یاد کروا دے گا۔

وہ تمام حکم جن کا وعدہ اُس سے اُس کی روح کی تخلیق کے وقت لیا گیا، جس کی تاکید کے لئے اُس کے پاس اُس کے رب کا کلام اور اُس کے پیامبر آئے، کلامِ ربی، اپنی سنتیں اور حدیث اُن میں چھوڑ کر چلے گئے اس ہدایت کے ساتھ کہ کلامِ ربی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ اس کو سمجھنا اور اس میں دیئے گئے احکامات کی تعمیل کرنا کیونکہ اسی میں تمہاری

Marfat.com

بھلائی ہے مگر اکثریت نے زندگی بھر نہ تو اس کلام کو پڑھا، نہ سمجھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا۔ روزگار اور غمِ روزگار کے ساتھ دنیا کی حشر سامانیوں سے فرصت ہی نہ ملی۔ اگر کبھی موقع ملا بھی تو اُسے طوطے کی طرح بغیر معنی جانے پڑھا۔ آج ایفائے عہد اور حساب کا دن ہے، اسی لئے یاد آرہا ہے کہ ہمیں دُنیا میں بھیجا گیا تو کچھ وعدے، کچھ حکم دیئے گئے تھے۔ مگر افسوس اب اس کا کیا فائدہ کہ اب تو دارالعمل سے نکل کر نتیجہ سننے کے انتظار میں ہیں۔ اور جس نے جو جو عمل کیا وہ تو کمپیوٹر فلاپی کی صورت میں اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں موجود ہے۔ مگر معدودے چند چمکتے ہوئے چہروں والے اور نور نگاہوں والے بھی شامل گروہ ہیں۔ یہ لوگ تو وہ ہیں جنہیں دنیا میں اکثر پریشان، غمگین، بے قرار ہی دیکھا جاتا رہا، وہ اپنے اعمال پر پریشان، اپنے رب سے کیے ہوئے وعدے کو اس کے عہد و پیمان اور احکام پر ناپتے تولتے رہے، انہیں اس کے معیار پر پورا نہ پا کر غمگین رہتے اور اس کی رحمت کی اُمید پر جیتے رہے کہ اُن کا خدا ان کے عملوں کے معیار کو نہیں ان عملوں کے پیچھے چھپی ہوئی نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ اُن کی نیت صاف تھی، لہٰذا وہ رب قدیر ضرور اُن کے اعمال جو اُن کی نظر میں نامکمل اور ٹوٹے پھوٹے تھے ضرور قبول کرے گا کہ وہ رب رحمان، رحیم اور کریم بے شمار جمالی صفات کا مظہر ہے۔

اللہ پاک جب چاہے، جو چاہے، جس طرح چاہے، جہاں چاہے کرے کہ وہ قادر مطلق ہے۔ وہی تو رب ہے وہی تو اللہ ہے۔ چاہے تو بہشت کے دروازے تک پہنچنے والے کو روک لے اور واپس کر دے، اور چاہے تو دوزخ تک پہنچے ہوئے کو روک کر جنت میں داخل کر دے۔ وہی تو قادر مطلق ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہ پاک ذات قادرِ مطلق نہ ہے، لیکن یہ سب وہ صرف اور صرف اپنی مرضی اور اپنی طرف سے دی گئی اجازت والے کی سفارش پر ہی کرے گا کیونکہ بغیر اجازت کسی کو اتنی جرأت اور جسارت نہ ہے کہ وہ اس کی

Marfat.com

سرکار میں دم مار سکے۔ سفارش وہی کریں گے جن کو اجازت ملے گی اور وہ اپنے محبوب سے کیا گیا وعدہ پورا کرے گا۔

بے شک وہ ہی وعدے پورے کرنے والا ہے اور گروہِ جن وانس بھی اُس کے محبوب کی شفاعت کے منتظر ہیں کیونکہ رب العالمین کے محبوب محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین اپنی اُمت سے بہت ہی پیار کرتے ہیں۔ اس کی مغفرت کے لئے ظاہری اور باطنی زندگی میں ہر وقت دست بدعا ہیں۔ اپنے رب کے حضور اپنی اُمت کی بخشش کے لیے آنسوؤں کے دُر بے بہار رہا ہے۔ اور اس کا رب اس سے بار بار امت کی بخشش کا وعدہ فرماتا ہے۔ اسے اپنے رب کے وعدے پر پورا یقین ہے۔ پھر بھی آنسو جاری ہیں۔ کہ وہ اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو محبوب اپنے رب سے صرف اپنی اُمت کی بخشش کی دعا کر رہا ہے، اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا، اس کی اُمت اسی کے دیئے ہوئے احکامات اس کی پیاری سنتوں سے بے خبر، اُن کی بھولی ہوئی اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کی ادائیگی بھی اسے بارگراں گزرتی ہے۔ غیر ضروری سرگرمیاں اُسے رب کے محبوب کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے دور ہی لئے جاتی ہیں۔ ہم سال کے بعد رمضان شریف کو ہی نفاذ اسلام کا مہینہ سمجھتے ہیں اور محافل نعت میں شرکت کو ہی باعث ثواب سمجھتے ہیں مگر دین کے ستون اور مومن کی معراج کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے ہیں کہ اس کے بغیر تو یوم الدین میں زبان ہی نہیں کھلے گی۔ کیونکہ: ع

اولین پُرسش نماز بود

اگر پہلا سوال ہی بغیر جواب کے رہا تو پھر کیا ہوگا شاید دوسرا سوال پوچھے بغیر ہی فیصلہ ہو جائے۔ اگر پہلے سوال کا کچھ جواب ہوگا تو دوسرے سوالوں کے جواب وہ خود ہی جاری

Marfat.com

فرمادے گا،خود نہ تو کوئی جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی سوال کے جواب کی جسارت کر سکے گا۔اپنی طرف سے نیک نیتی سے تیاری تو کرنا ضروری تھی، پاس کرنا فیل کرنا تو مالک کی مرضی ہے، حکم عدولی والے جزا کی اُمید رکھیں، تو پھر اُسے جہالت کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔اگر مالک چاہے تو رعایتاً رحم کرتے ہوئے معاف کردے۔بات تو اس کے رحم اور کرم پر ہی ختم ہوگی۔مگر اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں سزا ہوسکتی ہے۔اس لیے اُمید اور نا اُمیدی کے درمیان کے راستے کو ہی ایمان کا بہترین راستہ کہا گیا۔اعمال جو بھی ٹوٹے پھوٹے ہوسکے، ان کی مقبولیت کا اختیار بھی اُسی کے پاس ہے، نا اُمید کی بخشش کرنا بھی اُسی کے اختیار میں ہے۔شرط اللہ پاک کے دیئے ہوئے احکامات پر نیک نیتی سے عمل کی کوشش کرتے رہنا ہے حتیٰ کہ جسم اور روح کی مقررہ رفاقت کو ختم کردیا جائے۔امر ربی اپنے رب کے پاس واپس اور مٹی کو مٹی میں ملادیا جائے کہ وہ اسی کا حصہ تھی، اسی میں واپس ملادی گئی۔اس وقت تک کے لیے جب تک دوبارہ اُٹھنے کا حکم الٰہی صادر نہ فرمادیا جائے۔

ماضی کی دبیز تہیں لاشعور سے شعور کو پیچھے چھوڑ کر قلم نے اپنے رب کے حکم سے کیا کیا کاغذ پر اُتار دیا۔نہ میں نے چاہا نہ ارادہ کیا۔اللہ پاک نے چاہا اُسی نے ارادہ کیا اور میں تو صرف تعمیل کرتا گیا اُس کی جو وارد ہوتا گیا۔میں اس قابل بھی نہیں کہ قلم کو ایک دفعہ رکھنے کے بعد دوبارہ اُٹھا سکوں۔دیکھیں آج کیا ہوتا ہے۔کون سا باب کھولا جاتا ہے۔کسی کی تفصیلات ذرّہ ذرّہ، جزو در جزو بیان کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔لاشعور سے شعور کا رشتہ اس کا سرا تلاش کرنا ایک مشکل اور دشوار عمل ہے۔بچپن کی دھندلی دھندلی تصویریں بس میں کرنا اور چھپے ہوئے گوشوں سے کھینچ کر نکالنا بھی ہمارے بس میں نہیں ہے۔اگر ہم نکالنا چاہیں بھی تو سب دُھند ہو جائے اور یادوں کی تختی صاف ہو جائے۔اگر وہ سمیع و بصیر چاہے

Marfat.com

تو تصویریں صاف ہو جائیں اور اُن تصویروں میں موجود لوگ حرکت کرنے لگیں اور ان کی آواز اور گفتگو صاف سنی جائے ۔ برسہابرس قبل کی گئی گفتگو لفظ در لفظ ہمارے کانوں میں اپنا رس گھولے اور یوں معلوم ہو جیسے ابھی ابھی میری ماں نے مجھے اپنی گود سے نیچے اُتارا ہے۔ اس کے بدن کی ممتا بھری گرمی ابھی تک میرے بدن کو محسوس ہو رہی ہو اور میرا باپ شفیق، مہربان اپنی انگلی میرے ہاتھوں میں تھمائے، مجھے قدم قدم چلاتا خوشی سے دیکھتا ہوا میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ یہ سب ممکن ہے اگر وہ چاہے۔ جس نے یہ سب جذبے، سب پیار، ممتا اور محبت کی تخلیق کی ہے۔

بادلوں کی اوٹ سے چھپتے نکلتے سورج کی طرح یادیں، بچپن کی معصوم یادیں، پریوں کی طرح کبھی سیاہ بادلوں کے پیچھے چھپ جاتی ہیں اور سب اندھیرا اور کبھی بادلوں سے پار اُتر آتی ہیں۔ پہلے موہوم، مدہم پھر آہستہ آہستہ جوں جوں پاس چلی آتی ہیں صاف اور واضح اُبھرتی ہیں۔ لاشعور کے تہہ خانوں سے نکل کر شعور کے روشن خانوں میں اُبھرتی چھوٹی چھوٹی یادیں آسمانِ روح سے عقلی دماغ کے اُفق پر اُترتی ہوئی خوبصورت اور دلکش لگتی ہیں۔ لاشعور سے شعور کے راستے پر کبھی بجلی سی کوندتی ہے اندھیرا ایک لمحے کے لیے کافور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ روشنی کے آتے ہی اندھیرے کا بھاگنا ایک قدرتی اور فطری عمل ہے۔ ہر چیز ایک ساعت کے لیے چکا چوند ہو جاتی ہے، صاف نظر آتی ہے اور پھر لپکے کے ختم ہوتے ہی دوبارہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے اور روشنی کا لپکا کیونکہ نور کی ایک قسم ہے، اس کی ایک شاخ سے جب نور چمکتا ہے تو ہر چیز واضح اور صاف نظر آتی ہے، باہر کی چمک سے تو دنیا کی سب فانی چیزیں نظر آتی ہیں، اور اگر وہ چمکانے والا اندر چمکا دے تو بظاہر نظر آنے والی چیزوں کے علاوہ جو کھلی آنکھ سے نظر نہ آتی ہیں، سب نظر آتی ہیں۔ سب دکھادی جاتی ہیں۔

جس حد تک کسی کی قوت برداشت ہو اور جسے جتنا ظرف عطا کیا جاتا ہے، اس

Marfat.com

کے مطابق نور کا لپکا اسرار سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور اگر توفیق عطا ہو تو بار بار کے لپکے اسراروں کی حقیقت اُن کی ماہیت اور مخفی اسرار سے پردے اُٹھاتے جاتے ہیں اور پھر اس تیزی سے یہ عمل پے در پے ہوتا ہے کہ روشنی، مستقل نور کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جس میں رموز و اسرار سے پردے اُٹھا کر طریقت اور حقیقت سے روشناس کراتے ہوئے خداوند قدوس لحظہ بہ لحظہ، لمحہ بہ لمحہ مومن کو نئے جلووں، نئی کیفیات سے دوچار کر دیتا ہے۔ اپنے رب کا وہ دوست جس پر اس کے فضل اور کرم کی انتہا ہوتی ہے وہ باہر کی ظاہری دنیا سے لاتعلق، بے پرواہ، صرف اپنے اندر اسرار و رموز کی دنیا میں کھو جاتا ہے جو رب نے اس کے اور اس جیسے دوسرے دوستوں کے لیے سجا رکھی ہے۔ وہ بظاہر تو دنیا میں کھاتا پیتا ہے، زندگی کے فرائض سرانجام دیتا ہے، مگر اس کی روحانی بیداری کے سبب اُس کا دل و دماغ اسے ہر لمحہ نئے اسرار کے پردے اٹھنے کی طرف محور کھتے ہیں۔ وہ سالہا سال تک دنیا کے لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں وہ ان کی طرف متوجہ ہے مگر وہ تو دراصل اپنے رب سے باتیں کرتا ہے۔ اپنے رب سے جو اسے کائنات کے تمام جلووں میں نظر آتا ہے۔ اور انسان بھی تو کائنات کے شاہکاروں میں شامل ہے۔ اشرف المخلوقات، خلیفہ، محبوب دوست سب ہی کچھ تو ہے پھر ''کُل روحُ امرِ ربّی'' بھی تو رب ہی کا امر ہے۔ اس کے نور کا ایک حصہ جو اس کا امر، ایک پھونک، جو مٹی میں داخل کر کے مردہ مٹی کو زندوں میں شامل کرتا ہے کہ یہ چلتی پھرتی مٹی بھی دراصل مردہ مٹی ہے مگر امر ربی، حکم ربی نے اس مردہ مٹی کو زندہ کر دیا اور وہ اس وقت تک حرکت میں، زندگی میں رہی جب تک اس کے ساتھ اسکے رب کا امر اور حکم رہا۔ روح کا آسمانی، نوری پرندہ خاک کے پنجرے میں بے تاب اور ہر دم اضطراب کی کیفیت میں ہی رہا۔ اس وقت تک جو اس کی واپسی کے لئے رب نے اس کے لئے مقرر فرما دیا۔ وہ اپنے اصل وطن، اپنی اصل حقیقت کی طرف واپسی کے لئے بے قرار رہا۔ مگر کچھ نہ کر

Marfat.com

سکا کیونکہ وہ تو پابند ہے، واپس بلاوے کے وقت کا کیونکہ جو آسودگی وہ اپنے وطن، اپنی اصل کے پاس واپس لوٹ کر حاصل کرسکتا ہے، وہ اس پردیس میں مٹی کے پنجرے میں قید کی صورت میں تو حاصل نہیں ہوتی۔

اس فانی دنیا میں تمام مخلوقات اور جتنے بھی انسان آئے فنا ہو گئے کوئی اپنی جسمانی حالت میں ایک مخصوص مقررہ وقت سے ایک لمحہ بھی زیادہ یہاں نہیں گزار سکا اور روح کیونکہ ربّ لافانی اور لازوال کا امر ہے اس لیے وہ امر بھی لافانی اور لازوال ہے، موت تو صرف جسم کے لئے ہے۔ روح تو جب سے تخلیق کی گئی اس وقت سے ہزاروں لاکھوں سال تک دنیا میں آنے کی منتظر رہی اور جب مقررہ وقت پر آگئی تو پھر لاکھوں سال اپنے اصل مسکن میں گزارنے کے بعد اس کا اس دنیا میں کہاں جی لگتا ہے۔ وہ کب یہاں پر مستقل بسیرا کرنا چاہتی ہے۔ وہ تو واپسی کی منتظرا اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتی ہے۔ جب حکم ہو جاتا ہے تو وہ روحیں جنہوں نے قیدِ زندگی کی حالت میں بھی اپنے اصل مسکن، اپنے اَمر کرنے والے رب کو یاد رکھا وہ تو واپسی کے لیے خوش اور راضی ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ مٹی کے پنجرے میں بھی اپنے خالق، اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہی ہیں، انہوں نے اپنے رب کی رضا کے علاوہ کچھ چاہا ہی نہیں اور انہیں ہی اُن کا رب کہہ رہا ہے کہ اپنے رب کی رضا میں راضی رہنے والی روح اپنے رب کے حکم سے نکل آ اور اس کی بنائی جنت میں داخل ہو جا۔ جبکہ وہ روحیں جو اپنے اصل کو بھول گئیں اور مٹی کے پنجرے اور دنیا سے دوستی کرلی اور خیال کیا کہ شائد اب یہیں رہنا ہے وہ واپسی کے لیے تیار نہ ہوتی ہیں۔ بادلِ نخواستہ حکم پر عمل ہر صورت کرنا ہی پڑتا ہے اور واپسی کی راہ بھی اختیار کرنا ہی پڑتی ہے، مگر نہ چاہتے ہوئے جسم سے اس طرح نکلیں گی جس طرح بیری کے کانٹوں پر گیلا کپڑا ڈال کر اُسے کھینچا جاتا ہے۔ تو بیری کے کانٹے اُس گیلے کپڑے میں پھنس جاتے ہیں اور کپڑا اُن

Marfat.com

کانٹوں میں اُلجھ جاتا ہے، یہ کانٹے تو زندگی سے محبتیں اس کی دنیاوی آسائشیں ہیں جو اس روح کی دوست بن چکی ہیں اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتی اور نہ وہ روح، وہ کپڑا اُن سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے۔ جمع شدہ مال، اولاد اور دُنیا کی زیبائش جسے رب نے آزمائش قرار دیا وہ اُس میں کھوئے رہے اور یوم الدین کو بھلا بیٹھے لیکن اللہ جل شانہٗ کے دعوے تو سچے ہیں۔

جب دنیا کی ضروریات جن کو صرف ضروریات تک ہی محدود رکھنا چاہیے کسی انسان کی خواہش بن جائیں تو وہ دنیادار ٹھہرا وہ جس کے دل میں دنیا رہتی ہے نہ کہ وہ جو دنیا میں رہتا ہے تو پھر وہ کیونکر بخوشی دنیا چھوڑنے کے لیے تیار ہوگا وہ تو اپنی گاڑیوں، بینک اکاؤنٹس، جائیدادوں کے بارے میں سوچتا ہے کہ اس کے بعد ان سب کا کیا بنے گا کون ان کا مالک ہوگا۔ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا تو ایک سرائے ہے، ایک مسافر خانہ ہے جس میں بے شمار لوگ آئے اپنا وقت گزارا اور جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے اُسی طرح چلے گئے۔ آج تک دنیا کا کوئی شخص کوئی دنیاوی چیز اپنے ساتھ لے کر اس دنیا سے نہ گیا۔ سوائے اپنے اعمال کے، پھر بھی زور و شور سے محلات کی تعمیر، سونے چاندی، روپے پیسے کو جمع کر کے اپنی ملکیت بنانے کا شوق دوسروں کو دھوکہ دے کر اُن کا حق مار کر زبردستی چھین کر ان چیزوں پر قبضہ کرنے کا عمل بدستور جاری ہے۔ انسان اتنا بے وقوف تو نہیں کہ وہ ہر روز اپنے کسی دوست، کسی عزیز کو اپنے سامنے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتارتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جانے والا اپنے ساتھ دنیا کی کوئی چیز نہیں لے کر گیا۔ سب وارثوں کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ مگر وہ انسان اپنے اُسی دوست، عزیز کی پیروی میں دنیا کے مال و دولت کے لیے دوسروں سے جھگڑا شروع کر دیتا ہے۔ دوسروں کا حق غصب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کیا اُسے دو چار دن کے لیے بھی اس بات کا یقین نہیں آتا کہ اُسے بھی تو مرنا ہے۔ سب کچھ چھوڑ دینا ہے۔ اِسی کا نام انسان ہے بھولنے والا، جو نسیان میں مبتلا ہے۔ باوجود کھلی اور

Marfat.com

روشن آسمانی ہدایات اور خدائی پیامبروں کی زندگیوں پر مبنی اُن کی احادیث اور سنتوں کا علم ہونے کے، شیطان کے بچھائے دنیاوی جال میں پھنس جاتا ہے اور نسیان کی صورت انسان ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

میرے ناقص خیال میں ہم زبان سے جو بھی گفتگو کرتے ہیں وہ صرف زبان تک ہی محدود ہے اور دل سے ہم اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتے کہ ہمیں بھی تو مرنا ہے، اگر ہم زبان کے ساتھ ساتھ دل سے اس بات کو مان لیں کہ جس طرح کل ہمارے دادا، ماں باپ اور بھائی بہن چلے گئے۔ہم نے بھی اُسی طرح خالی ہاتھ چلے جانا ہے تو صدق دل سے آتے ہی ہمیں مومن ہونے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگے گا اور ایمان والوں کی تمام کیفیات ہم میں جمع ہو جائیں گی۔ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام نہیں ہے۔تصدیق بالقلب اسی لیے ضروری قرار دیا گیا کہ جب قلب تصدیق کر دے گا تو پھر محلات کی تعمیر، سیم وزر کے انبار لگانا اور معاشرے میں دوسرے انسانوں کے حقوق کو غصب کرنا، اپنے ہمسایوں کا خیال نہ رکھنا، خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اور کوئی زائد از ضرورت چیز جمع نہ کرنے کے، مالک یوم الدین کے دینی و دُنیاوی احکامات سے سرتابی کی جرأت نہ کرے گا کیونکہ صرف اُس کا دل گواہی دے تو وہ مانے کہ اِس پچاس ساٹھ یا ستر سال کی فانی زندگی کو اپنی مرضی سے گزار کر آئندہ طویل زندگی اور یوم حساب پر کیوں اپنے رب کو، اپنے خالق کو ناراض کرے، اور 60/70 سال کی خوشی کے لئے 70/60 ہزار یا 70/60 لاکھ سالُ یا نہ جانے کب تک سزا بھگتی جائے۔ کیا کوئی ذی شعور، صاحب عقل، صاحب بصارت و بصیرت شخص ایسا فیصلہ کر سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ کیونکہ جس طرح روزانہ سورج روشن ہوتا ہے اور اپنے ان دیکھے رب کی دکھائی دینے والی دلیل بن کر اُبھرتا ہے۔اسی طرح ہر شخص کو یقین ہے کہ رب نے جو وعدے آخرت کے لئے کیے ہیں وہ ہر صورت ضرور پورے کرے گا۔

Marfat.com

اس نے تو زندگی سے قبل روحوں سے کیے گئے وعدے پورے کر دیئے۔ اور ''الست بربکم'' کے جواب میں وہاں لبیک کہنے والی روحوں کو یہاں بھی ''لبیك اللھم لبیك'' کی توفیق دی۔ اگر جسموں اور روحوں کی مرضی پر ہوتا تو ہر مسلمان جو اللہ وحدہٗ اور نبی آخرالزماں ﷺ پر ایمان لایا وہ اُس کے گھر ضرور حاضر ہونا چاہتا ہے۔ مگر جو وہاں پر رہ گئے وہ یہاں پر بھی رہ گئے۔ امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہ ہے۔ چاہنے اور نہ چاہنے کا کوئی فرق نہ ہے۔ صرف اُس کا امر اُس کی دی ہوئی توفیق ہے۔ اور وعدہ پورا کرنا ہے۔ جو وہاں پر روحوں سے اُن کی تخلیق کے وقت کیا گیا تھا۔ وہی ربّ آحد موت کا بھی وعدہ پورا کرتا ہے۔ اگر یہاں تک درست ہے تو پھر موت کے بعد کیے گئے وعدے بھی یقیناً پورے کیے جائیں گے۔ جس طرح زندگی سے قبل اور زندگی کے بعد موت کا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اگر قلب یقین کرے کہ وعدہ ضرور پورا ہوگا تو پھر سارے مسائل جن کا ہم آج شکار ہیں ختم ہو جائیں۔ اور دنیا ایمان والوں کیلئے امن کا گہوارہ بن جائے اور قباحتوں کا یقینی خاتمہ ہو جائے کیونکہ دین اور احکاماتِ دین سے دوری ہی ملت اسلامیہ کے زوال کا اصل سبب اور وجہ ہے۔

ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے قلبی تصدیق کا کہ دین کو سمجھ کر قرآن کو ہدایت کا منبع اور حضور ﷺ کو اُس کی عملی تصویر سمجھ کر آپ کے اقوال وافعال پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ اگر کوئی ہے تو وہ یقیناً شیطانی راستہ ہے۔ دجل اور فریب کا جملہ پابندیوں سے آزاد جہاں جہاں جواب دہی کا کوئی خطرہ نہیں کوئی باز پُرس، کوئی ہدایت نہ ڈرا سکتی ہے اور دُنیا سے جو غلاظت کا ڈھیر قرار دی گئی، اپنا اپنا گندگی کا حصہ وصول کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش جیسے ایک کتا کرتا ہے۔ مگر دنیا کی اہمیت اللہ عزوجل کے نزدیک تو مچھر کے پر سے بھی زیادہ نہ ہے۔ دنیا تو صرف ایک

Marfat.com

دھوکہ، ایک دجل، ایک فریب ہے۔ جو خواب کی صورت انسانوں کے امتحان کے لئے تیار کی گئی۔

دُنیا کو اصل صورت میں تو وہ لوگ ہی دیکھ سکتے ہیں جنہیں رب یہ توفیق دیتا ہے۔ اللہ کے دوست ہی اس کی اصل حقیقت سے واقف ہیں۔ اس کی صحیح صورت دیکھ سکتے ہیں۔ اسی لئے اس (دُنیا) سے نفرت کرتے ہیں۔ اس سے دل لگانے کی بجائے اپنے رب، اپنے خدا، اپنے اللہ سے ہی پیار محبت کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دُنیا ایک سراب ہے جس کے پیچھے لوگ دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں، اپنے خالق کو بھول کر اس کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ مگر سراب تو کبھی بھی کسی کے نصیب میں پانی یا حیات ابدی نہ لایا ہے۔ وہ تو صرف ایک دھوکہ ہے۔ اور سب یہ جانتے ہوئے بھی سراب کی چاہت میں اس کے پیچھے دوڑ دوڑ کر اس تک پہنچنے کی کوشش میں جان دے دیتے ہیں، مگر لا حاصل، جب حقیقت کھلتی ہے تو زندگی کی سانسیں ٹوٹ رہی ہوتی ہیں اور وہ اسی سراب کے کنارے گر کر اپنی جان خداوند ذوالجلال کے مرسلہ نمائندے کے سپرد کر دیتے ہیں۔ حسرت و یاس کی کیفیت میں کہ کاش یہ حقیقت اُن پر پہلے کھل جاتی مگر افسوس وقت کبھی نہیں رُکتا کسی کے لیے نہیں رُکتا۔ رُکتا ہے صرف اگر وقت کا خالق چاہے۔ رب ذوالجلال نے چاہا تو اپنے محبوب کے لئے وقت کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک اس کا محبوب تمام کائنات کو پیچھے چھوڑ کر اس کے روبرو پیش ہو کر مناجات کے صد ہا راز و نیاز کرنے، افلاک کی سیر کرنے، بے شمار وقت گزار کر واپس اپنے دنیاوی بیت المعمور میں واپس نہ پہنچ جائے، تب تک پانی کو حکم نہیں کہ وہ متعین کردہ حدود کو پار کرے اور بہنا بند کر دے، دروازے کی کنڈی کو حکم نہیں کہ وہ حرکت بند کر دے۔ جب تک محبوبِ دِلرُبا واپس فرش نہ ہو جائے۔ کوئی نہیں جانتا، سوائے محبوب اور مُحب کے کہ وقت کی رفتار کو کتنے عرصہ کے لئے ساکت کیا گیا۔ صرف وہ اور اس کا

Marfat.com

محبوب ہی جانتے ہیں۔ وہ انسان جو اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھے بیٹھا ہے، کیا اُس کی سمجھ میں اتنی سی بات بھی نہیں آتی کہ قرب تو اس کا تلاش کرنا چاہیے جو زمان و مکان کا مختار کُل اور مالک و خالق ہے۔ یاد تو اُسے کرنا چاہیے جو جہاں چاہے، جو چاہے کرنے کے اختیارات کا مالک ہے۔ حکم تو اسی کا ماننا چاہیے، جو بگاڑنے اور سنوارنے کے تمام اختیارات کا مالک ہے۔ جو کسی کو عزت دینا چاہے تو کوئی اسے روک نہ سکے چاہے ساری دنیا، ساری کائنات اسے ذلت دینا چاہے اور اگر وہ کسی کو ذلت دینا چاہے تو پھر بھی کوئی اسے نہ روک سکے چاہے ساری کائنات اسے عزت سے سرفراز کرنا چاہے۔ جب کسی کو زندگی دینا چاہے تو کوئی اسے موت نہ دے سکے، جب وہ کسی کو موت دینا چاہے تو سب تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں اور وہ سب تدبیروں کی موجودگی میں اسے موت دے دے۔

اگر ہم صرف معمول کی ان چند باتوں پر توجہ دیں تو راز پر راز کھلتا جائے کہ رب نے بے شک دن اور رات، زندگی و موت اور عزت و ذلت میں عقل والوں کے لئے نشانیاں رکھی ہیں۔ کائنات کی ہر چیز میں اس ربِ قدیر نے نشانیاں رکھی ہیں مگر صرف اُن کے لئے جو غور و فکر اور تدبر کرتے ہیں اُس کی ہی دی ہوئی توفیق سے اگر وہ چاہے تو معمولی سے واقعہ میں ایسا سبق پنہاں کر دے کہ انسان سب کچھ فراموش کر کے حقیقت کو پہچان لے اور اگر نہ چاہے تو عبرت آموز واقعات بھی اُس کی عقل دقیق پر کوئی نشان نہ چھوڑیں۔ وہ اپنے آپکو ہی عقلِ کل سمجھتے ہوئے اُنہیں چند ہی لمحوں میں بھول جائے۔ یہ صرف خدا کے چاہنے اور اس کی عطا کردہ توفیق سے ہی ممکن ہے۔ مگر احکامات کی تعمیل تو فرض کر دی گئی قرآن کریم میں تقریباً 766 بار نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی۔ کیا خدا کا ایک دفعہ حکم دے دینا کافی نہ تھا۔ مگر وہ اپنی بنائی ہوئی تخلیق کی کمزوریوں سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ بار بار کی تاکید کے بعد ہی اس سلسلہ میں باز پُرس کی جاسکے گی اور انسان جو نسیان کے

Marfat.com

مرض میں مبتلا ہے کو بار بار یاد دہانی کروانی ضروری ہے تاکہ احکامات کی عدم تعمیل پر کوئی حیلہ بہانہ اور دلیل باقی نہ رہے اور شیطان کو کھلا دشمن قرار دے کر اُس کے بہانے کے جواز کو بھی ختم کر دیا۔

ربِ ذوالجلال جو زندگی سے موت کو نکالتا ہے اور موت کو زندگی سے نکالتا ہے۔ بے شک تمام امور کا واحد مالک ہے اور کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ خود کسی کو اجازت عطا نہ کر دے جو وہ اپنی مرضی سے عطا کرتا ہے۔ جسے چاہے پسند کرے۔ جسے چاہے چُن لے، اُس میں کسی کے زُہد، کسی کی عبادت، کسی کی ریاضت کو کوئی عمل دخل نہ ہے۔ وہ تو پسند اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ کسی کے کہنے سننے پر نہیں۔ اور جسے اختیارات دیتا ہے اسے حوصلہ اور ظرف بھی عطا کرتا ہے۔ اپنے دیئے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنے کا کیونکہ اُس کی پسند اور اس کا چناؤ کسی صورت غلط ہو ہی نہیں سکتیں۔ اس لیے وہ انسان بھی اس کی دی ہوئی توفیق سے اس کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ اگر صرف ریاضت اور زُہد اُس کے چناؤ کی بنیاد ہوتیں تو تمام پیش امام اولیائے کرام کی صف میں ہوتے لیکن زہد اور ریاضت کا صلہ اور ثواب ہر صورت عطا کیا جاتا ہے مگر یہ دوستی کے انتخاب کی بنیاد نہ ہے۔ دوستوں کو وہ خود ہی زُہد، ریاضت اور فقر کے مراحل کے اسباب عطا فرما کر اپنے قریب فرماتا ہے۔ اُس کے منتخب بندے اور دوست اُسی کے دیئے ہوئے اختیار کو اُسی کی پیغام رسانی کے لئے بوقت ضرورت اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر یقین کریں اُن کے ذریعے اَن دیکھے اللہ تعالیٰ پر یقین کریں اور اسے ان کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق واحد و یکتا اور لاشریک تسلیم کریں۔ احکاماتِ خداوندی کی پیروی کریں جو لوگوں تک اُن خاص بندگان کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ میرے مرشد پاک نے روایت بیان کی جس کے مطابق ایک مرید باصفا اپنے مرشد پاک مہربان کے پاس عرصہ

Marfat.com

قیام کے بعد اُن سے اسم اعظم کا طلبگار رہوا تو مرشد پاک نے اسے ہدایت کی کہ وہ کل شہر کے دروازے پر علی الصبح چلا جائے اور صرف خاموش تماشائی کی طرح وہاں ہونے والی واردات سے انہیں مطلع کرے۔ مرید باصفا مرشد پاک کے حکم کی تعمیل میں دوسرے روز علی الصبح شہر کے دروازے پر پہنچا اور تعمیل حکم میں وہاں کھڑا ہوگیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ شہر کے دروازے پر بادشاہ کے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ جنگل سے ایک بزرگ سر پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے آرہے ہیں جن کا جسم ضعیف اور ناتواں ہے۔ جب بزرگ شہر کے دروازے پر پہنچے تو سپاہی نے دریافت کیا کہ بڑے میاں کہاں جارہے ہو؟ بزرگ نے جواب دیا کہ وہ ان لکڑیوں کو شہر میں بیچ کر اپنی گزر اوقات کریں گے۔ سپاہی نے انہیں روک دیا جس پر وہ بزرگ اُس سپاہی کو منت سماجت کر کے راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر سپاہی نہیں مانا اور آخر سپاہی اُن سے بدزبانی کرتا ہے اور ان کی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی نکال کر انہیں زدوکوب کرتا ہے۔ مار مار کر لہولہان کر دیتا ہے اور اُن کو شہر کے اندر داخل ہونے نہیں دیتا۔ بزرگ اپنی لکڑیاں اُٹھا کر واپس جنگل میں چلے جاتے ہیں۔ مرید باصفا یہ واردات دیکھ کر جلتا کڑھتا بغیر کوئی لفظ بولے یا دخل اندازی کیے واپس مرشد پاک کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور دلگیر لہجہ میں تمام روئیداد مرشد پاک کو بیان کرتا ہے۔ وہ اسے پوچھتے ہیں کہ اگر تمہارے پاس اسم اعظم کے تحت اختیار ہوتا تو تم کیا کرتے۔ مرید عرض کرتا ہے کہ وہ اس سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیتا۔ اور اس سپاہی کی بوٹیاں کر کے پھینک دیتا۔ مرشد فرماتے ہیں: ''اسی لئے تمہیں رب نے اختیار نہ دیا ہے اور اگر تمہیں اسم اعظم معلوم ہوتا تو تم یقیناً ایسا ہی کرتے، جیسا تم نے بیان کیا ہے۔ تو سنو! وہ بزرگ جن کے ساتھ سپاہی نے ایسا ظالمانہ سلوک کیا وہ میرے مرشد پاک ہیں۔ اور مجھے انہوں نے ہی اسم اعظم عطا کیا ہے۔ جس کے تم طلبگار ہو۔ تو کیا وہ اپنے لیے اسم اعظم کے تحت تفویض کردہ اختیارات استعمال نہ کر

Marfat.com

سکتے تھے۔ یقیناً کر سکتے تھے مگر وہ توان اختیارات کو اپنی ذات کے فائدے اور نقصان سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں لاتے۔ مگر صرف وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں رب کا اِذن شامل ہو اور کسی دوسرے کی بہتری اور بھلائی مقصود ہو تو یہ تو صرف ایک مثال تھی سمجھانے کے لئے تصدیق کے لئے کہ رب جسے چُنتا ہے، جسے پسند کرتا ہے، جسے عطا کرتا ہے تو پہلے وہ ظرف عطا کرتا ہے جو اس عطا کو سنبھال سکے اور اسے کسی صورت میں بھی غیر ضروری استعمال میں نہ لائے۔

خدائے واحد کے صفاتی جلال اور جمال کی مثال تو میرے مرشد پاک کے مطابق ''چہ بہ نسبت خاک بہ عالم پاک'' کے مصداق ایک دریا کی سی ہے جس سے نہریں نورِ نبوّت کے رنگوں میں نکل رہی ہیں۔ اُن نہروں میں سے چھوٹے آب جو بصورت امامت وولایت نکل کر ہماری زندگی کی خشک و بے آب وگیاہ زمینوں کی سیرابی کے لئے ہم تک پہنچتے ہیں۔ اور ہماری ایمان کی دولت سے خالی ٹوٹی پھوٹی، ریزہ ریزہ زندگیوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اُن میں نہروں کے ذریعے ہم تک پہنچنے والا پانی تو اُسی دریا کا حصہ ہے جو اپنی موج میں اپنے زوروشور میں بہتا ہوا اپنے لیے خود ہی راستے بناتا ہے۔ ازل سے ابد تک پُرزور، پُرشور، ہر نہر، ہر آب جو اور زمین کے ہر ریزے سے بے نیاز۔ مگر اپنی نہروں اور آب جوؤں سے زمین کے ذرّوں کو سیراب کرتا ہوا اُن ریزوں سے زمین بنانے کا عمل کرتے ہوئے اپنے رحم وکرم اور فضل کے چھینٹے اُڑاتا ہوا اگر خاموشی جمال میں بہتا رہے تو رحیم وکریم اور اگر طغیانی و جلال میں آجائے تو قہار و جبار کی طرح ہر چیز کو روندتا ہوا اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتا ہوا لاکھ جتن اور منت وسماجت کے باوجود کناروں سے نکل کر تباہی و بربادی مچاتا ہوا جس پر آج تک نہ کوئی بند باندھا جا سکا نہ اُسے کسی تدبیر سے روکا جاسکا۔ جب تک وہ اپنا حکم واپنا اَمر مکمل نہ کرلے اور گندم کے ساتھ گھن بھی پیس کر نہ رکھ دے۔

Marfat.com

جب واپس کناروں میں لوٹے تو جہاں پر تباہی اور بربادی پھیل گئی اُس زمین کو انتہا درجہ کی زرخیز زمین بنا دے اور ایسے ایسے گل ولالہ پیدا ہوں کہ انسانی عقل سے بالاتر نتیجے نکلیں، جلال کے بعد جمال کے آثار ہویدا ہوں، انسانی عقل سمجھتے ہوئے بھی کچھ نہ سمجھے اور نہ سمجھتے ہوئے بھی بہت کچھ سمجھ جائے، اگر وہ توفیق عطا فرمائے۔

قطرہ اگر دریا میں رہے تو دریا اور اگر دریا سے اوپر حباب ہو جائے تو قطرہ پھر بھی دریا سے اپنے کل، اپنے اصل میں واپس جانے کے لئے بیقرار و مضطرب اور جب واپس مل جائے تو اپنی منزل مقصود پالے۔ اگر دریا کی سطح پر (ہوا) پانی میں داخل ہو جیسے از خود اُس میں داخل ہو کر (روح) حباب کی صورت دے دے۔ اور اگر اُسی حباب میں سے ہوا (روح) سانس نکل جائے جو پانی کی بھری ہوئی لہریں خود اُس میں داخل کرتی ہیں اور خود ہی نکال دیتی ہیں، تو وہ پھر پانی کے ساتھ شامل پانی کی صورت اختیار کر لے، کسی دوسری طاقت کو اس میں کوئی عمل دخل نہیں جو رب قدیر چاہے کرے اور جو وہ نہ چاہے نہ ہونے دے۔ اُسی کے حکم سے ہست اور اسی کے حکم سے نیست۔ اُسی کے حکم سے ہوا کا اندراج اُسی کے حکم سے اخراج اور بحر زمانہ چلتا رہے۔ حباب اُس پر اُبھرتے اور گم ہوتے رہیں۔ انسانوں کی صورت لاکھوں، کروڑوں، اربوں حباب دریا کے طول وعرض پر صرف چند ساعتوں، چند لمحوں کے لیے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کا سفر طے کرتے ہوئے مگر دریا (زمانہ) ان تمام باتوں سے بے نیاز کبھی خاموشی اور کبھی زور وشور اور طغیانیوں سے بہتا ہوا کبھی کبھی زبردست سیلابوں کے ریلوں سے نافرمانوں کے لئے تباہیاں اور بربادیاں مقدر کرتا ہوا، زبردست پوشیدہ گہرائیوں اور اُن گہرائیوں میں چھپے ہوئے طلسمات کے ساتھ جن طلسمات میں ہزارہا، کروڑہا اسرار پنہاں ہیں۔ آج تک جن کی تہہ تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ ماسوائے اُن کے جن کو اُس نے توفیق عطا فرمائی۔ اور خود چن لیا کہ وہ اس کی گہرائیوں

Marfat.com

میں چھپے ہوئے طلسمات میں اسرار و رموز کے موتی چن کر اُن موتیوں کی مالا پرو سکیں۔ لمحہ لمحہ اُسے یاد کرتے ہوئے اُس کی یاد میں کھوئے ہوئے اُس کی عطا کردہ صفتِ بے نیازی، دنیا اور دنیا والوں سے، صرف اُس کی ذات سے پوری نیازمندی سے، پوری عقیدت سے، پوری توجہ سے صرف اس کی رضا کے لیے زندگی بسر کرتے ہوئے، اپنی ذات کے لیے دنیا اور آخرت میں کچھ نہ مانگتے ہوئے صرف اور صرف اس کی رضا و دیدار کے خواہشمند اُس کے دیئے ہوئے احکامات کی تعمیل میں خوشی محسوس کرتے ہوئے اپنی پاک و صاف نیتوں سے اس کی عطا کردہ زندگی میں بے خوف اور بے غم عمل کرتے ہیں۔ اپنے ہر عمل کو اس کے حکم کی تعمیل بناتے ہوئے اُس کے دوست، اس کے چند گنے چنے بندے اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے خُلقِ عظیم کی تقلید میں خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی تکلیفوں اور دُکھوں کا مداوا کرتے ہوئے اور کسی کی تذلیل و تضحیک نہ کرتے ہوئے، سب کو اپنے سے بہتر جانتے اور مانتے ہوئے کہ سب میں اُسی دوست کا جلوہ ہے، وہی کارفرما ہے وہی جلوہ افروز ہے۔ انسان کی تذلیل و تضحیک تو اسی دوست کی تذلیل ہوگی جو خود سب کے اندر اَمرِ رَبی کی صورت میں چھپا بیٹھا ہے تو کیوں نہ سب سے شفقت و محبت سے پیش آیا جائے کہ رب نے اُس اپنی مخلوق سے محبت کرنے کا ہی تو حکم دیا ہے، چاہے وہ کسی صورت میں چھپا بیٹھا ہو اندر تو اُسی کا امر، اُسی کا نور، اُسی کا جلوہ ہے۔ انسان سے محبت اس کی تخلیق کردہ مخلوق سے محبت تو اُسی سے محبت ہے نا۔ جسے کبھی باپ کی صورت، کبھی ماں کی صورت، کبھی بھائی کی صورت، کبھی بہن کی صورت، کبھی بیٹی کی صورت اور عزیز و اقربا و دوستوں کی صورت میں ہمارے اردگرد پھیلا دیا اور حکم دیا کہ ''ان کے حقوق کی ادائیگی اور تلافی بھی وہ خود ہی کریں گے اور کوئی دوسرا اس کی تلافی نہ کر سکے گا۔'' انسان کے فرائض اللہ کی ادائیگی اور معافی تلافی صاف ظاہر ہے رب اور بندے کا معاملہ ہے جس کا فیصلہ یوم الدین رب رحمان اور رحیم

Marfat.com

سے اپیل کی صورت میں شفیعوں کی سفارش پر معافی کے احکامات ہی زیادہ کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والی ہستی ہے۔ مگر انسانوں کے حقوق کی تلافی تو صرف وہ انسان ہی کر سکے گا جس نے کسی کو تکلیف پہنچائی جس نے کسی کا دل دُکھایا۔ کیونکہ دِلوں میں تو رَب بستا ہے۔ جس وقت اُس کے مکان کی ٹوٹ پھوٹ ہو گی تو کیا وہ اس میں بیٹھا سنتا اور دیکھتا رہے گا۔ نہیں! وہ تو ایک آہ سے تڑپ جاتا ہے کہ دل سے نکلی ہوئی ایک آہ عرشِ عظیم کے کنگرے ہلا دیتی ہے اور وہ عرش عظیم دل ہے جہاں وہ رب رہتا ہے۔ وہ خود ہی فرماتا ہے کہ میں تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ مجھے یاد تو کرو مجھے پکارو تو سہی پھر دیکھو میں کیسے، کتنی جلدی سنتا ہوں مگر شرط صرف اخلاص سے اُسے یاد کرنے کی اُسے پکارنے کی ہے وہ تو اندر بیٹھا ہر نیت ہر عمل کو دیکھتا سنتا اور جانتا ہے۔ صرف خلوص نیت ہی درکار ہے اور آہ عرش تک پہنچنے سے پہلے لبیک یا عبدی لبیک کی آواز اندر سے ہی آ جاتی ہے۔ تکلیفوں مشکلوں اور مصیبتوں کے تمام طوق توڑ دیئے جاتے ہیں۔ آنسو آنکھ تک پہنچ کر ابھی آنکھ کو چھوڑنے نہیں پاتا کہ رحمان اور رحیم کا کرم جوش میں آ جاتا ہے اور ساعتوں میں سکون قلب میسر آ جاتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اور مضطرب اور بے چین روح کو سکون اور قرار محسوس ہوتا ہے۔ یہی وہ ساعت وہ لمحہ ہوتا ہے جب انسان خود محسوس کرتا ہے، اُسے یقین ہوتا ہے کہ اُس کی فریاد اس کی پکار اُس کے رب کریم نے سن لی اور اس کی دعا قبول کر لی گئی کیونکہ بے چین اور مضطرب روح کو قرار وہی تو دیتا ہے دعا قبول کر کے پکار سن کر مگر ہم غم کے بادل چھٹ جانے پر تکلیف دور ہو جانے پر غم کافور ہونے پر اس کی طرف سے دیئے گئے اطمینان پر بے خود ہو جاتے ہیں، اور چند ہی لمحوں بعد اپنی کی گئی تدبیروں کی کامیابی پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ کس نے ہمیں ہمارے اندر ہی سے دلاسا دیا، کس نے اُمید کی کرن ہمارے اندر ہی سے پیدا کی

Marfat.com

اور کس نے اُس اُمید کے لیے اسباب کی راہ ہموار کر کے ہمیں سُجھا دی۔ وہ کون ہے جو آنکھ میں آنسو لایا وہ کون ہے جو اُس آنسو کی قیمت چکاتا ہے۔ جو اُس پکار کے وقت نہ جانے کہاں سے آنکھوں میں اُتر آئے اور چہرہ تر کر دیا۔ اور ان کے گرنے سے پہلے اُمید کی کرن پیدا کر کے اسباب کی راہ پیدا کر دی۔ یقیناً وہ مسبب الاسباب خود ہی ہے۔ ہم چاہتے ہوئے مانتے ہوئے تسلیم کرتے ہوئے بھی تسلیم نہیں کرتے۔ نہیں مانتے اور عقل عیار (شیطان) تو پہلے ہی تیار ہے۔ اُس از خود مرتب کردہ تدبیر پر بھروسا کرنے کے لیے کہ میرے دماغ میں پہلے یہ بات کیوں نہ آئی؟ کہ اس مصیبت، اس تکلیف کا یہ یہ راستہ موجود ہے۔ پہلے کیوں نہ اس تدبیر پر عمل کر کے مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور خواہ مخواہ وقت برباد کیا اور نقصان بھی اُٹھایا۔

اسی لئے آدم کی اولاد کو آدمی/ انسان کا نام دیا گیا کہ اُس کے جدِ اَمجد حضرت آدمؑ نے بھی خدا کے دیئے ہوئے حکم کے باوجود شیطان کے بہکاوے میں آکر اُسی درخت کا پھل کھایا جس کے قریب جانے سے اُنہیں منع فرمایا گیا حالانکہ وہ بھی یہ بات جانتے تھے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ مگر شیطان نے بحکم الٰہی ہی تو جدِ اعلیٰ کو اُس لغزش، بھول اور غلطی میں مبتلا کیا جس کی وجہ سے جنت جیسا اعلیٰ مقام چھوڑ کر حضرت کو زمین کے بے آب و گیاہ میدانوں میں اُتار دیا گیا۔ جس کی پاداش میں صدیوں تک اپنی لغزش اور بھول کی معافی مانگنا پڑی اگر انسان نہ ہوتے تو نسیان اور بھولنا نہ ہوتا اور نہ آج اُن کے کروڑوں، اربوں فرزند اُن کی کی ہوئی لغزش/ بھول کا خمیازہ بھگتتے۔ اگر ایک حکم خداوندی کی خلاف ورزی اور بھول کا یہ نتیجہ ہے کہ خود بنائے ہوئے آدم کو جو انتہائی پیار سے فرشتوں کی مخالفت کے باوجود تخلیق کیا گیا کو عرش سے اُتار کر فرش پر ٹکا دیا گیا تھا تو ''الامان والحفیظ'' ہم کس باغ کی مولی ہیں اور کس بَرتے پر ہر وقت نافرمانیوں اور احکامات کی خلاف ورزی

Marfat.com

کے درپے رہتے ہیں۔ شاید اسی لیے آدم سے انسان کر دیا گیا کہ وہ اپنے مالک، اپنے خالق اور اپنے رازق کو ہر وقت بھولا رہے اور اُس عہد کو جو اُس کے رب نے روحوں کی تخلیق کے وقت سب روحوں سے لیا تھا، بھولا رہے اور اپنی دُھن میں مگن اس دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا رہے اور مکمل انسان بنا رہے۔ شاید مشیت ایزدی یہی ہے لیکن اگر یہی مشیت ایزدی ہوتی تو سزا اور جزا کا تصور ہی پیدا نہ فرمایا جاتا اور سب انسانوں کو ایک ہی پلڑے میں رکھ کر یوم الدین کے فیصلے کر دیئے جاتے، مگر سزا اور جزا کا تصور تخلیق کر کے انسان کو اپنے برے بھلے کے فیصلے اور عمل کرنے کی حد تک خود مختار بنا دیا گیا، نتیجے کے معاملے میں اسے بے اختیار رکھ کر جملہ اختیارات اپنے پاس رکھ لیے، عادل شہنشاہ اعظم نے صرف اس کی نیت اور کیے گئے عمل پر بازپُرس کا فیصلہ کیا۔

انسان کے اعمال کا دارومدار اُس کی نیت پر رکھ کر احسان عظیم کیا گیا کہ نیت کا علم عامل اور رب ذوالجلال کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ نیتوں کی جزا میں بھی فرق کر دیا گیا اور جزا وسزا عمل کی صورت میں نافذ کی گئی۔ مگر وہ رب جو اپنی تخلیق سے بے پناہ محبت کرنے والا سب کو رزق بہم پہنچانے والا ہے۔ کسی طور کسی ایسی بات کا جواب نہیں مانگتا جس بارے میں اُس نے اپنے بندے آدم کی اولاد کو بااختیار نہیں بنایا۔ جب انسان حواسِ خمسہ کے ذریعے جو اللہ پاک نے اُسے اسی مقصد کے لیے عطا کیے ہیں کہ اُس کا پیغام بندہ کے کانوں اُس کی آنکھوں اور اس کے دل و دماغ تک پہنچ جائے تو پھر فیصلہ کرنا کہ کونسا راستہ صراطِ مستقیم ہے، انسان کا ہی کام ہے پھر اس فیصلے پر زبانی اور قلبی تصدیق ثبت کر کے اس کے احکامات کی اپنی تمام تر توانائیوں سے تعمیل کرنا بھی اُسی کا کام اور فرض ہے۔ اگر کسی شخص تک اسلام کا پیغام کسی ذریعہ سے نہیں پہنچا، چاہے وہ سمعی ہو، بصری ہو یا شخصی و دیگر ہو تو پھر نہ تو اُس پر کوئی حد ہے اور نہ ہی کوئی پوچھ گچھ ہے کیونکہ وہ لاعلم ہے اور بازپُرس تو صرف اُس سے ہوگی جس

Marfat.com

تک رب کا حکم کسی بھی صورت میں پہنچ گیا اور اُسنے جانتے بوجھتے، سوچتے سمجھتے نہ تو اسے قبول کیا اور نہ ہی اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوئی تدبیر وکوشش کی اور کائنات میں پھیلے ہوئے خدائے واحد کے لاکھوں کروڑوں جلووں سے جان بوجھ کر آنکھ بند رکھی۔ آج کے دور میں ہر انسان تک پیغامِ خداوندی کسی نہ کسی ذریعہ سے پہنچ چکا ہے اور اب لاعلمی کا کوئی جواز نہ ہے۔

کیا جب کوئی انسان ہوش سنبھالتا ہے تو اُس کو روزانہ آسمان، سورج، چاند، ستارے، زمین، پھول، دریا نظر نہیں آتے کیا اُسے اپنا آپ نظر نہیں آتا، اپنے پاؤں، ہاتھ، آنکھیں، زبان اور کان، کیا بال نظر نہیں آتے جو روزانہ اُگتے اور گرتے ہیں۔ مگر انسان اپنی تمام تر ترقی اور ہوش وخرد کے باوجود انسانی بال جیسا ایک بال بھی نہیں بنا سکا وہ کبھی غور ہی نہیں کرتا۔ اپنے آپ پر اپنے ارگرد پھیلی ہوئے کروڑوں عجائبات پر کہ خداوند جمیل کی تخلیق کردہ تمام چیزیں جمال ہیں کیونکہ اللّٰہُ جَمِیلٌ" وَیُحِبُّ الْجَمَال۔ اگر اُنہیں اسی آنکھ سے دیکھا جائے جس سے کوئی ماہر مصور، کوئی تخلیق کار اپنے ہر نقطے کو بھی اپنا شاہکار قرار دیتا ہے۔ اگر انسان رب ذوالجلال کے بنائے ہوئے شاہکاروں خصوصاً "لَقَدْ خَلَقْنَا الانسانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم" میں صرف اپنے جسم اپنی جان اپنی ذات پر ہی غور اور تفکر و تدبر کرے تو ایسے ایسے اسرار ورموز اُس پر کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ پھر تمام عمر ان اسرار کے پردے اُٹھنے کا ہی منتظر رہتا ہے۔ وہ اپنے علاوہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی اسراریت سے بے خود ہو کر صرف ہستی کے پردوں کو ہی چاک کرنے میں اپنی عمر عزیز گزار دیتا ہے، اپنے اندر اسراریتِ خداوندی کے پردے اٹھنے کا منتظر رہتا ہے اور "ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن" کے مصداق ہر لحہ نئے اسرار اُس پر کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اُسی کی دی ہوئی توفیق سے جو ان تمام اسرار کا مالک اور خالق ہے وہ زندگی کے ظاہر سے دور ہوتا جاتا ہے اور

Marfat.com

باطن میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ اپنے مالک کے کرشموں اور اسراروں کو دیکھتے ہوئے اُن کا کھلی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہوا اپنے رب کے قریب سے قریب تر ہوتا ہوا اپنی کوششوں، ریاضتوں، عبادتوں اور تسبیحوں سے نہیں بلکہ اُسی رب کے چننے سے، اُسی رب کی پسند سے اور اسی رب کی دی ہوئی توفیق سے کہ وہ جب کوئی کام سرانجام دینا چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے تو صرف ''کُن'' کہنے کی ہی ضرورت پیش آتی ہے۔ نہ عبادتوں، نہ ریاضتوں، نہ کوششوں، نہ ہی نسب، نہ ہی حسب، نہ ہی گورا، نہ ہی کالا، نہ ہی لمبا، نہ ہی چھوٹا، نہ ہی گنہگار اور نہ ہی بے گناہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتا صرف اپنی مرضی کرتا ہے۔ جبھی تو جب چاہے بغیر مال و دولت، بغیر ماں باپ، بغیر زر و زمین، بغیر ظاہری شان و شوکت، بغیر کرّ و فر دیکھے، دُرِ یتیم کو دونوں جہانوں کا سردار، اپنا لاڈلا، پیارا، آخری نبی، اپنا حبیب اور اپنا محبوب بنا دے۔ کیونکہ اُسے کسی سے اجازت نہیں لینا۔ اسے کسی سے رائے نہیں لینا۔ اُسے کسی کی مرضی معلوم نہیں کرنا وہ تو خدائے واحد ہے۔ اپنی مرضی اور اپنی منشا کا مالک۔ جو چاہے کرے۔ نہ کوئی اسے روک سکے نہ کوئی اسے ٹوک سکے۔ اپنے ارادوں سے صرف خود ہی باخبر اور ان پر صرف خود ہی اپنی مرضی کے مطابق عمل کروانے والا ہی تو اللہ ہے۔ لاشریک، لافانی، جس کی ذات اُس کی جملہ پاک صفات سے مزیّن ہے۔ اپنی ذات کی جلوہ افروزی کے لیے اپنی جس صفت کو چاہے کام میں لائے، اُسے استعمال کرے اور اگر نہ چاہے تو اپنی صفات کے تمام جلووں کو اپنی ذات میں مدغم رکھے۔ اپنی ذات میں گم کر دے، جو ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب اُس نے چاہا اپنے آپ کو ظاہر کرے تو تخلیق لفظ کُن سے مکمل کر دی۔ ان گنت سورج اور چاند اُسی کے پیدا کردہ مظہر ہی تو ہیں۔ جس طرح ربِ خداوند کی ذات اللہ کی کرنیں اس کی صفات کی صورت انسانوں تک پہنچتی ہیں، سورج اور چاند کی روشنی بھی اس کی کرنوں کی صورت انسان تک پہنچتی ہیں، وہ اپنی گرمی اور ٹھنڈک کی صفات کے اظہار کے لیے اپنی کرنوں کو اُس کا

Marfat.com

ذریعہ بناتے ہیں۔ کیا روشنی اور کرنیں بھی ظاہری آنکھ سے کسی نے دیکھی ہیں؟ ظاہری آنکھ تو صرف اُن چیزوں کو دیکھتی ہے جن پر روشنی پڑتی ہے۔ کیا درد کسی کو کبھی نظر آیا؟ وہ تو جس حصہ میں تکلیف ہو وہیں محسوس ہوتا ہے۔ سورج اور چاند تو خدا کی مخلوق اس کے احکام کی تعمیل میں مصروف کار ہیں۔ لیکن کیا انسان احکامات اور فرائض کی بجا آوری پر کاربند ہے؟ غور طلب امر یہ ہے کہ اشرف المخلوقات اس بات پر تلا ہوا ہے کہ احسان فراموشی کی کیفیت میں مبتلا رہے مگر اس کی دوسری تمام مخلوقات اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف کار ہیں۔ کیا کبھی ایسا ہوا کہ سورج اپنے وقت پر طلوع نہ ہو اور چاند اپنے مقررہ وقت پر اپنا چہرہ نہ دکھائے۔ کبھی چاند کو مقررہ دنوں کے علاوہ کسی نے گم ہوتے دیکھا کہ وہ اپنی مرضی سے پورا مہینہ غائب ہو جائے۔ یا سورج چندروز تک اپنا فرض بھول جائے اور اپنی تمازت اور گرمی کو اپنے تک ہی محدود کر لے یا پھر کبھی کائنات میں زندگی کی رونقوں کو اپنی زوردار کرنوں سے فنا کر دے۔ کسی آنکھ نے نہ آج تک ایسا دیکھا نہ کسی کان نے آج تک ایسا سنا کیونکہ وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں اس وقت تک سرگرداں رہیں گے جب تک انہیں کوئی دوسرا حکم نہیں دے دیا جاتا۔

کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ گھاس کا رنگ نیلا ہو جائے، درختوں کے پتوں کا رنگ مقرر کردہ رنگوں کے علاوہ کوئی اور ہو جائے۔ جس پھول کو جتنے رنگ اس کے مالک نے عطا کر دیئے وہ اُن رنگوں کے علاوہ کوئی اور رنگ رکھ ہی نہیں سکتا، وہ تو چند لمحوں کے مہمان ہیں اور حکم خداوندی کی تعمیل میں کھلتے ہیں۔ دنیا کو اپنی خوشبوؤں اور رنگوں سے مزین کرنے کے لئے اور پھر اس کے حکم پر بکھر کر اپنی بے ثباتی اور مالک کے ثبات کا ثبوت فراہم کر کے چلے جاتے ہیں۔ پرندوں کو دیکھو وہ کس طرح صبح وشام اپنے اپنے انداز، اپنی اپنی بولیوں میں اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور جو رزق اس رزاق نے اُن کے لیے زمین پر پھیلا

Marfat.com

دیا ہے اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے، کسی کا حق نہیں مارتے اور صرف اس کے حکم کی تعمیل میں اپنی چندروزہ زندگی گزار کر اسی کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ اپنے رب سے اپنی زندگی اپنے رزق کے بارے میں کوئی شکوہ شکایت نہیں کرتے۔ بس اپنی دھن میں مگن اپنی زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ ان کی کوئی سزا اور جزا نہ ہے کیونکہ وہ تو صاحب عقل اور ذکی نہ ہیں۔ وہ تو اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق نہ گزار سکتے تھے، اور نہ وہ اپنے کسی عمل کے لیے خود مختار تھے۔ جواب دہی تو اختیار والے کے لیے ہے اور وہ صرف انسان ہے اور جنات ہیں۔ باقی ماندہ سب چرند، پرند، حیوانات اس زمرے میں اس لیے نہ آتے ہیں کہ وہ خودمختاری کے عنصر سے خالی پیدا کیے گئے ہیں۔ اسی لئے قرآنِ پاک میں دوزخ کو انسانوں اور پتھروں سے بھرنے کا ذکر ہے دیگر کسی مخلوق کا ذکر نہ ہے۔

انسان سب کچھ دیکھتا ہے سوچتا سمجھتا ہے اور اپنی خودمختاری کے حق، عقل استعمال کرتے ہوئے غلط اور درست کو سمجھتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ مگر بازپُرس اور جزا وسزا کے خوف سے بے نیاز، بے خطر احکامات الٰہیہ کی خلاف ورزی کرتے وقت بالکل نہیں سوچتا کہ کل اعمال کی جواب دہی بھی ہوگی۔ کیونکہ شیطان نے ورغلا کر لمبی اُمیدیں ڈال دیں اور یہ کہ دوسرے تو جا رہے ہیں واپس اپنی منزل مقصود کی طرف مگر اسے تو یہیں رہنا ہے۔ جس شخص کو اس امر کا یقین ہے کہ اسے بھی دوسروں کی طرح اس دنیا سے جانا ہے اور جواب دہی بازپُرس اور عدل کا دن مقرر ہے تو پھر وہ اس یقین اور صدق سے گناہوں، غلطیوں سے تائب ہوا اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر فلاح پا گیا۔ یہی یقین اور صدق انسانی زندگی کا اصل موڑ ہے جو انسان کو فلاح کے راستے پر چلاتا ہے۔ وہ اپنی چند روزہ زندگی جو اس کائنات کے عمر کے حساب سے اگر شمار کی جائے تو اتنی کم ہے جو انسانی زندگی کے تناسب سے ایک پھول پیدائش سے لے کر فنا تک اپنی زندگی گزارتا ہے۔ مگر دنیا کو اپنی رنگوں اور

Marfat.com

خوشبو سے مہکا جاتا ہے، وہ انسان بھی جو عملی زندگی اپنے رب کے احکامات کی تعمیل میں گزارتا ہے ایک پھول کی طرح ہی چمن کو مہکاتا ہے۔ اپنے عملوں سے دوسروں کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث بنتا ہے۔ پھول ختم ہو جاتا ہے مگر اس کی خوشبو بعدازاں بھی چمن کو مہکائے رکھتی ہے۔ یہی تو وہ پھول ہیں جو اللہ کے نبیوں، ولیوں، عباداللہ الصالحین، شہدا اور صدیقین کی صورت میں ایک چمن سے دوسرے چمن میں جانے کے بعد بھی اپنی خوشبو اس چمن میں بھی بکھیر رہے ہیں۔ جہاں سے وہ ظاہری صورت میں پردہ فرما چکے ہیں۔ وہ دوسرے چمن میں ہیں لیکن ان کی خوشبو اس چمن سے بھی اس پار آ رہی ہے۔ کیونکہ رب ذوالجلال نے اپنی دیگر صفات اپنے دوستوں کو بھی عطا فرمائی ہیں۔ ہمیشہ اللہ ھُو رحمٰن کا نام رہے گا، رحمان کے بندوں کے نام بھی قائم رہیں گے۔ جب تک اللہ کو یاد کرنے والے لوگ رہیں گے۔ تب تک اللہ والوں کے یاد کرنے والے بھی رہیں گے اور وہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ دن بدن رونقیں دوبالا ہوں گی۔ ہجوم بڑھیں گے اور فیض کے چشمے پھیلتے رہیں گے۔ اس رب کے نام پر جو اپنے کسی مقصد کے لیے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہے۔ وہ اَحد ہے، لا شریک ہے، ہمیشہ باقی ولافانی ہے، اس کی بخشی ہوئی خوشبوئیں اور رنگ بھی لافانی ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ جو کبھی کم نہیں ہوتے۔ کبھی اُترتے نہیں پکے رنگ اس کے نور کے رنگ جس میں اپنے بندوں کو جتنا جی چاہے رَنگ دے۔ ابدتک انسانوں کی راہنمائی اور راہبری کے لیے تاکہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے بعد بھی آسمانی راستوں کو خدائی پیغامات کے لیے کھلا رکھا جائے، وحی کی صورت نہ سہی تو الہام کی صورت اپنے اُن بندوں پر جنہیں اس مقصد کے لیے چُن لیا گیا۔

بچپن کی یادوں کے ننھے اور معصوم چراغ جلانے کی کوشش میں ہر مرتبہ قلم میرا ساتھ نہیں دے رہا۔ میں بار با کوشش میں مصروف ہوں مگر بار بار میرا رب قدیر اپنی بے پناہ

Marfat.com

قدرتوں کے مظاہر میں سے ایک چھوٹا سا اظہار فرماتا ہے۔ میرے بس میں تو کچھ بھی نہیں کہ کچھ لکھ سکوں۔ سب قدرتیں اُسی کی ہیں اور جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ وہ خود ہی اظہار کے طریقے عطا فرماتا ہے اور خود ہی اپنے دیئے ہوئے قلم سے الفاظ کی صورت اوراق پر اُن کو بکھیر دیتا ہے۔ دوسروں کے لئے تاکہ وہ بھی اُس کی قدرتوں کے نمونے دیکھنے والوں میں شامل ہوں اور یقین کریں۔ اس کی لاشریک ذات پر جس کی لاتعداد صفات کی بے شمار صورتیں ہی کائنات میں اس کے جلووں کی صورت میں بکھری پڑی ہیں۔ اس کے تخلیق کردہ نمونوں میں سے میں بھی ایک نمونہ تو ہوں۔ آدم کا ایک بیٹا جو نہ اپنی مرضی سے اس دنیا میں آیا اور نہ ہی اپنی مرضی سے یہاں پر قیام کر رہا ہے، اور نہ ہی اپنی مرضی سے اس دُنیا سے واپس جائے گا۔ کبھی نہ واپس آنے کے لیے لیکن اس دارالعمل میں گزارے ہوئے ایک ایک لمحے کا اُس سے حساب لیا جائے گا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینے کا پابند اور مجبور ہے کیونکہ یہی مشیت ایزدی ہے۔ دارالعمل تو امتحان گاہ ہے جس میں امتحان کی تیاری کرنے کے لیے بھجوایا گیا تھا تاکہ احکاماتِ خداوندی اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے اعمال کرے۔

مولا علی وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''میں نے اپنے ارادوں کی ناکامی سے اپنے رب کو پہچانا۔'' جب رب نے انسان کے ارادوں کی ناکامی میں اپنی پہچان کو پنہاں کر دیا تو پھر انسان کے پاس کون سا کلی اختیار باقی رہ گیا۔ جس کے استعمال پر اس سے زندگی، قبر، برزخ اور قیامت کے دن باز پرس کی جائے گی۔ میرے ادنیٰ خیال میں عقل و اختیار ہی وہ کوتاہ اندیش سرمایہ ہے جس کی بدولت جزو سزا کا دنیاوی اور مابعد تصور قائم ہے۔ کیونکہ بظاہر انسانوں اور دوسری مخلوقات میں فرق صرف عقل کا ہے کہ دوسری مخلوقات کو کیونکہ صاحب فہم و عقل نہ بنایا گیا نہ ہی اچھے برے کی تمیز دی گئی اور نہ ہی چناؤ کا اختیار دیا گیا اس

Marfat.com

لیے اُن سے ان کے اعمال کی کوئی باز پرس نہ ہے۔جبکہ حضرت انسان صرف اسی لئے جواب دہ ہے کہ وہ عقل کی دولت سے نواز دیا گیا۔تو دنیا اور عقبٰی کی پریشانیوں اور مصیبتوں کی اصل بنیاد عقل کو ہی تسلیم کرنا چاہیے۔یہی وہ دشمن جاں ہے جو ہروقت ہر ذی شعور آدمی کے ساتھ چمٹی رہتی ہے۔جو ہر لمحے اسے اپنی قید میں ان دیکھے انجانے خطرات کی زد میں رکھتی ہے۔اورانسان کو شاید خوف کی پرچھائیں میں تخلیق کر کے اس کی فطرت میں شامل کر دی گئی۔

جب تک بچہ صاحب شعور اور صاحب عقل نہیں ہوتا وہ بے خوف ہوتا ہے۔بچپن کو دیکھیے بغیر شعور کے کس قدر بے خوف ہے۔کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔کسی چیز کی ماہیت سے بے خبر اپنی مرضی کے مطابق ہر کام کرنا چاہتا ہے۔نہ تو وہ دہکتا ہوا انگارہ منہ میں رکھنے سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچنے سے گھبراتا ہے۔مگر جوں جوں عقل اور شعور جوان ہوتے ہیں۔فہم اور عقل کے ساتھ اچھے برے کی پہچان اور قوت فیصلہ بھی جوان ہونے لگتے ہیں۔اور عقل اور عمر کے بڑھنے کے ساتھ اس کے خوف بھی بڑھتے جاتے ہیں۔کیونکہ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔دوسری اہم چیز نفس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود انسان میں دنیا اور اُس کی خواہشات سے محبت ودیعت فرما دی مگر اُسے کھیل تماشہ اور چند روزہ بھی قرار دے دیا۔

خوف کی صرف دو ہی قسمیں جو انسان کی زندگی کو تمام عمر لپیٹ میں لیے رہتی ہیں اور جس طرح دو خدا نہیں ہو سکتے اسی طرح دونوں قسم کے خوف بیک وقت انسان کے دل میں نہیں سما سکتے۔اگر کسی انسان کے دل میں خوف رحمانی اُتر جائے تو وہ اُسے تمام قسم کے خوفوں سے نجات دے دیتا ہے۔اور کوئی شیطانی خوف،وسوسہ،اندیشہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔وہ تمام خوفوں سے رحمان کی پناہ میں چلا جاتا ہے اور اگر رحمانی خوف کسی دل میں نہ

Marfat.com

ہوتو پھر انسان ہر قسم کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے دنیا اور آخرت کی ہر چیز سے خوف محسوس ہونے لگتا ہے اور شیطان اُس انسان کے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہر وقت ایک نئی قسم کے خوف میں مبتلا رکھتا ہے۔ یوں شیطانی خوف انسان کے روئیں روئیں میں سما کر اس کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔ اسے ہر خوف کے پیچھے ایک نیا خوف اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ اور یوں خوفزدہ زندگی گزارتے گزارتے انسان خود ایک خوف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اسی خوف سے بچنے کے لئے ہر وقت ہر لمحے تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے تدبر کرنے کی بجائے صرف تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے اور تقدیر کو بدلنے کی سعی کرتا ہے۔ اور تدبیروں کی ناکامی پر ہر دفعہ ایک نئے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور رحمانی خوف میں مبتلا بندے: ''لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔'' کے زمرے میں شامل کشاں کشاں اپنے رب کے نزدیک تر ہوتے جاتے ہیں کیونکہ وہ تو: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔'' پر عمل پیرا ہیں۔ جو صرف اپنے رب کی عبادت اور صرف اسی سے مدد مانگتے ہیں اور صرف اُسی سے رجوع لاتے ہیں۔ زندگی میں ہر قسم کے خوف سے امان اور پناہ کی صرف ایک ہی صورت باقی نظر آتی ہے کہ رب ذوالجلال اپنے محبوب ﷺ کے صدقے اپنا خوف دل میں اُتار دے اور دین اور دُنیا دونوں اپنی مرضی سے سنوار دے۔ آمین ثم آمین

بقول علامہ:

ع

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

Marfat.com

حضرت پیر سید نور حسین شاہ رضؓ

علی پور سیّداں شریف (نارووال)

انسانی زندگی میں سب سے بھرپور وقت جوانی کا ہے۔ جب انسان ہر چیز سے بے خبر اپنی ہی دھن میں اپنی جسمانی طاقت اور زور کے بل بوتے پر ہر وہ کام کرتا ہے جس میں اُسے رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ ہر اس چیلنج کو قبول کرتا ہے جس میں اسکی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال ہو سکے۔ اکثریت تو جوانی کو صرف دنیاوی کھیل کود اور عیش و نشاط کی نذر ہی کرتے ہیں۔ مگر صرف وہ جنہیں ان کا رب ان کی جوانی ہی میں اپنے لیے خاص کر لے یا جسے چاہے جب چاہے، پسند فرما لے، وہ اپنی جسمانی طاقت اور عقل و شعور کا استعمال بھی صرف اپنے رب کے دیے ہوئے راستے تک ہی محدود رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ بہت ہی معدودے چند ہوتے ہیں کیونکہ بقول شاعر:

ع در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقتِ پیری گُرگِ ظالم میشود پرہیز گار

ایک مقولہ ہے۔ بقول شاعر:

ع ''خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے''

فقیر جب اپنی زندگی کی پچیسویں پرمسرت بہار میں تھا۔ تو ہر طرف بہار ہی بہار نظر آتی تھی۔ جیسے ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ میرے پیر و مرشد سرکار فرماتے ہیں کہ عوام الناس کے اندر ایک نفس ہوتا ہے جو ہر وقت انکے لیے پریشانی کا موجب بنتا ہے۔ اور راہِ خدا سے غفلت اور دنیا میں غرق ہونے کی دعوت دیتا رہتا ہے۔

Marfat.com

جبکہ پیروں اور سجادہ نشینوں کی اولاد میں دو نفس ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ نفس جو سب میں مشترک ہے۔ انسان کی جان اور اسکے جسم کا دشمن اور ایک خاص نفس جو بزرگوں اور پیروں و سجادگان کی اولاد میں کہ ہوش سنبھالتے ہی مریدین اُن کے ہاتھ پاؤں چومنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمہ وقت غیر ضروری طور پر انکی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔ جس سے یہ نفس جنم لیتا ہے اور اُن کی اولاد اپنے آپ کو تمام دوسرے عام انسانوں و مریدوں سے اعلیٰ اور برتر سمجھنا شروع کر دیتی ہے۔ وہ ہمہ وقت بزرگوں کی اولاد ہونے کے ناطے اپنے آپ کو ارفع اور کوئی خاص انسان سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کے تمام تر اعمال اور حرکات و سکنات دوسروں سے ہر صورت بہتر ہیں۔ وہ بہترین خاندان میں بہترین انسان بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ حالانکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق اعلیٰ ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قول پر عمل پیرا ہو کر اس کی سچائی کی تصدیق فرمادی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ اور بلند اخلاق انسان آج تک روئے زمین پر خداوند تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔ مزید انسانوں کی اللہ کے ہاں درجہ بندی انکے تقوے کی بنیاد پر رکھی گئی ہے کیونکہ جو زیادہ متقی ہے وہ ہی خدائے بزرگ و برتر کے ہاں زیادہ بہتر ہے۔ رنگ و نسل اور خاندانی تفاخر کے قلعہ میں تو حجۃ الوداع کے موقع پر ہی دین مکمل کرتے ہوئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے شگاف ڈال کر اُسے نیست و نابود کر دیا تھا اور پرہیز گاری اور ایمان مکمل کی بنیاد تقویٰ اور صرف تقویٰ پر رکھ دی گئی تھی۔ فقیر کیونکہ سید ہاشم شاہؒ تھرپال ضلع نارووال کے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ اور میرے دادا حضور محمد اکبر شاہ صاحب ان دنوں سجادہ نشین دربارِ عالیہ تھے۔ غالباً یہ وقت 1973ء کے لگ بھگ کا ہے۔ جب میں اُس وقت کی تحصیل نارووال میں بطور فوڈ انسپکٹر تعینات تھا، دونفسوں کا حامل یہ بندہ نہ جانے اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھتا تھا۔ اور دوسروں کو اپنے سامنے کیا سمجھتا تھا۔ ربِ ذوالجلال کی صرف اپنی

Marfat.com

ذات کے لیے پسندیدہ ترین مختص صفت غرور اور تکبر ہے کہ یہ صفت صرف مالکِ کائنات نے اپنے لیے ہی چنی ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے تئیں کوشش کرے کہ وہ اس صفت کو اپنے لیے چنے تو وہ اپنے عبرت ناک انجام کے لیے تیار رہے۔ کیونکہ جب بھی کسی انسان نے غرور و تکبر اختیار کیا رب نے اسکا سر نیچا کر دیا۔ بحث کی کوئی صورت نہیں ماسوائے اس کے کہ ربِ کریم اس پر کرم کرے اور اسے معمولی جھٹکا دے کر سرزنش کرتے ہوئے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اپنی پناہ میں لے لے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ زندگی غفلت و کوتاہی کی نذر ہو رہی تھی اور انجام سے بے خبر بندوں کی جماعت کے ساتھ ساتھ وقت ریت کے ذروں کی طرح تیزی سے ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا تھا۔ وقت کی رفتار اور اسکی چال سے بے خبری ہی انسانی جان کا سب سے بڑا ضیاع ہے۔ اس امر کا ادراک بالکل نہ تھا کیونکہ جب تک خداوندِ قدوس نہ چاہے کسی انسان میں از خود یہ طاقت نہ ہے کہ اُسے کوئی خبر ہو سکے۔ اور جب وہ ذات چاہے تو بہتری کے لیے خود ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ انسان نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے امر کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی تو ایک قادرِ مطلق رب کی طاقت ہے کہ وہ جس کے لیے جیسا چاہتا ہے ویسا کر دیتا ہے۔ اور وہ اگر کسی کو عزت سے نوازنا چاہے تو تمام دنیا اسے ذلت دینے کے درپے ہے تو وہ عزت اسے مل کر ہی رہتی ہے اور اگر وہ کسی کو ذلت دینا چاہے تو تمام دنیا مل کر اسے اس ذلت سے نہ بچا سکتی ہے جو اس کے مقدر میں کی جا چکی ہے۔ اگر ہم صرف اس قدر ہی سمجھ جائیں تو ہماری زندگی کے زیادہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ کہ کثرت اور قلت چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی اس کا واحد مالک وہ ہی ہے۔ نہ ہم کثرت کے وقت آپے سے باہر ہوں کہ یہ اس کی عطا ہے اور ہماری کوئی کوشش ہمیں قلت سے کثرت کی طرف نہیں لے جا سکتی۔ اور نہ ہم قلت سے پریشان ہوں کہ تمام دنیا مل کر ہماری قلت کو کثرت میں نہ بدل سکتی ہے۔ دنیا چونکہ ایک

Marfat.com

امتحان گاہ ہے جہاں ہمیں خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اپنے عمل سے کثرت اور قلت کا مقابلہ کرنا ہے۔ وہ بھی اس بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے وہ کسی کو کثرت سے اور کسی کو قلت سے آزماتا ہے۔ کسی کو شاہی اور کسی کو فقیری سے آزماتا ہے۔ کسی کو حاکمیت اور کسی کو محکومیت سے آزماتا ہے۔ کسی کو مال اور کسی کو تنگدستی سے آزماتا ہے۔ کسی کو حال اور کسی کو قال سے آزماتا ہے۔ غرض کہ اس دنیا میں آمد پر آزمائش شرط ہے۔ جسکی کامیابی کے لیے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے دو خاص ہتھیاروں کا استعمال ہی کامیابی کے زینے تک پہنچنے کی کلید ہے، وہ صبر اور شکر ہیں۔ گو صبر اور شکر کا میعار بھی انسانوں کے ظرف اور مقام پر محمول ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور آقائے دو جہاں حضور ﷺ کو ان کی زندگی مبارک میں کس کس طرح کی آزمائش سے گزارا گیا۔ اس کا تصور صاحبِ دل، صاحبِ فکر لوگ خوب اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مروجہ اِن آزمائشوں سے گزر رہے تھے تو ان کے اجسامِ اطہار اور قلوبِ منزہ پر کیا بیتی ہوگی۔ یہ وہ پاک اور برگزیدہ ہستیاں ہی بہتر جانتی ہیں۔ یا ان کا رب بہتر جانتا ہے۔ ہماری نہ تو عقل کی رسائی وہاں تک ہے اور نہ ہی ہم اس راز کے نور کی کرنوں کو برداشت کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آزمائش وابتلاء کی ان گھڑیوں میں اپنے رب سے ان گھڑیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے صبر کی ڈھال کے ذریعے استعانت طلب کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضور پرنور ﷺ نے رب کی عطا کردہ نعمتوں کے تحدث کیلئے شکر کی تلوار کے ذریعے اپنے رب کی بے شمار عطا کردہ نعمتوں کا

Marfat.com

حق ادا کیا۔ کیونکہ اِن نفوس قدسیہ کو رب قدیر نے شیطان پر غلبہ عطا کر دیا۔ ہمارے لیے غور طلب امر یہ ہے کہ اگر پیغمبروں (علیہ السلام) کو جو اللہ کے خاص اور پیارے بندے تھے اور جنہیں دنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لیے مخصوص فرمایا گیا تھا کو خدائے بزرگ و برتر نے آزمائش وابتلا سے گزارا ہے تو ہم عام انسان کیا ہیں جنہیں آزمائش سے نہ گزارا جائے کیا ہم آزمائش کی کسی بھی گھڑی میں اِن نفوسِ قدسیہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معمولی سے صبر کا بھی مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور مصیبت یا تکلیف کو رب کی رضا سمجھتے ہوئے اس پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ ذرا اپنے گریبانوں میں نظر ڈالتے ہوئے اپنا محاسبہ کریں کہ کیا آزمائش میں چیخ و پکار اور گھبراہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے؟ یقیناً ایسا ہی ہے خداوندِ قدوس کا فرمان ہے کہ ''بے شک انسان بے صبرا ہے۔'' سوفی صد درست ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ کیا دنیاوی آفات، بیماری، تکلیف، تنگدستی میں ہم صبر کرتے ہیں؟ جبکہ قرآنِ کریم میں بار بار صبر والصلواۃ سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کیا ہم آزمائش میں صبر کا دامن تھامتے ہیں؟۔ حالانکہ سورۃ ''العصر'' انسان کی آمد اور اسکا نتیجہ اور بہتر راستے کی طرف روشن راستہ متعین کر رہی ہے۔ والعصر انَّ الانسان لفی خسر الا الذین ا منو و عمل الصالحات و تواصو با لحق و تواصو باالصبر ۔ ''عصر کی/زمانہ کی قسم انسان یقیناً خسارے میں ہے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور حق اور صبر کا ساتھ دیتے رہے'' تو جب ہم نے رب العالمین کے وضع کردہ اصولوں پر عمل ہی نہیں کرنا تو یقیناً اسکے حکم کے مطابق انسان خسارے میں ہی ہیں۔ ان کے علاوہ جن کا علیحدہ کر کے ذکر فرما دیا گیا۔

اور یہ کہ قرآنِ کریم کا فرمان کہ ''بے شک انسان ناشکرا ہے'' بھی یقیناً درست ہے اور بے شک کا لفظ ہی انسانی زندگی میں اسکی شکر گزاری کے نہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

Marfat.com

جس کی عملی تصدیق انسانوں کی زندگی میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کیا جوانی، مال و منال، اولاد کی کثرت اور عیش وطرب کی ناپائیدار گھڑیوں میں ہم رب کا اُن عطا کردہ نعمتوں پر شکرادا کرتے ہیں؟ بالکل نہیں ۔ ہم تو شکوہ شکایت کے گٹھڑے اٹھائے پھرتے ہیں۔

رب کا شکر تو کیا ادا کرنا ہے ہم تو رب کی جملہ عطا کردہ نعمتوں کو اپنے زورِ بازو اور ہمت و دانائی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ جو یقیناً غلط ہے کیونکہ ربِ ذوالجلال کا فرمان کہ بے شک انسان ناشکرا ہے۔ رب کے فرمان میں شک کرنا انسان کو دین سے خارج کرنے کے لیے کافی ہے۔ اولیاء کرام کی صبر اور شکر کے بارے میں ایک روایت درج کرنے کے بغیر غالباً یہ باب نامکمل رہے گا۔ لہٰذا آپ کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ صبر اور شکر کے معیار کی بنیاد عمل پیرا ہونے والے کے ظرف پر ہے۔ روایت ہے۔ ایک بزرگ دوسرے بزرگوں کے پاس ہمراہ مریدین تشریف لے گئے۔ مہمان بزرگ نے میزبان بزرگ سے صبر اور شکر کی تعریف دریافت فرمائی۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ میرے مریدین جب کچھ نہ ملے تو صبر کرتے ہیں اور جب کچھ مل جائے تو شکر کرتے ہیں۔ میزبان بزرگ نے کہا کہ یہ تو میرے ہاں کے کتوں کا دستور ہے۔ کہ اگر کچھ نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ اور اگر کچھ مل جائے تو شکر کرتے ہیں۔ اس پر مہمان بزرگ نے دریافت کیا آپ کے مریدین کا کیا دستور ہے۔ میزبان بزرگ نے فرمایا کہ میرے مریدین کو اگر کچھ نہ ملے تو شکر کرتے ہیں اور اگر کچھ مل جائے تو اسے راہِ خدا میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ O

بات ہو رہی تھی دونفسوں کی۔ اور غرور و تکبر کی۔ جو ذرا طوالت اختیار کرتی چلی گئی اور آیاتِ کریمہ "علّم الانسان بالقلم"۔ وارد ہونے لگی اور صداقتِ فرمانِ ربی کا کامل یقین ہوتا چلا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے ہی انسان کو قلم عطا فرمایا جس سے وہ اسکی دی ہوئی توفیق سے اس کے سربستہ رازوں سے پردے افشاء کرتا چلا جائے اور قلم رکنے کا نام ہی نہ

Marfat.com

لے۔ جب تک وہ ذات پاک چاہے اور جب نہ چاہے تو کسی انسان کو از خود یہ توفیق ہی نہیں کہ وہ قلم کو کھول کر ایک لفظ ایک نقطہ ہی کاغذ پر پھیلا سکے۔ رب ذوالجلال کا فرمان ہے کہ ہم نے روحوں کی پیدائش کے وقت ہی انکی تمام تر زندگی کے جملہ اعمال کو ضبطِ تحریر کر دیا اور کوئی انسان رب کے لوحِ محفوظ پر زندگی کے بارے احکامات میں از خود ردوبدل کرنے کا مجاز نہ ہے۔ اور ردوبدل کی صورت صرف ایک ہی ہے کہ رب از خود چاہے اور اس کے لیے اسباب مہیا فرمائے۔ اور آیتِ کریمہ ''یشفع عندہ اِلّا باذنہٖ'' کے تحت کسی پیارے کو سفارش کرنے کا اذن عطا فرمائے۔ جو بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں اس شخص کے لیے دعا کرے اور صحبت کا اہتمام کرواتے ہوئے لوحِ محفوظ کے احکامات میں ردوبدل کے لیے قلم کو حکم فرمایا جائے۔ علامہ اقبال کا کیا خوبصورت شعر ہے۔

ع
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضورﷺ سے وفا اُن کی ذاتِ بابرکات سے عشق اور آپ کی زبان مبارک کے مطابق حضرت عمرؓ کے حضورﷺ کے ارشاد پاک کا جواب دینا کہ (حدیث شریف) ''تم میں کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دنیا کی ہر چیز، ماں باپ، بیوی بچوں، اور حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو'' اگر خدا توفیق دے اور ایمان مکمل ہونے کی حضورﷺ کی شرط پوری ہو جائے تو یہ جہانِ رنگ و بو جس کی حقیقت خدائے ذوالجلال کی نظر میں مچھر کے پر سے زیادہ نہیں ہے۔ کوئی چیز ہی نہیں جس کے لیے ہم اپنی پوری زندگیاں بہتر سے بہتر کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں اور یوں غفلت میں وقتِ آخر آ جاتا ہے اور قولِ خداوندی کے مطابق دنیا دار انسان کو دنیا کی رنگینیوں میں ایسا مصروف کر دیا جاتا ہے کہ آخر وقت تک اُسے ہوش ہی نہیں آتا۔ اور اسے آخر وقت تک دنیا

Marfat.com

میں مصروف و مگن رکھا جاتا ہے اور اچانک موت دے کر توبہ کی توفیق بھی چھین لی جاتی ہے۔
تو یہ جہانِ رنگ و بو تو کوئی چیز ہی نہیں مکمل ایمان والوں اور عاشقوں اور حکم کی تعمیل کرنے والوں کو لوح و قلم بھی عطا کر دیے جاتے ہیں۔ میری نظر میں لوح و قلم عطا کرنے سے مراد انہیں خداوند کریم کی طرف سے سفارش کا اذن عطا فرما دیا جاتا ہے اور وہ رب کے دیے ہوئے اذن سے اسکی دی ہوئی توفیق سے اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں رب کے عطا کردہ اختیارات سے لوحِ محفوظ پر کیے گئے احکامات اور فیصلوں میں رد و بدل کرتے ہیں۔
بقول علامہ اقبال۔

ع

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

میں توفیقِ خداوندی سے آپ کو کشاں کشاں ایک ایسے ہی مردِ مومن کی طرف لے جا رہا ہوں۔ جو علی پور سیداں کے خانوادۂ سادات کے روشن چشم و چراغ جناب سرکار پیرِ عالی مقام سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ علی پور سیداں شریف تھے۔
جناب قبلہ عالم جماعت علی شاہ صاحب کا حلقہء مریدین یوں تو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے جبکہ پاکستان میں بھی آپ کے مرید خاصی تعداد میں ہیں۔ اور اُس وقت کے ضلع سیالکوٹ اور اب کے ضلع نارووال میں کیونکہ آپ کا روضہ پرانوار واقع ہے۔ لہٰذا یہاں عمومی طور پر آپ کے کثیر تعداد میں مرید ہیں۔

جب بندہ حقیر جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا نارووال میں بطور انسپکٹر تعینات تھا تو بندہ کے دوستوں میں چند ایک سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ علی پور شریف سے منسلک تھے۔ اور اس وقت کے سجادہ نشین عالی مرتبت پیر سید نور حسین شاہ صاحب جن کا مزارِ اقدس اب احاطہ/گنبد روضہء شریف پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے اندر واقع ہے۔ اُن میں ارشاد

Marfat.com

میڈیکل سٹور مین بازار نارووال کے مالک ڈاکٹر ارشاد صاحب جو میرے قریبی دوستوں میں تھے۔ پیر صاحب کی زیارت اور ملاقات کے لیے اکثر جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد علی پور شریف تشریف لے جاتے تھے۔ دو تین دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنی موٹر سائیکل کے پیچھے سٹینڈ پر پھلوں کی ٹوکری باندھے ریلوے سٹیشن نارووال کے مال گودام جہاں میں چاولوں کی سرکاری خریداری کے سلسلہ میں بکارِ سرکار مصروف ہوتا تھا یا سرکاری غلہ گوداموں پر جو نارووال ریلوے سٹیشن اور مال گودام کے بالکل ساتھ واقع تھے تشریف لائے، دریافت پر انہوں نے بتلایا کہ وہ علی پور شریف جا رہے ہیں۔ دوسری تیسری مرتبہ میں نے پھر پوچھا کہ کیا آپ ہر دفعہ اپنے پیروں کے لیے پھلوں کی ٹوکری لے جاتے ہیں؟۔ اور کیا ٹوکری کے بغیر حاضری نہیں ہو سکتی؟۔ وہ کیونکہ پیر پرست آدمی تھے اس لیے میری بات کا بُرا منایا اور کہنے لگے کسی روز میرے ساتھ علی پور شریف چلو تو تمہیں معلوم ہو جائے حاضری کیسے ہوتی ہے۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ چند یوم کے بعد پھر گودام پر آئے اور کہنے لگے چلو یار تمہیں علی پور شریف لے چلوں۔ شاہ صاحب سے ملو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔ میرا خدا میرے لیے نیکی کے راستے اور دینی و دنیاوی بہتری کے اسباب پیدا فرما رہا تھا۔ مگر میں اس وقت اس بات سے بے خبر اپنے دونفسوں کی گھن گرج میں اپنے محسن کو جواب دے رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب آپ مجھے اپنے پیروں کے پاس لے جا رہے ہیں۔ آپ نہیں جانتے میں کون ہوں۔ میں بھی تو پیروں کا پُتر ہوں اور پیر ہوں۔ یوں کیا کرو ایک ٹوکری/ ڈالی میرے لیے بھی لے آیا کرو اور یہ کہ مجھے علی پور شریف جا کر آپکے پیروں کو حاضری دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے یار نے اس بات کا بہت غصہ کیا اور وہ چند ماہ تک دوبارہ میرے پاس ملنے نہ آیا۔ ایک دن اچانک بازار میں ملاقات ہوگئی۔ وہ موٹر سائیکل پر سوار تھا۔ مگر اس کے پیچھے کوئی ڈالی فروٹ نہ تھی۔ میں نے شرمندگی سے اسے کہا کہ تم جب آئندہ علی پور شریف جاؤ تو

Marfat.com

مجھے بھی ساتھ لے جانا، اس پر اس نے کہا: سوچ سمجھ کر بات کرنا میرے آنے پر کسی مصروفیت کا بہانا نہ کر دینا۔ چند دنوں کے بعد ڈاکٹر صاحب ڈالی سے مسلح ہو کر گودام پر آئے اور میں بغیر پوچھے انکے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور کلومیٹروں کا سفر لمحوں میں طے ہو گیا۔ اور ہم منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ علی پور سیداں شریف جانے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ جو میرا رب میرے مقدر میں لکھ چکا تھا۔ علی پور شریف دیہہ کے اندر داخل ہوئے۔ پرانی حویلی میں اوپر کی چھت پر حضرت براجمان تھے۔ حویلی کے اردگرد اور اندر رش تھا مگر تنگ سیڑھیوں میں اترتے اور چڑھتے ہوئے مریدین ایک دوسرے سے رگڑتے ہوئے اپنے عمل میں مصروف تھے۔ ہم دونوں بھی سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے اوپر پہنچے تو آخری کونہ کے کمرہ کی طرف رش نظر آیا۔ خستہ بالکونی جو لکڑی کی تعمیر شدہ تھی میں احتیاط سے چلتے ہوئے آخری کونے کے کمرہ تک پہنچے تو دروازے پر چک ایستادہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے دائیں ہاتھ سے ڈالی تھامتے ہوئے بائیں ہاتھ سے چک اٹھائی اور اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے بھی اشارہ کیا میں بھی انکے پیچھے کمرہ میں داخل ہو گیا۔ کمرہ میں شمال مغرب کی طرف پشت کیے سفید ململ کے کرتہ اور سفید تہہ بند میں ملبوس پیر سید نور حسین شاہ صاحب مریدین کی طرف رخِ روشن کیے دری پر تشریف فرما تھے۔ میرے رفیق نے ڈالی آپ کے قدموں میں رکھ کر گھٹنے زمین پر ٹیکتے ہوئے آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میں جو اپنے زائد نفس کے ہاتھوں مجبور تھا یہ توفیق نہ ہوئی کہ میں اپنے ہم سفر رفیق کی پیروی کرتا۔ بلکہ میں نے صرف دایاں ہاتھ آگے بڑھایا اور حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ اور کمر اور گردن میں خم کا نام ونشان بھی نہ ظاہر ہونے دیا۔ کہ میں بھی تو پیروں کی اولاد تھا اور ایک پیر کا دوسرے پیر کے سامنے جھکنا مجھے اُس وقت اچھا نہ لگا۔ جس کے لیے میں آج تک شرمندہ ہوں مگر اب اس گزرے ہوئے وقت پر کیے گئے عمل کا میرے پاس کوئی تریاق نہیں ہے۔ قبلہ پیر صاحب

Marfat.com

کی رنگت نور میں ڈوبے ہوئے کسی فرشتے کی مانند تھی اور وہ صرف نام کے ہی نور حسین نہیں بلکہ واقعی حضرت حسینؓ کے نور تھے، جو انکے رُخِ مبارک سے ہویدا تھا انکے چہرے پر نظر روکے رکھنا مجھے اپنے بس سے باہر ہوتا ہوا محسوس ہوا اور ان کی عظمت اور وجاہت کے سامنے میری نظریں باوجود کوشش جھک گئیں۔ نظریں جھکتے ہی سفید ریش مبارک سے اترتی ہوئی آپ کے جسم مبارک کا طواف کرتی ہوئی جو زبانِ حق سے سراسر نور ہونے کا بّین ثبوت تھا۔ جس کی لطافت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ ایسا لگا اگر میری نظریں کچھ دیر اور جسم مبارک پر رک جاتیں تو شاید جسم کے پیچھے کی طرف دیوار دکھائی دے جاتی۔ نظریں دستِ مبارک پر آ کر رک گئیں۔ جن پر غیر محسوس انداز میں شماری کا سلسلہ جاری تھا۔ مگر لبوں پر کوئی جنبش نہ تھی۔ اس وقت تو سمجھ نہ آئی کہ ہونٹ بند ہیں۔ شماری کس چیز کی ہو رہی ہے۔ جبکہ لوگوں سے گفتگو کے لیے ہونٹ مبارک وا ہوتے تھے۔ بقول افلاطون جب اُس سے اسکے علم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے جواباً کہا کہ میں اپنے آپ کو اس بچے کی مانند سمجھتا ہوں۔ جو سمندر کے کنارے ریت پر بیٹھا ہے اور اسکا علم ریت کے بے بہا ذخیرہ میں سے ایک ذرے کے برابر ہے۔ افلاطون جو دنیا کے عالموں میں معدودِ چند کے شمار میں آتا ہے۔ اگر اسکا اپنے علم کے بارے میں یہ خیال ہے تو پھر دوسرا کون علم کا اور عالم ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ رب کی دی ہوئی توفیق اور کرم اور حضور ﷺ کے صدقے جو علم کے ذرّے کا کروڑوں/اربوں کا حصے کا علم ہوا اسکے انداز ے سے معلوم ہوا کہ جیسے کہ کسی ولی کامل نے فرمایا کہ میں ستر سال سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اُن سے مخاطب ہوں حالانکہ میں ان سے تو مخاطب نہیں ہوتا میں تو اس وقت اپنے رب سے گفتگو کر رہا ہوتا ہوں۔ تو یہ اندازِ گفتگو اور شماری دراصل ایسا ہی معاملہ معلوم ہوا۔ پیر صاحب قبلہ نے مریدین سے گفتگو کرتے کرتے اچانک ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا کہ ''ایہہ باؤ جی کون

Marfat.com

نیں''(کیونکہ میں نے سخت تنگ پتلون پہنی ہوئی تھی ۔ جو میرے زمین پر بیٹھنے میں بھی میرے لیے رکاوٹ تھی)۔ڈاکٹر صاحب نے مودبانہ بتلایا ''ایہہ فوڈ دے انسپکٹر نیں'' آپ نے پھر دریافت کیا ''کتھے انسپکٹر نیں'' ڈاکٹر صاحب نے بتلایا ''ایہہ نارووال انسپکٹر نیں'' جس پر پیر صاحب نے زیرِ لب تبسم فرماتے ہوئے کہا ''اچھا کھنڈاں دے انسپکٹر ہوئے ناں''۔ساتھ ہی مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اپنے قریب ہونے کا حکم دیا۔ میں بیٹھے بیٹھے آگے کھسک گیا۔اور آپ کے قریب ہونے پر آپ نے مجھے براہِ راست سوال کیا ''باؤ جی، کتھوں دے رہن والے او۔'' میں نے عرض کیا کہ رعیہ خاص ریلوے سٹیشن کے ساتھ تھرپال گاؤں کا رہنے والا ہوں ۔ جس پر آپ نے سوال کیا ''اکبر شاہ ہوراں دے کیہہ لگدے او۔'' میں نے بتلایا کہ میں انکا پوتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ ''میں وی کہنداساں باؤ سِدھا ہوہو کے بیندہ اے،ہن پتہ لگا کیہہ گل اے'' اپنے دادا حضور کا نام پیر صاحب کی زبان سے سن کر حیرانی ہوئی اور یقین ہو گیا کہ آپ امام حسینؓ کے نورِ فراست سے بھی مکمل طور پر مزین ہیں ۔جبھی تو براہِ راست میرے دادا حضور کا نام لے کر مجھ سے دریافت فرمایا گیا۔ فرمانِ نبوی ﷺ کے اس قول کی صداقت واضح ہوگئی کہ ''مومن کے نورِ فراست سے ڈرو'' کہ وہ اپنے نورِ بصیرت سے ہر چیز سے باخبر ہے۔وقت کی ساعتیں گزرنے کا تعین ہی نہ ہو سکا اور ڈاکٹر صاحب نے اشارے سے چلنے کے لیے کہا اور پیر صاحب سے اجازت طلب کی اب میری مجال نہ تھی کہ میں دستِ مبارک کو بوسہ نہ دوں ۔ میرے اٹھتے ہوئے پیر صاحب نے فرمایا ''باؤ جی کدی کدی آجایا کرو آونا چنگا ہونداا ے۔ تے نالے اکبر شاہ ہوراں نوں میرا اسلام کہنا۔آکھنا نور حسین شاہ سلام کہنداسی تے نالے اونہاں نوں دسناں میں علی پور گیا ساں۔'' یہ میری قبلہ کے ساتھ پہلی ملاقات تھی ۔اس کے بعد چند مرتبہ اور حاضری کا شرف نصیب ہوا۔جسکی تفصیل کے بغیر معاملہ ادھورا رہ جائے گا۔اختصار کے

Marfat.com

ساتھ بیان کرتا ہوں۔ایک دفعہ میں حضرت کی زیارت کے لیے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ حاضر ہوا۔دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔آپ نے کھانا/لنگر لانے کا حکم فرمایا اور جب دستر خوان سجایا گیا تو اس پر غالباً آٹھ قسم کے پکوان موجود تھے۔حضرت اپنے دستِ مبارک سے اس ناچیز کو بار بار مختلف پکوانوں میں سے پلیٹ میں ڈال ڈال کر کھانا دیتے اور ساتھ فرماتے جاتے ''باؤ جی ایہہ وی کھاؤ'' کھانے کے بعد موقع پر موجود پیر اشرف شاہ صاحب کو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ''ایہہ ساڈا مرید نئیں ایہہ تہاڈا بھرا اے۔میری زندگی وچ تے میرے بعد ایہدی اسطرح ای خاطر کرنی اے۔''ایک دفعہ شام کی نماز کے کچھ دیر قبل حاضری کا اتفاق ہوا آپ نے رات کا کھانا کھانے کے بعد ڈاکٹر صاحب کے اجازت طلب کرنے پر فرمایا ''اج تُسی جاؤ باؤ اج ایتھے ای رہے گا'' میں نے آپ کا فرمان سننے پر بھی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا '' جانا بہت ضروری اے تے ٹھیک اے'' ساتھ ہی پیر اشرف صاحب کو فرمایا کہ ''رات ہوگئی ایہناں لئی ٹانگے دا اِنتظام کرو'' تھوڑی دیر بعد تانگہ آنے کی اِطلاع پر رخصت لے کر آ گئے۔تانگے میں بیٹھنے پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر حضرت مجھے رُکنے کا کہتے تو میں کبھی نہ جاتا۔تانگہ پکی سڑک پر ہمیں اُتار کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔جس پر میں نے تھوڑی دیر بعد تانگے والے کو پوچھا کہ وہ واپس کیوں نہیں جا رہا۔اُس نے بتلایا کہ اُسے حکم دیا گیا تھا کہ جب تک مہمان بس میں سوار نہ ہو جائیں تم اُدھر کھڑے رہنا اس لیے میں اُس وقت تک کھڑا ہوں جب تک آپ لوگ بس میں نہ سوار ہو جائیں۔تقریباً دو گھنٹے تک کوئی بس نارووال جانے کے لیے نہ آئی۔جس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا اب تو تانگے میں بیٹھ کر واپس علی پور چلے چلیں۔کیونکہ آپ نے تمہیں رات رُکنے کے لیے کہا تھا۔اب کوئی بس نہیں آئے گی۔جس پر میں نے جواب دیا کہ میں تو اب واپس نہیں جاؤں گا اور نارووال ضرور جاؤں گا چاہے مجھے پیدل ہی کیوں نہ جانا پڑے۔اس کے

Marfat.com

تقریباً 15 منٹ بعد ایک ٹرک ہمارے پاس سے گزر کر آگے جا کر رک گیا۔ اور ریورس گیئر لگا کر تھوڑا فاصلہ طے کر کے واپس آ گیا۔ ٹرک کے اندر سے آواز آئی ''جاوید صاحب نیں'' میں حیران ہوا کہ یہ کیسا انتظام ہے۔ وہ ایک چاولوں کا آڑھتی تھا جو نارووال میں چاولوں کا کاروبار کرتا تھا۔ مگر چلتے ٹرک سے اس نے ٹرک کی روشنی میں رات گیارہ بجے ماہ دسمبر میں مجھے کیسے پہچان لیا۔ میں اور ڈاکٹر صاحب ٹرک میں سوار ہو گئے۔ میں نے ولایت اللہ بٹ آڑھتی سے پوچھا کہ اس نے اتنی رات گئے چلتے ٹرک سے مجھے کیسے پہچان لیا؟ جس پر اس نے بتایا کہ ٹرک آپ کے پاس سے گزرنے کے بعد مجھے شک پڑا کہ اپنے انسپکٹر جاوید صاحب سڑک پر کھڑے ہیں۔ پھر ایک اور خیال آیا کہ وہ تو صاحب قسم کا آدمی ہے اتنی رات گئے اس سڑک کے کنارے وہ نہیں ہو سکتا۔ وہ تو اس وقت سو رہا ہو گا۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے مگر آواز دینے پر آپ ہی نکل آئے۔ اگلی دفعہ جب حضرت کی زیارت کے لیے علی پور شریف حاضر ہوا تو آپ نے دست بوسی کے وقت ہی فرمایا ''باؤ جی تُسی بڑے ضدی او میں کیہا ہن چلے ای جان''۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے حضرت نے اس رات میرے اور ڈاکٹر ارشاد کے درمیان ہونے والی مکمل گفتگو اپنے کانوں سے سُنی ہے۔ اور جیسے وہ ہمارے ساتھ وہاں سڑک پر ہی موجود تھے۔

1976ء میں نارووال سے میرا تبادلہ لاہور ہو گیا۔ اُس کے بعد علی پور شریف دو چار مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا مگر وہ حسینؒ کا نور پردہ فرما چکا تھا اور میں دوبارہ کبھی حاضر ہونے کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ 1982ء میں میرے دوست انسپکٹر ملک صادق صاحب نے ایک دن دورانِ گفتگو بتلایا کہ اُن کے والد صاحب علی پور سیّداں والوں کے مرید ہیں جس پر میں نے انہیں اپنی حضرت صاحب سے ملاقات اور اُن کا نیاز مند ہونا بتلایا۔ لہٰذا آئندہ عرس پر بذریعہ کار حاضری دی۔ حضرت اپنے جدِ امجد پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پہلو

Marfat.com

میں خوابِ استراحت فرما رہے تھے۔ موجودہ سجادہ نشین پیر افضل حسین شاہ صاحب اور پیر اشرف شاہ صاحب نے حضرت کے میرے بارے میں فرمان کی روشنی میں انتہائی محبت اور شفقت فرمائی۔ غالباً 87-1986ء میں نارووال سے سیالکوٹ جاتے ہوئے راستے میں علی پور شریف حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ دربار پر حاضری دے کر صحن کے ذریعے باہر نکلتے ہوئے اپنے دوستوں سے حضرت کے محاسن بیان کر رہا تھا کہ دروازے کے باہر ایک چٹائی پر چادر لیے ہوئے کوئی لیٹا ہوا نظر آیا۔ باتیں کرتے ہوئے ابھی چند گز ہی دور گئے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی ''جاوید صاحب ہیں؟''۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چونکہ جو دروازے کے باہر چادر اوڑھے چٹائی پر لیٹا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں تھا بلکہ وہ تو خود جناب پیر سید افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور سیداں تھے۔ میں فوراً واپس پلٹا اور اُن کے پاس چٹائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا حضرت آپ اور یہاں باہر لیٹے ہوئے ہیں؟۔ فرمانے لگے ''یار ذرا دردِ ریح کی شکایت تھی۔ میں تو جب بیمار ہوتا ہوں یہاں آ کر لیٹ جاتا ہوں۔ اور بزرگوں سے صحت کی دعا کرتا ہوں۔ اور یہی مجھے ٹھیک کر دیتے ہیں۔'' میں نے پوچھا شاہ جی آپ نے تو اوپر چادر لے رکھی تھی جب میں آپ کے پاس سے گزرا تھا۔ تو آپ نے کیسے مجھے پہچان لیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ حالانکہ آپ یہاں پر بہت ہی کم آتے ہیں۔ لیکن قبلہ نور حسین شاہ صاحب کے پاس آنے اور میری اس دوران موجودگی کی وجہ سے اور حضرت کے آپ کے بارے میں حکم کو یاد رکھتے ہوئے میں نے آپ کو آپ کی آواز سے پہچانا۔ کیونکہ آپ اپنے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے۔

1992ء میں فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں ڈائیریکٹوریٹ میں اِنفورسمنٹ سٹاف میں تعیناتی کے دوران سیالکوٹ میں انسپیکشن کا حکم ملنے پر محمد فاروق بھٹی انفورسمنٹ انسپکٹر کے ساتھ بطور اسسٹنٹ فوڈ کنٹرولر انفورسمنٹ بذریعہ کار نارووال سے پسرور جاتے ہوئے راستے میں علی

Marfat.com

پور شریف کے سادات کرام کے روضہ مبارک کا سفید گنبد دیکھنے والے کو سڑک سے نظر آتا ہے۔ گنبد نظر آتے ہی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو اس نے دریافت کیا آپ کیا کر رہے ہیں۔ جس پر میں نے اسے بتلایا کہ وہ سفید سنگ مرمر کا گنبد علی پور سیداں کے سادات کے روضہ مبارک کا گنبد ہے۔ جس پر اس نے بتایا کہ اُس کے والد صاحب حضرت کے مرید ہیں۔ اور یہ کہ وہ علی پور سیداں حاضری دینا چاہتا ہے لہٰذا کار کو سولنگ سڑک پر موڑ کر دربار پر حاضری دے کر واپسی پر پرانی حویلی رک گیا، پتہ چلا کہ پیر اشرف شاہ صاحب اوپر کمرے میں آرام فرما رہے ہیں۔ سیڑھیوں کے شروع میں کھڑے مرید نے بتایا کہ حضرت سو رہے ہیں اور یہ کہ وہ انہیں نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو اوپر جانے کی اجازت ہے۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ حضرت کے دروازہ کھولنے کی آواز کے ساتھ ہی آپ کی آواز سنائی دی کہ کون ہے۔ میں نے اپنا نام بتلایا تو لکڑی کی بالکونی میں سے دیکھا اور اوپر آنے کی اجازت دی۔ جب پتلی سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچا تو کمرے کے دروازے میں بازو پھیلائے کھڑے پایا۔ محبت سے گلے لگایا اور مرید کو فوراً کھانا لانے کا حکم دیا۔ میرے بتلانے پر کہ کھانا کھا کر آیا ہوں فرمایا کہ مجھے بڑے حضرت کا حکم یاد ہے۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ ضرور لینا پڑے گا۔ خورد و نوش کے دوران میرے رفیق نے پیر صاحب سے دریافت کیا کہ سجادہ نشین صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے اُسے بتلایا کہ وہ قصور گئے ہیں اور واپسی پر لاہور آئیں گے۔ جس پر اس نے پوچھا کہ کیا حضرت لاہور میں اس کے گھر تشریف لا سکتے ہیں اور اسکا کیا طریقہء کار ہے۔ پیر صاحب نے جواب دیا کہ یہ جو تمہارے ساتھ ہے پیر افضل صاحب سے اگر لاہور میں یہ رابطہ قائم کرے تو کوئی صورت نہیں کہ پیر صاحب اسکی بات کو رد کر دیں اور وہ ضرور تمہارے گھر آسکتے ہیں اگر یہ چاہے اور یہ سارا پروگرام معلوم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد علی پور شریف جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں میری کوتاہی اور غفلت شامل ہے۔

Marfat.com

حالانکہ میرے یقین کے مطابق آج بھی سادات علی پور کی ارواحِ مبارکہ فقیر کی اُسی طرح سرپرستی فرما رہی ہیں جس طرح وہ اپنی زندگی مبارک میں خصوصی محبت اور شفقت سے نوازتی رہی ہیں۔

Marfat.com

حضرت صوفی برکت علیؒ لدھیانوی

دارالاحسان (فیصل آباد)

1982 اور 1983 میری زندگی میں اِس نوعیت سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ راشننگ میں پوسٹنگ ہونے کی وجہ سے کام بہت کم تھا اور فراغت کا وقت بہت زیادہ تھا۔ کیونکہ دیگر غیر ضروری مصروفیات میری زندگی میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ دفتر اور وہاں سے فارغ ہو کر سیدھے گھر واپس آنے کے معمولات تھے۔ اِنہی دنوں اپنی ادھوری تعلیم کو مکمل کرنے کا خیال آیا لہذا شام کی کلاسوں میں پرائیویٹ ایم۔اے اکنامکس کی تیاری شروع کر دی 1968/69 میں بندہ پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس میں ایم۔اے اکنامکس میں زیرِ تعلیم تھا تب فیلڈ مارشل ایوب خاں کے خلاف تحریک زوروں پر تھی لہذا یونیورسٹی کو طویل عرصہ کے لئے بند کر دیا گیا۔ بندہ کے والد نے اُسے وقتی طور پر L.O.S میں ٹائم کیپر کی ملازمت دلوا دی اور یوں طالب علمی کے زمانہ میں ہی نوکری بھی شروع ہوگئی۔ L.O.S کی بسوں میں ملازم ہونے کی وجہ سے مفت سفر کی سہولت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے، چند روز بعد پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس جا کر حالات کا جائزہ لے لیتا۔ اور یوں آہستہ آہستہ یونیورسٹی چھٹتی گئی اور نوکری پکی ہوتی گئی آخر کار تعلیم تو ختم ہوگئی اور محکمہ خوراک میں اِنسپکٹر کی نوکری مستقل بنیاد پر مل گئی۔ 1969 سے 1976 تک پوسٹنگ مراکز خریداری گندم ضلع شیخوپورہ اور نارووال میں رہی، 1977 میں لاہور واپس ہوئی۔ ماسٹرز ڈگری لینے کی اندر پلنے والی خواہش پوری ہونے کی اُمید باقی رہی اور آخر 1979 میں Seven Seas پرائیویٹ اکیڈمی سنت نگر میں شوقِ تعلیم پورا ہوتا رہا۔ جب داخلہ بھجوا کر رولنمبر آنے پر امتحان کے لئے دفتر سے رخصت کی درخواست گزاری تو اُس وقت کے ضلعی افسر نے

Marfat.com

درخواست پر اعتراض لگا دیا کہ شام کو داخلہ لینے سے قبل درخواست گذار کو اتھارٹی سے اجازت حاصل کرنا ضروری تھی۔ لہذا چھٹی کی درخواست رد کر دی گئی اور بندہ کی دو سال کی محنت اور تیاری امتحان غارت کر دی گئی۔ اس ناکامی پر خاموشی کی بجائے چند ماہ بعد F.E.L شام کی کلاسوں میں پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں نئے تعینات شدہ ضلعی افسر مختار خوراک سے بڑی منت سماجت کے بعد Provisonal اجازت لیکر داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر شومئی قسمت کہ جس افسر نے پہلے اعتراض امتحان برائے M.A لگایا تھا وہ اس وقت ترقی پا کر اسسٹنٹ ڈائیریکٹر کے عہدے پر بیٹھے تھے۔ جب ضلعی افسر مختار خوراک کی چھٹی Provisonal اجازت نامہ برائے Confirmation اتھارٹی اُن کے پاس پہنچی تو انہوں نے چٹھی جاری کروائی کہ ضلع مختار خوراک کی دی گئی اجازت واپس لی جاتی ہے اور یہ کہ مجھے F.E.L کی شام کی کلاسوں میں داخلے کی اجازت نہ ہے مگر خداوند قدوس نے کوئی ایسی صورت بنا دی کہ اس دوران بندہ کو 1980 میں راشننگ میں ٹرانسفر کر دیا گیا جہاں آخر کار 1983ء میں لاء گریجوایشن مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اسی اثنا میں وقت کی فراوانی ایک نعمت ثابت ہوئی تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ بندہ بیک وقت پانچ لائبریریوں کا ممبر رہا جہاں تصوّف کی کتابوں کا مطالعہ چلتا رہا یوں لگتا تھا جیسے ان لائبریریوں میں میری کوئی گم گشتہ چیز موجود ہے۔ ان دنوں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں صدیقی صاحب نامی لائبریرین موجود تھے جبکہ امریکن سنٹر میں میرے لاء کالج کے کلاس فیلو ایک دوست اسلم مجاہد لائبریرین تھے۔ اس طرح دو لائبریریاں تو میرے گھر کی طرح تھیں۔ جب جی چاہتا اوقاتِ کار کے اندر ہر طرح کی تلاشِ کُتب اور مطالعہ جاری رہتا تھا۔ صدیقی صاحب مرحوم جو سیرت النبی کی ایک کتاب کے مصنف بھی تھے میرے دوست ریاض مصطفٰے صاحب کے ساتھ زائرین میں دہلی کا چکر بھی لگا چکے تھے۔ وہ

Marfat.com

بڑے مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے۔اور اکثر ریاض صاحب کو کہا کرتے تھے "بھئی آج کے دور میں لوگوں کے پاس مطالعہ کے لئے کوئی وقت نہیں ہے تم نہ جانے ان صاحب کو کہاں سے ڈھونڈ کر لائے ہو کہ ان کے شوقِ مطالعہ کو دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔" مطالعہ اور نوکری کے ساتھ ساتھ اندرونی بے چینی اور خلفشار تھا کہ رُکنے کا نام نہ لیتا تھا۔ کسی مردِ کامل کی زیارت کی جستجو رہتی تھی جس سے ہمارا بھی بیڑہ پار ہو جائے۔ ہم بھی اُس زنجیر میں شامل ہو جائیں جو مرشد پاک سے شروع ہو کر حضور ﷺ تک جاتی ہو۔ اور حضور ﷺ کے ہاتھوں کے لمس کی خوشبو بتدریج ہم تک کسی صورت پہنچ جائے۔ نُور کی کوئی کرن چھنتے چھنتے ہماری پیشانی کو بھی چھو جائے اور ہم بھی جنت کے اُمیدوار ہوں کیونکہ جس انسان تک ان میں سے کوئی بھی چیز پہنچ گئی میرا ایمان ہے اُسے جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔

چند دوستوں میں بیٹھے بیٹھے ایک روز دارالاحسان کا ذکر چل نکلا اور قبلہ صوفی برکت صاحب کا تذکرہ ہوا تو دل مچلنے لگا۔ آرزو نے حاضری کی تمنا کو بیدار کر دیا سوچا جس قدر جلد ہو سکے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہئے مگر اللہ ہُو رحمان کی بچھائی ہوئی اس بساط پر شیطان بھی اللہ کے دربار سے نکلتے وقت اپنے کیے ہوئے پیمان کو پورا کرنے کے لئے کوشش میں مصروف رہتا ہے کہ "میں آدمؑ کی اولاد کو قیامت تک بہکاتا ہی رہوں گا کیونکہ اسی کی وجہ سے مجھے اس عالی دربار سے نکلنا پڑا ہے۔" وہ ہمارے رگ و پے میں ہمارے خون کے ساتھ گردش میں ہے اور ہر نیکی اور بھلائی میں وسوسے سے رخنہ اندازی کا کام بھرپور طریقے سے کرنے میں مصروف ہے۔ نیکی کی نیت سے اس عمل کے مکمل ہونے تک ہر طور اپنا وار چلاتا رہتا ہے۔ نماز کی حالت میں بھی خلل اندازی میں مصروفِ کار آخر تک پراگندہ خیالات کی صورت میں خون کے ساتھ رواں دل و دماغ کو عجیب قسم کی کشمکش میں اور حساب و کتاب میں ڈالتا اور نکالتا رہتا ہے۔ کوئی آدم زاد ماسوائے انبیائے کرام کے

Marfat.com

اُس کے شر سے محفوظ نہ ہے۔ صرف وہ جن کو خداوندِ ذوالجلال اپنی پناہ میں لے لے اور اُس کے شر سے محفوظ فرمائے۔ اِسی لئے سب سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا حکم کیا گیا کہ مسلمان ہر کام کرنے سے پہلے اس مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے اور تمام عمر مانگتا ھی رہتا ہے کیونکہ اس سے بچاؤ صرف اللہ کی ذات ہی کر سکتی ہے۔ اس لئے پناہ صرف اللہ سے ہی مانگنی چاہیے، یہ مرد ود انسانوں پر اپنا حربہ بقدرِ ضرورت استعمال کرتا ہی رہتا ہے ہم جیسے کمزور انسان تو اس کے معمولی حربوں کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ مضبوط اور پختہ ایمان والوں کے لئے اس کی چالیں اور وسوسے بھی خطرناک ہوتے ہیں۔ جس طرح حضرت غوث پاک اعظمؒ جب عراق کے ریگزاروں میں تنہائی میں وقت گزار رہے تھے۔ ایک دن سخت چلچلاتی دھوپ میں جب آپ ریت کے تپتے صحرا میں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ اس ظالم نے بادل کی صورت میں حضرت کے سر پر سایہ کر دیا اور بادل میں سے آواز آئی ''اے عبدالقادرؒ میں تمہارا خدا بول رہا ہوں۔ آج سے تم پر تمام عبادات ساقط کر دی گئی ہیں اور تمہیں نماز کی بھی معافی دی گئی ہے'' آپؒ نے جب احکامات پر غور کیا تو فوراً سوچا کہ حضور ﷺ پر نماز فرض کی گئی تو پھر آپ ﷺ پر کیوں نماز کو ساقط اور معاف کرنے کے احکامات نہ اُتارے گئے۔ اگر حضور ﷺ کو نماز معاف نہ ہوئی تو مجھے کیسے نماز معاف ہو سکتی ہے۔ آپؒ نے معاملہ کو سمجھتے ہوئے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا تو وہ مردود سر کے بل اپنی اصل صورت میں زمین پر آ گرا اور کہنے لگا ''عبدالقادرؒ تم اپنے علم کے زور سے آج میرے وار سے بچ گئے ہو۔ میں نے آج تک لاکھوں لوگوں کو اسی وار سے بہکا دیا۔'' اس پر آپؒ نے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''ظالم تو نے دوسرا وار پہلے سے بھی زیادہ مہلک اور کاری کیا ہے کہ میں اپنے علم کی وجہ سے تمہارے وار سے بچ گیا ہوں۔ حالانکہ میں تو صرف اپنے رب کے فضل و کرم کی بدولت تمہارے وار

Marfat.com

سے بچا ہوں۔'' تو جناب اگر سرکار غوث پاک اعظمؒ جیسی ہستیاں جو صرف قادر کے عبد تھے اس لعین کے وار کی زد میں آگئے اور صرف اپنے رب کے کرم اور فضل کی وجہ سے بچ گئے تو ہم جیسے ''گلیاں دے رُوڑے کوڑے'' کی کیا حیثیت اور کیا اوقات ہے۔ ہمارے لئے تو ایک سکہ ہی کافی ہے جیسا کہ روایت ہے کہ شیطان سے اللہ کے کسی بندے نے دریافت کیا کہ ابن آدم کو بہکانے کے لئے اس کے پاس سب سے آسان کیا نسخہ ہے تو اس نے بتایا کہ ابن آدم کے لئے تو ایک سکہ ہی کافی ہے۔ میں اسے سڑک پر لڑھکا دوں تو جدھر جدھر وہ سکہ چلتا جائے گا ابن آدم دیوانوں کی طرح اُس کے پیچھے بھاگیں گے اور اصل حاصل زندگی یعنی خدا کی معرفت کی پہچان سے ہٹ جائیں گے جبکہ اصل میں:

ع
زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بات چل رہی تھی دارالاحسان کی اور صوفی برکت صاحب کی۔ تو اندر شیطان مردود گھس آیا کہ وہ ابن آدم کو تو بہکاتا ہے قلم کو بھی بہکا دیا۔ چند یوم کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد آخر حق کا پلہ بھاری ہوا جو ازل سے بھاری ہے اور ابد تک بھاری ہی رہے گا۔ کیونکہ خالق اور مخلوق کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ خالق اپنی مرضی سے مخلوق کو مہلت تو دے سکتا ہے۔ جیسا کہ شیطان کو قیامت تک اس بات کی مہلت دی گئی کہ وہ اپنے تئیں ابن آدم کو بہکانے کی کوشش کرے مگر ربّ ذوالجلال نے اُس کی قسم کہ ''وہ ابن آدم کو بہکا کر ہی رہے گا'' پر اُسی وقت پابندی لگا دی تھی کہ تو ''میرے'' بندوں کو نہیں بہکا سکے گا اور اختیاراتِ شیطانی پر پابندی تو اُس کا خالق ہی لگا سکتا ہے اُسے اختیار دینے میں بھی ابن آدم کا امتحان مقصود تھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس کے بہکانے میں نہیں آتے اور قرآن کریم میں ہدایت نازل ہونے کے باوجود نہ تو اُسے پوری طرح سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں۔ قرآنِ

Marfat.com

کریم میں اُسے بار بار کھلا دشمن قرار دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی ابن آدم اپنے کھلے دشمن کی چالوں، حیلوں اور بہانوں کا شکار ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ قیامت تک اپنی کھائی ہوئی قسم پوری کرتے ہوئے انہیں بہکاتا اور ورغلاتا رہے گا۔ میں آپ کو ساتھ لے کر اُس عالی مرتبت شخصیت کی طرف چلنا چاہتا ہوں مگر وہ کمبخت بار بار اپنے سینگ کے ساتھ نمودار ہو کر اپنی رام کہانیاں سننا چاہتا ہے۔ ''لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ''

یوں چند روز بعد پروگرام طے ہوا کہ دارالاحسان چلا جائے اور حضرت صوفی صاحب کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی مصمم نیت کر لی۔ پہلی دفعہ جانا تھا لہٰذا اتہ پتہ معلوم کر کے بذریعہ ریل جانے کا ارادہ کیا اور مقررہ دن اور تاریخ میرے ساتھ میرے محکمانہ دوست ملک صادق صاحب اور ایک ڈپو ہولڈر کالا بٹ (محمد اشرف) بذریعہ ریل برائے فیصل آباد روانہ ہوئے۔ جب گاڑی خراماں خراماں چلتی (بوجہ پسنجر ٹرین) سانگلہ ہل اسٹیشن پر پہنچی تو ہمارے محکمہ کے ایک سپرنٹنڈنٹ گل صاحب اُس اسٹیشن پر اترے۔ ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کدھر جارہے ہو۔ میں نے اُنہیں بتلایا کہ دارالاحسان صوفی برکت صاحب کی زیارت کرنے جارہے ہیں۔ (وہ غالباً صوفیہ مکتب فکر سے تعلق نہ رکھتے تھے)۔ گل صاحب کہنے لگے وہاں کیا ہے کچھ بھی نہیں خوامخواہ اتنی دور کا سفر کیا ہے۔ اور یہ کہ اگلا سٹیشن دارالاحسان ہے۔ گاڑی دارالاحسان سٹیشن پر رکی تو وفورِ شوق سے اُتر کر دوسرے مسافر سے حضرت صاحب کی بابت دریافت کیا تو اس نے راہ دکھا دی اور ہم سٹیشن سے کچھ فاصلے پر واقع جنگل میں منگل کی ہوئی عمارات میں پہنچے تو ہسپتال کی زیرِ تعمیر عمارت کو دو منزلہ بغیر پلستر کے نامکمل کھڑا پایا۔ تھوڑا آگے چل کر مسجد نبوی کی طرزِ تعمیر پر سبز گنبد اور اس کے ساتھ مینار نے حضرت صوفی صاحب کی حضور ﷺ سے عقیدت اور عشق کا پہلا نقش مرتب کیا۔ مسجد سے ملحق قرآن محل اپنی طرز کا شاید دنیا بھر میں اور یقیناً

Marfat.com

پاکستان میں واحد محل تھا جو قرآنِ پاک کے نسخوں کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ دنیا میں محل تو بادشاہوں، شہزادوں کے لئے تعمیر ہوتے ہیں مگر قبلہ صوفی صاحب نے بادشاہوں کے بادشاہ جو ازل سے پہلے تھا اور ابد کے بعد بھی رہے گا، کے پیغام کو ابدی زندگی تک استراحت کے لئے محل تعمیر کر کے قرآنِ پاک کے پرانے اور خستہ مخطوطات کو قریہ قریہ سے اکٹھا کر کے، نادر و خوبصورت جلدوں سے مزین کر کے ضائع ہونے سے بچا کر، بیس فٹ بلند محل میں خوبصورت منقش الماریوں میں اعلیٰ میعار کے دبیز پردوں کے پیچھے، بے رحم شیطانی نظروں سے چھپا رکھا تھا۔ ہم تینوں دوست قبلہ کی زیارت کے لئے مسجد میں پہنچے تو عجیب سماں دیکھنے میں آیا کہ مسجد کی صفوں پر ہال کے اندر داخل ہوتے ہی لوگ دوزانو بیٹھے ہیں درمیان میں دو تین صفیں خالی پڑی ہیں اُن کے پار ایک چھوٹے منبر نما ڈیسک پر ٹائپ رائٹر رکھے خاکستری کپڑوں اور اُسی رنگ کی ٹوپی میں درویش صوفی صاحب دنیا و مافیہا سے بے نیاز اپنے کام میں مشغول ہیں۔ مسجد میں بیٹھے حاضرین سے سرگوشیوں میں گفتگو کرتے ہوئے ملاقات کے لئے اِذن کا طریقہ کار معلوم کیا۔ مسجد میں خاصی تعداد میں حاضرین ہونے کے باوجود ٹائپ رائٹر کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہ آرہی تھی۔ یہی درویشوں اور فقیروں کی ذات کا جلال اور رعب و دبدبہ تھا جو شاید زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھنے کو ملا تھا۔ ہمیں بتلایا گیا کہ قبلہ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور یہ سب لوگ زیارت اور ملاقات کے شوق میں ہی یہاں براجمان ہیں۔ مگر جب حضرت کا دل چاہے۔ جسے چاہے اشارے سے بلواتے ہیں اور فیض یاب کر دیتے ہیں۔ باقی لوگ ملاقات کی آس میں بیٹھتے ہیں اور کئی بغیر ملاقات کے واپس بھی چلے جاتے ہیں۔ ابھی تقریباً 15 منٹ گزرے تھے کہ حضرت نے ٹائپ رائٹر کا کام بند کر دیا اور تیز نظروں سے حاضرین کی طرف دیکھنا شروع کر دیا جس طرح ڈاکٹر مریضوں میں لاغر اور جلد توجہ کے طالب مریض کو تلاش کر رہا ہو۔ جیسے درویش

Marfat.com

اور فقیر لوگوں کی دِلوں کی کیفیتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔صد شکر کہ آپ کی نظرِ کرم ہم پر آ کر رُک گئی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے گول دائرہ بنایا اور آنکھ پر لگا کر دوسرے ہاتھ سے آنے کا اشارہ کیا۔ہم نے فوراً سمجھا کہ عینک والے کو بلا رہے ہیں۔ہم تینوں دوست ہی چشمہ پہنے ہوئے تھے۔پہلے میرے دوست ملک صادق صاحب نے اشارہ سے اپنے سینے پر اُنگلی رکھتے ہوئے پوچھا، میں! آپ نے نفی میں سر ہلایا۔پھر دوسرے دوست نے وہی اِشارہ کر کے دریافت کیا۔میں؟ جب دونوں کو نفی میں جواب ملا تو میں دونوں سے آہستگی سے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ ہم تینوں عینک والے ہیں لہذا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ اور جب تک آپ نہ روکیں نہ رکنا اور یوں ہم سب سے آخر میں آنے والوں کو حضرت کی طرف سے پہلے طلب کر لیا گیا۔ہم باادب دوزانو حضرت کے قریب بیٹھ گئے۔قبلہ صوفی صاحب جو پیروں اور پیرزادوں کے طور طریقوں سے بالکل ہٹ کر انتہائی سادہ اور عام لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔جو زبانِ حال سے پُکار پکار کر اُن کی درویشانہ صفات کا ڈھنڈورہ پیٹ رہا تھا۔

قِبلہ نے ہم تینوں پر بھرپور نظر ڈالی اور میری زندگی میں پہلی بار مجھ سے گویا ہوئے: ''کتھوں آئے او''

میں نے عرض کی: ''جناب لاہوروں''

آپ نے دریافت فرمایا: ''کس طرحاں آونا ہویا۔''

میں نے عرض کی: ''جناب تہاڈی زیارت لئی آئے آں سلام کرن لئی''

آپ نے فرمایا: ''لاہور وچ کوئی زیارت لئی نئیں لبھا''

پھر فرمایا: ''داتا صاحب جاندے او''

عرض کی ''جی ہاں''۔

Marfat.com

آپ نے بھائی شفیع صاحب کو آواز دی اور اُن کے قریب آنے پر فرمایا: ''اہناں نوں تقویم دی اِک اِک کتاب دے دیو'' اور بھائی صاحب جو اُنکے مریدِ خاص اور پی۔ اے تھے، کتاب لینے چلے گئے۔ میں نے محسوس کیا بات ختم ہوگئی کتاب دے کر یہ ہمیں فارغ کر دیں گے لہذا فوراً دوبارہ بات شروع کی ''جناب قرآن محل وی ویکھنا چاہنے آں'' آپ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور ایک لمحہ توقف پر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اشارہ سے ہم تینوں کو اپنے پیچھے بلایا۔ ہم بھی تیزی سے اٹھ کر آپ کے پیچھے چل دیے اور حاضرین میں سے گزرتے ہوئے مسجد کے ہال کے باہر برآمدہ اور صحن میں آ گئے۔ چند حاضرین اُٹھ کر پیچھے پیچھے چل دیے۔ باہر نکل کر آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور سب حاضرین کو واپس مسجد میں چلے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لوگ چپکے سے واپس مسجد کے اندر چلے گئے۔ اور ہم تینوں آپ کے پیچھے پیچھے چلتے چلتے مسجد سے ملحقہ قرآن محل کے دروازے پر پہنچ گئے جس پر تالہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے کپڑوں کے اوپر پہنی ہوئی خاکستری رنگ کی ڈھیلی ڈھالی استری سے بے نیاز واسکٹ سے چابی تلاش کر کے تالے کو کھولا ہی تھا کہ قرآن محل کے تقریباً سامنے آ کر ایک سوزوکی لوڈر رکی۔ اس کے رکتے ہی اُس میں سے چند لوگ نیچے اترے اور ڈرائیور نے سوزوکی کو موڑ کر اس کا پچھلا حصہ قرآن محل کی طرف کر دیا۔ حضرت دروازے کے درمیان میں کھڑے تھے۔ سوزوکی سے اترنے والوں نے قابلِ صد احترام قبلہ صوفی صاحب کے دستِ اقدس کو بوسے دیے اور مطلع کیا کہ لاہور سے قرآن پاک مجلّد آئے ہیں۔ سوزوکی میں بظاہر گلاب کے پھول اور پتیاں نظر آ رہی تھیں۔ آپ نے حکم دیا قرآن لے آؤ اور ساتھ ہی خود بھی سوزوکی کی طرف بڑھے اور آنیوالوں نے گلاب کے پھول اور پتیاں ہٹا کر قرآنِ کریم کے مجلّد نسخے اُٹھا اُٹھا کر قرآن محل کے اندر لیجانے شروع کر دیئے۔ آپ نے پھولوں اور پتیوں کے ڈھیر میں سے پھول اور پتیاں اٹھائیں اور قرآن

Marfat.com

کے نسخوں پر یوں نچھاور فرمانے لگے جس طرح شادی کے روز دولہا پر پھولوں کی بارش کی جاتی ہے اور یقیناً قرآن ہی تو اب رہتی دنیا تک وہ دولہا ہے جو ''ھدی للمتقین'' خود ہے جبکہ ظاہری طور پر خداوندِ قدوس ہر جگہ پر خود موجود ہونے کے باوجود نظر نہ آئے جسکا یہ کلام ہے اور نہ ہی وہ نظر آئیں جن ﷺ پر یہ خدائی کلام نازل کیا گیا۔ اب تو یہ ہی وہ دولہا ہے جو اپنی اصلی صورت میں زیر زبر کے فرق کے بغیر چودہ سو سال سے اپنے کلام کرنے والے کی طرح سے پاک واحد و یکتا ہے۔ اُس کے اپنے محبوب ﷺ کی زندگی اور آپ کی تعریفوں کا ایک تا ابد قائم رہنے والا بے مثال اور مکمل نمونہ ہے۔ جس میں آپ کا رب آپ کا نام لینے کی بجائے پیارے پیارے القابات سے نواز رہا ہے۔ یٰسین ، طٰحہ ، مزمل مدثر ——— جس حالت میں محبوب ﷺ کو پسند کیا ویسے ہی لقب سے یاد کر لیا یہی تو رب العالمین کی محبتیں ہیں کہ سارے قرآن پاک میں کسی جگہ یہ ذکر نہ ہے کہ اب رب کیا کر رہا ہے۔ ماسوائے اس بات کے کہ '' وہ اور اس کے فرشتے اپنے محبوب ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں اور یہ حکم ہے اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے'' کہ قرآن تو سارے کا سارا حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے'' سورۂ الم نشرح میں '' ورفعنا لک ذکرک'' میں اللہ تبارک وتعالیٰ کس کا ذکر کس کے لئے بلند کر رہا ہے؟ بات تو صاف اور واضح ہے اگر اللہ پردۂ بصارت کے ساتھ قلبِ سلیم بھی عطا فرما دے کہ جب رب کا ذکر بلند کرنا مقصود ہوتا تو حضور ﷺ سے ارشاد فرما دیا جاتا۔ آپ ﷺ قرآن اور اپنی خلقِ عظیم سے ہر طور رب کا ذکر بلند فرماتے نظر آتے ہیں۔ سب سے جامع آیت جو رب نے اپنی توحید کے لئے کلام فرمائی اُس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ قُل ھو اللہ احد ، اللہ الصمد ——— رب اپنا ذکر بلند کروا رہا ہے اور حکم ہے'' کہہ دیجئے اے میرے محبوب ﷺ کہ اللہ ایک / واحد ہے۔ وہ بے نیاز

Marfat.com

ہے نہ اُسے کسی نے جنا اور نہ اُس نے کسی کو جنا اور وہ اکیلا ہی بے مثل ہے۔"

اپنی وحدانیت کا تذکرہ سورۃ اخلاص میں، قُل کے لفظ سے آغاز کر کے رب نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا "آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے!" اس امر میں جو پوشیدہ راز کی بات ہے کہ ربِ کریم اپنے پیارے اور محبوب کے ذریعے سے جملہ انسانیت کو اپنی وحدانیت، بے نیازی، نہ کسی سے جنم لینا اور نہ کسی کو جنم دینے کا پیغام دے رہا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ "اللہ ایک/ واحد ہے اور اُس کا کوئی شریک نہ ہے۔ وحدانیت پر ایمان اِسلام کے سب سے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور اگر کوئی اللہ کے کسی کُلی اختیار میں کسی دوسرے کو جزوی طور پر بھی اُسکا شریک سمجھتا ہے تو وہ اِسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ ہاں اللہ پاک از خود جسے چاہے اپنا جو اختیار اپنی جو صفت چاہے اُسے تفویض کر دے۔ اُس پر کوئی قدغن، کوئی پابندی نہ ہے۔ اگر وہ اپنے اختیار، اپنی صفات کسی کو بھی تفویض کرنے پر قادر نہ ہے اور اُس پر پابندی ہے تو وہ رب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا رب نہیں ہے۔ وہ قادرِ مطلق اور اپنی مرضی کا مالک ہے۔ چاہے تو عطا کر دے اور چاہے تو عطا کو واپس لے لے' وہ بے نیاز ہے۔ اور وہ سب کا خالق اور مالک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اُسے کسی نے تخلیق نہیں کیا' وہ تخلیق کے عمل سے پہلے بھی موجود تھا اور دوبارہ تخلیق کے عمل کے بعد بھی ابد الاباد تک قائم رہے گا۔ وہ حیُ وقیوم اللہ ہے، اس کا کلام اور اسکی صفات بھی ابد الاباد تک قائم رہنے والی ہیں۔

قبلہ صوفی صاحب دُلہا کے گاڑی سے اترنے کا نظارہ اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں سے فرما رہے تھے اور اس موقع پر انکا چہرہ فرطِ جذبات سے سرخ ہوتا ہوا چمک رہا تھا آنے والے لوگ قرآن پاک کی خوبصورت مزین جلدوں کو اتار اتار کر اندر لے جا رہے تھے اور قبلہ محترم دونوں ہاتھوں سے پھولوں کو اٹھاتے اور جلدوں پر پھینک رہے تھے جس

Marfat.com

طرح کسی دولہا کا استقبال کیا جاتا ہے۔ پھر نہ جانے کس خود وارفتگی کے عالم میں حضرت نے دونوں ہاتھوں سے پھول میرے سر پر ڈال دیئے اور دوسرے دونوں دوستوں پر نچھاور کیئے۔ عقل کام نہ کر رہی تھی اور وجدانی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ حضرت قرآن محل کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر دولہا کے اردگرد نچھاور ہوئے جاتے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ غیر ارادی طور پر کوئی ان سے یہ سب کروا رہا ہے۔ جب تمام جلدیں اندر چلی گئیں پھول بھی گاڑی سے اتار کر اندر رکھ دیئے گئے تو آپ نے دروازے میں کھڑے ہو کر ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود بجلی کے تمام سوئچ، ٹیوبوں کو، اپنے دستِ مبارک سے آن کر دیا۔ یوں محل چکا چوند ہو گیا، خود دراز پردوں کو سرکانہ شروع کر دیا جیسے پہرے داروں کو ہٹایا جا رہا ہوتا کہ محل کے مکین کی رونمائی کی جا سکے۔ ہم آپ کے پیچھے مقیم محل کے چمکتے جلووں سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے رہے۔ آخر حضرت ایک مخصوص سمت اشارہ کر کے گویا ہوئے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر ہر روز نبی آخر الزمان حضور پاک ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ لہذا یہاں کھڑے ہو کر دعا کرو اُن کی برکت سے یہاں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اُنہوں نے خود ہاتھ اُٹھا دیئے اور ہم سب نے بھی آپ کی تقلید میں دعا مانگی۔ یوں اُس روز کی اول ملاقات اتنی اہم اور دلگزیں ثابت ہوئی کہ آج بھی عرصہ تقریباً 28/30 سال گزرنے کے باوجود خداوندِ قدوس کی مہربانی اور اس کی دی ہوئی توفیق سے گزرا ہوا ایک ایک لمحہ یوں زندہ جاوید ہے کہ پلک جھپکنے میں ہر ساعت یوں وارد ہوتی ہے کہ جیسے وقت تھم گیا ہے اور ہم اب بھی اُس لمحے اُس ساعت میں قبلہ کے ساتھ کھڑے ہاتھ اُٹھائے حضور پُرنور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دُعا گو ہیں۔

اس پہلی ملاقات کا اثر مہینوں تک دل و دماغ پر طاری رہا اور زندگی کشاں کشاں مصروف رہی لیکن اُن خوابیدہ لمحوں کا تصور ہر وقت دل و جان پر حاوی رہتا ہے۔

Marfat.com

چند ماہ بعد فراق کی گھڑیاں سالوں پر محیط نظر آنے لگیں۔ اور میں اپنی بے چین روح کے ہاتھوں مضطرب پھر حضرت کی خدمت میں پیش ہو گیا۔ اس دفعہ حضرت چپ کے روزہ سے تھے۔ دیدار ہوا۔ ملاقات کی دولت سے نوازا گیا اور سابقہ روایت کی طرح انتظار میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے جلد ہی بلا لیا گیا۔ اپنے دائیں ہاتھ پڑا مٹھائی کے ڈبہ کا ڈھکنا اُٹھا کر علیحدہ رکھا اور اشارے سے کھانے کا حکم صادر فرمایا۔ میں نے زیادہ سے زیادہ لنگر کھانے کی غرض سے اپنی رفتار بڑھائی ہوئی تھی جبکہ میرے دوست ملک صادق صاحب مہمانوں کی طرح ذرا رک رک کر کھا رہے تھے۔ حضرت نے غصے سے ان کی طرف دیکھا اور آنکھ کی طرف اشارہ کر کے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دو تین دفعہ ہاتھ سے اشارہ کر کے سمجھایا کہ تمہیں نظر نہیں آرہا، جلدی جلدی کھاؤ۔ ''اوبواوبو''

سفر کلیر شریف (ہندوستان)

دارالاحسان دو تین دفعہ حاضری کا شرف نصیب ہوا جس سے روح کو سکون ملا، ایک روز دفتر میں میرے دوست ریاض مصطفٰے صاحب نے بتلایا کہ چند روز میں زائرین سے کلیئر شریف (ہندوستان) جانے کے لیے کاغذات طلب کیے جا رہے ہیں وہ خود درخواست دے رہے تھے لہذا مجھے بھی کاغذات جمع کروانے کے لیے کہا۔ ان کے اصرار پر ان کے ساتھ ہی درخواست بھجوا دی اور یوں ہم بھی حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیئری رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس مبارک میں شرکت کے خواہشمند زائرین کی قطار میں لگ گئے۔ چند روز بعد ریاض مصطفٰے صاحب یہ خوشخبری لائے کہ ہماری درخواستیں منظور ہو گئی ہیں اور اسلام آباد وزارتِ حج و اوقاف نے اس سلسلہ میں چٹھی بھجوا دی ہے کہ پاسپورٹ اور اخراجات کے لیے روپے بھجوائے جائیں لہٰذا توکل الی اللہ پاسپورٹ اور رقم ارسال کر دی۔ یوں چند یوم میں روانگی کی اطلاع موصول ہو گئی۔ فدوی مقررہ تاریخ پر سرتاج الاولیاء سرکار داتا گنج

Marfat.com

بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر محکمہ اوقاف کی ہدایت کے مطابق مقررہ وقت پر پہنچ گیا۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی اور اجتماعی دعا کے بعد زائرین کو بسوں میں بٹھا کر واہگہ بارڈر پر پہنچادیا گیا، جہاں ضروری جانچ پڑتال کے بعد زائرین کی جماعت نے پیدل چل کر بارڈر کراس کیا اور یوں ہم ہندوستان میں داخل ہو گئے۔ ہندوستان کے عملہ کسٹم نے ہماری آؤ بھگت کی اور وہیں پر پاکستانی کرنسی کے عوض بھارتی کرنسی تبدیل کی گئی جو 100 پاکستانی روپوں کے عوض 85 ہندوستانی روپے کے حساب سے ملی تھی۔

نمازِ عصر کے قریب زائرین کو بسوں میں بٹھا کر امرتسر کی طرف روانہ کر دیا گیا، تقریباً ایک گھنٹے بعد بسیں امرتسر ریلوے سٹیشن پر کھڑی تھیں۔ جب سے ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوئے تھے ایک غیر محسوس اجنبی سی بُو دماغ میں گھستی چلی جارہی تھی، جسکی بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آرہی تھی، ماسوائے اس بات کے کہ ہم سرزمینِ کفرستان میں داخل ہو چکے تھے۔ ہندوستان کی حکومت نے اپنے پروگرام کے مطابق زائرین کے لیے اُس ریل گاڑی کا انتخاب کیا تھا جو اندھیرے میں سفر کرتی ہوئی راتوں رات ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچادیتی۔ اسی پروگرام کے تحت نمازِ مغرب کے ذرا بعد ہمیں ریل گاڑی کی دو بوگیوں میں سوار کروادیا گیا جو صرف زائرین کے لیے مخصوص تھیں اور جن میں سادہ کپڑوں میں ملبوس ہندوستانی پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے آدمی سوار کروادیئے گئے تاکہ راستہ میں زائرین کی حفاظت اور ان کی نگرانی کی جاسکے۔ ٹرین امرتسر سے روانہ ہوئی تو فوراً پاکستان ریلوے اور ہندوستانی ریل گاڑی کا فرق عیاں ہونے لگا۔ ہندوستان ریلوے بہرصورت کارگزاری میں پاکستان ریلوے سے بہتر محسوس ہورہی تھی۔ راتوں رات جالندھر، لدھیانہ اور دوسرے کئی اہم شہروں میں رکتی ہوئی ریل صبح تقریباً 5 بجے کے قریب ریلوے سٹیشن رُہڑکی پر جا رکی۔ جہاں پر زائرین کو اتارتی ہوئی ریل اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگئی۔ سخت سردی

Marfat.com

کا موسم اور صبح 5 بجے کا وقت اور رُہڑکی ریلوے سٹیشن پر زائرین کی بھاری جماعت اپنا اپنا سامان اُٹھائے مسافر گاہ کی طرف رواں دواں تھی۔ جہاں ہندوستان کی حکومت کی طرف سے چائے کا انتظام کیا گیا تھا۔ رُہڑکی ریلوے سٹیشن سے خصوصی بسوں میں سوار کرا کے زائرین کو نماز فجر کے قریب جب پَو پھَٹ رہی تھی کلیئر شریف کی سرزمین پر اُتار دیا گیا۔

بسوں سے اتر کر مخصوص کردہ پرائمری سکول جو دربار شریف سے قریباً ملحق ہی تھا پہنچے اور کمروں میں ہمراہ لائے ہوئے بستر اور بریف کیس اتارنے شروع کر دیئے یوں ہماری کلیئر شریف کی حاضری کا آغاز ہو گیا۔ سامان رکھ کر کپڑے تبدیل کرتے ہوئے خیال آیا کہ یہ اللہ کے کیسے خاص بندے تھے جو سینکڑوں میل کا سفر بغیر کسی گاڑی کے طے کر کے صرف اپنے اللہ اور اپنے پیر و مرشد کی رضا کے لیے جنگلوں، صحراؤں اور دریاؤں کو قطع کرتے ہوئے دور دراز علاقوں میں جا گزیں ہوئے تھے۔ ویسے تو اگر تاریخِ تصوف اور اس کے چمکتے ہوئے نادر و نابغہ عصر ستاروں کی زندگیوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو اللہ کے لئے سفر کرنا جیسے انکی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ رہا ہے۔ حضرت شہنشاہ ہند سرکار داتا گنج بخش علیؒ ہجویری سے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، بابا فرید الدین شکر گنجؒ اور حضرت علاؤالدین علی احمد صابریؒ کی زندگیاں پیہم سفر کی داستانیں ہیں۔ ہم بھی رات بھر کے طویل سفر کے بعد بغیر تھکان اُتارے باوضو ہو کر یوں بغیر وقت ضائع کیے حضرت کے دربار پر حاضر ہوئے جس طرح مدینہ منورہ میں حجاج اور عمرہ کرنے والے فوراً سرزمینِ نُور پر اترتے ہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے تو سخت جلالی کیفیت پائی اور احاطہء مزار کے اندر کسی کو غیر سنجیدہ حالت میں نہ دیکھا یوں محسوس ہوا جیسے ہر شخص سرنگوں، خائف اور جلال کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ جلد حاضری دے کر رخصت کا خواہاں ہے۔ ایسی کیفیت میں زیادہ دیر تک وہاں قیام کرنا صرف مردوں

Marfat.com

سوس ہوتی ہے۔ جبکہ آخری درجے والے
کے شعلوں میں رقصاں رہتے ہیں۔ اُن
ں آخری حد تک پہنچی ہوتی ہے۔ یوں آگ
سکتا ہے۔ سو ہم نے بھی حاضری دی اور
گوش میں کھو گئے۔ شام تک سوتے رہے۔
ر روز کے مہمان ہیں اور میزبان کی آنکھ

م انسانیت اور خصوصاً عالمِ اسلام کے لیے
تراف اہلِ علم اپنی زبان اور اہلِ دل اپنے
ر سے علیحدہ کر کے جس نور کو اپنے سائے
ے نور کا پرتو اُس نور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدیوں تک ڈالتا
ے زمین پر بصورت محبوب بھجوانے کا وقت
مزین کر کے ابدالاباد تک کے لیے اپنے
ں کا پیغام دے کر حضرت آمنہؓ کی گود میں

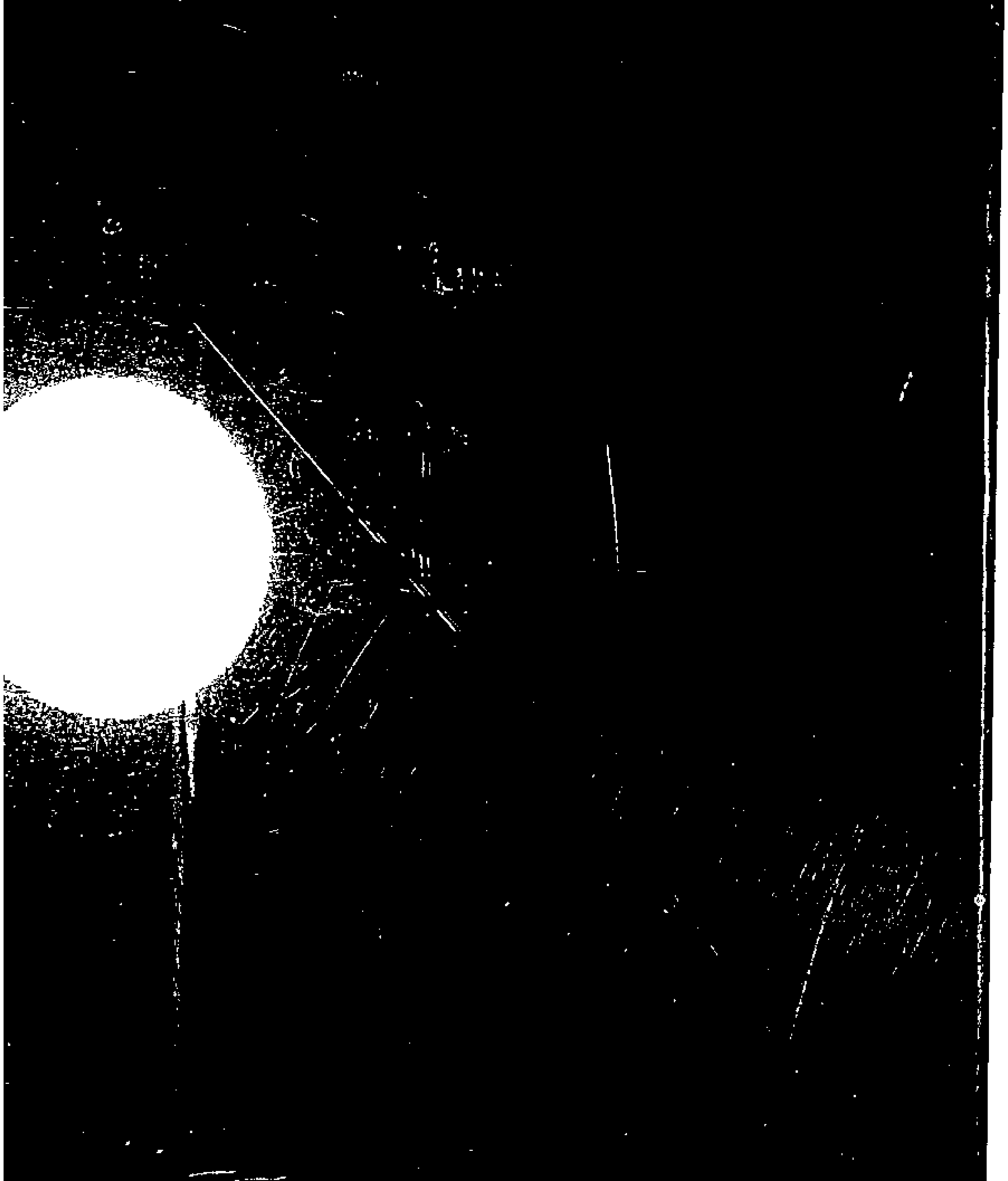

Marfat.com

آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو جیسا کہ میں اور میرے فرشتے درود وسلام بھیج رہے ہیں۔"

12 ربیع الاوّل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال کا دن اور غالباً 12 ربیع الاوّل، کئی سو سال بعد ہی حضرت علی احمد کلیریؒ کا یومِ وصال ہے۔ 13 ربیع الاوّل کو کلیر شریف میں مزارِ اقدس پر رسمِ قُل ادا کی جاتی ہے۔ عرس مبارک میں شمولیت کے لیے پورے کرہَ ارض سے لوگ کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ تقریباً 800/900 سال گذرنے کے باوجود بھی سخی کے در سے من کی مرادیں پاتے ہیں۔ شاید ان دنوں میں حضرت کیفیتِ جلال سے ذرا رُخ پھیر کر کیفیتِ جمال میں از خود دخول فرماتے ہیں۔ تاکہ عرس کی رونقیں دوبالا ہو سکیں اور جوق در جوق آئے ہوئے لوگوں کو فیضانِ نظر کی کرامتوں سے نوازا جا سکے۔

ہم زائرینِ پاکستان کا قیام ارضِ مقدسہ کلیئر شریف میں 9 یوم کا تھا۔ اس کے بعد اپنے پاک وطن واپسی ہونا تھی۔ وماتوفیقی الاباللہ۔ ان دنوں میں چند خصوصی واقعات کی طرف صرف اس لیے توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں تاکہ شوق میں اضافہ کا سبب ہو۔ عشق کے مسافروں کا تو تذکرہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اُن پر کیا کیا مہربانیاں کی جاتی ہیں اور اُنکے ذوق کو کس طرح مہمیز لگائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد اِلّا ماشاءاللہ کوئی دنیاوی اور ذاتی غرض نہ ہے۔ اور نہ ہی دنیا کی غلیظ شہرت مقصود ہے۔

کلیئر شریف میں قیام کے دوران 12 ربیع الاوّل کے دن ہمارے ساتھ صابری برادران عبدالغفار فاروقی جو کہ اسلام پورہ لاہور کے باسی ہیں، نے پوچھا کہ "آپ غوث صاحب سے ملے ہیں؟" میں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے سوچا کہ جس طرح پاکستان میں محمد غوث، غوث بخش نام کے کئی لوگ رہتے ہیں اسی نام کے کوئی بزرگ یہاں پر بھی ہونگے۔ جن کی بابت وہ دریافت کر رہے ہیں۔ نفی جواب پر انہوں نے دوبارہ کہا کہ اُنکا

Marfat.com

دیتے ہیں اوران کے جواب سے سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔ مگر وہ جنہیں لوگ غوث کہتے تھے میرے جیسے نفسِ لوامہ کے اسیروں کے خیالات سے بخوبی آگاہ تھے کیونکہ یہ سب اختیارات جس سے نیتوں کے حال معلوم ہوجاتے ہیں۔ ربِ علیم نے ہی انہیں عطا فرمائے ہیں۔ میری جملہ حِسّیں شاطرانہ انداز میں اُن کا جواب سننے اور اپنا فیصلہ دینے کے لیے بیدار اور بیقرار ہو چکی تھیں۔ بزرگوں نے ذرا توقف کیا اور پھر رخِ انور اِدھر پھیرتے ہوئے فرمایا ''غیب کا علم تو اللہ کے پاس ہے یا پھر اُس کے پاس ہے جسے وہ عطا کر دے۔'' پھر ذرا توقف فرما کر دوبارہ گویا ہوئے ''تیرا پرس اگر زمین کی سات پاتال کے نیچے ہے تب بھی تجھے مل جائے گا۔'' پھر مزید توقف کر کے فرمایا ''پرس ملنے پر دو پیسے کی شیرینی لے کر بچوں میں تقسیم کر دینا۔'' یوں میری کم فہمی نے فوراً اس خدارسیدہ بزرگ کو شریعت کے ترازو میں تولا اور قلب نے تصدیق کی کہ یہ واقعی غوثِ وقت ہی ہیں۔ ہم چاروں پاکستانی زائر، ریاض مصطفیٰ، غفار فاروقی، فرخ صاحب اور میں ہجوم کے باہر کھڑے تھے۔ ہماری پوشاک ہمارے لیے ہجوم کے کنارے زمین پر بیٹھنے میں رکاوٹ تھی۔ بزرگوں نے چہرہ مبارک واپس کرنے سے قبل ہم پر ایک نگاہ ڈالی تو انہیں فوراً اندازہ ہوا کہ ہم پاکستانی زائرین ہیں کیونکہ شلوار قمیض ہی ہمارے اور ہندوستانیوں کے مابین فرق تھا، ہم پر نظر پڑتے ہی آپ نے فرمایا ''دوستو راستہ بنادو ہمارے مہمان آئے ہیں۔'' ہجوم بیٹھے بیٹھے اِدھر اُدھر سرک گیا اور یوں درمیان میں راستہ بن گیا۔ جو سیدھا آپ تک پہنچتا تھا لہذا ہم چاروں آہستہ آہستہ راستے پر چلتے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے جب ہم قریب پہنچے تو آپ کھڑے ہوگئے اور بالکل قریب ہونے پر آپ نے اپنے دونوں بازو وا کر دیئے اور یوں ہمیں غوثِ وقت سے گلے ملنے کا شرفِ عظیم حاصل ہوگیا۔ معانقہ کے بعد دریافت فرمایا ''پاکستان میں کہاں سے آئے ہیں؟'' میں نے عرض کیا ''لاہور سے۔'' اس پر حضرت نے فرمایا ''تو تم حضرت

Marfat.com

داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری کے شہر سے آئے ہو" اور ایک دفعہ پھر معانقہ فرمایا اور کھڑے رہے۔ پھر ہجوم پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا "میرے اللہ نے میرے سپرد کچھ فرائض کیے ہوئے ہیں۔ اور میں اسکی مخلوق کے لئے حاضر ہوں آپ حجرہ میں بیٹھیں، میں نے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔" یہ سن کر اپنی خوش نصیبی پر خود ہی رشک آنے لگا کہ حضرت ہمیں اپنے حجرہ شریف میں بیٹھنے کا کہہ رہے ہیں اور یوں ہم تعمیلِ حکم میں حجرہ شریف میں داخل ہو گئے۔ حجرہ کیا تھا ظاہری طور پر کچے فرش اور غیر پلستر شدہ دیواروں اور لکڑی کی چھت پر مشتمل ایک سادہ کمرہ، جس میں بیٹھنے کے لئے ایک صف اور ایک لکڑی کا چھوٹا درازوں والا میز پڑا تھا۔ ایک طرف اینٹوں سے بنا ہوا کھرا، جس کے ایک طرف بالٹی اور وضو کرنے کا لوٹا رکھا ہوا تھا مگر باطنی طور پر یوں لگا جیسے سب فیصلے اسی حجرہ میں کیے جاتے ہیں۔ ہم حجرہ میں ساکت بیٹھے وقت کی رفتار کی آواز کو محسوس کر رہے تھے کہ عصر کی نماز سے چند ساعت پہلے دروازہ کھلا اور آپ اندر تشریف لائے۔ اس سے قبل کہ حضرت وضو کے لئے مخصوص جگہ تک پہنچتے۔ میں نے لپک کر لوٹا اٹھایا جو مٹی کا تھا اس میں بالٹی سے پانی بھر کر حضرت کے قریب ہوا جو اس وقت وضو کے لئے تشریف رکھ چکے تھے۔ آپ نے چہرہ مبارک اوپر اٹھایا اور آنکھیں ملاتے ہوئے فرمایا "تو مجھے وضو کرائے گا؟" میں دبدبہ اور جلال جو انکی آنکھوں سے نکلتا ہوا میرے وجود میں سرایت کر رہا تھا برداشت نہ کر پایا اور ساعتوں میں میرا بھیانک، گناہ آلود ماضی میرے دل و دماغ پر چھا گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے حضرت میری ہر کرتوت سے واقف ہیں جبھی مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ "تو مجھے وضو کرائے گا؟" ساعتوں میں فیصلہ ہو گیا اور پھر خود ہی فرمایا "اچھا تو مجھے وضو کرا۔" اور جلال کی کیفیت معدوم ہو گئی۔ میں نے جواب دیئے بغیر آپ کے ہاتھوں پر لوٹے سے پانی ڈالنا شروع کیا اور یوں وضوئے غوث میرے معصیت زدہ ہاتھوں سے مکمل ہو گیا۔ پھر نماز کی اقامتی تکبیر ادا

Marfat.com

ہوئی۔ آپ نے ایک نظرِ پیچھے مڑ کر دیکھا کہ صفیں درست ہو گئیں۔ مجھے اشارہ فرمایا اور بالکل اپنے پیچھے کھڑا ہونے کو کہا اور یوں نمازِ عصر کی ادائیگی شروع ہوئی۔ نماز سے فراغت پر حضرت نے پھر فرمایا ''آپ لوگ حجرے میں بیٹھیں، آپ سے باتیں کرنی ہیں۔'' دوبارہ حکم ملنے پر مستی اور جذب کو جیسے جھٹکے نے مزید گہرا اور رنگین کر دیا۔ پھر فرمایا ''مخلوقِ خدا کے مسائل کے حل کے لیے تھوڑا وقت اور چاہیے''۔ ہم دوبارہ حجرہ میں آبیٹھے۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی بھی کچھ ایسے ہی انداز میں ہوئی۔ نماز کے بعد حجرہ مبارک میں تشریف رکھنے پر آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا: ''لنگر شریف تیار ہو گیا ہے؟'' اثبات میں جواب ملنے پر آپ نے فرمایا: ''مہمانوں کے لیے سب سے پہلے یہیں لے آؤ اور بعد میں باہر تقسیم کر دو۔'' یوں یک نہ شد دو شد پہلے روحانی غذا، بعد میں جسمانی غذا سے خاطر مدارت کا انتظام و انصرام کیا گیا۔ تناول ماحضر کے بعد آپ نے دریافت فرمایا: ''حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کے مزار پر حاضری کا آپ لوگوں کو اکثر شرف حاصل ہوتا ہوگا؟'' ہم نے اپنے گریبانوں میں بسبب شرمندگی جھانکنا شروع کیا کہ کبھی داتا پیا طلب کریں تو جانا نصیب ہو ہم از خود کہاں حاضری کا ارادہ کر کے اسے پایہ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''ہم بھی داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کے مزارِ اقدس پر ایک مرتبہ حاضر ہوئے تھے۔ چونکہ ہندوستان واپسی کے لیے گاڑی چھوٹنے میں وقت کم تھا لہذا ملاقات نہ ہو سکی اور ہمیں جلدی میں وہاں سے روانہ ہونا پڑا۔ جب گاڑی امرتسر سے کلیئر شریف کے لیے چھوٹی تو ہم نے رونا شروع کر دیا کہ حضرت داتا گنج بخش ہم سے کیا خطا ہوئی کہ ملاقات بھی نہ فرمائی۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ساتھ کی خالی سیٹ پر حضرت داتا گنج بخش تشریف فرما ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ''عبداللطیف کیوں روتے ہو۔ کیا ہوا؟'' جس پر ہم نے عرض کیا! سرکار کیا بھول ہو گئی جو آپ نے حاضری پر ملاقات بھی نہ فرمائی اور حضرت یہ کہ غلام عبداللطیف کو اس کا حصہ

Marfat.com

لے دیجئے۔ جس پر آپ نے اچھا کہا اور واپس تشریف لے گئے۔'' یہ ساری بات کیونکہ ہمارے عقل وشعور سے بالاتر تھی لہٰذا میں سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ ابھی زیادہ دور نہ گیا تھا کہ جلال بھری آواز میں آپ مخاطب ہوئے ''کیا چاہتا ہے؟'' میں نے ظاہری آنکھیں کھولیں کہ آپ میری سوچ کے ہمراز بن کر شاید یہ مجھ سے دریافت فرمار ہے ہیں۔ مگر رُخِ انور پر نظر پڑی تو بھونچکارہ گیا آپ کا چہرہ مبارک ریاض مصطفٰے کی طرف تھا اور وہ حلیم الطبع بزرگ غائب تھے اور ان کے چہرہ پر بلا کی روشنی جس میں سرخی ملی ہوئی تھی حاوی تھی اور جلال پورے عروج پر نظر آرہا تھا۔ یوں محسوس ہوا جیسے روحانی کرنٹ 440 وولٹ سے 11000 وولٹ پر چلنا شروع ہوگئی ہے۔ ریاض صاحب نے کہا جناب میری والدہ اکثر بیمار رہتی ہیں۔ ان کے لیے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا ''پانی کا گلاس لے کر اس پر درود شریف پڑھ کر الحمد شریف اور پھر درود شریف پڑھ کر پھونک مار کر پلا دینا، اللہ شفاء عطا فرمائے گا'' پھر فرمایا ''بعد میں شرینی لے کر بچوں میں تقسیم کر دینا۔ چونکہ نزول ریاض صاحب سے شروع ہوا تھا اس لحاظ سے صف میں آخری نمبر پر میں بیٹھا تھا۔ آپ نے عبدالغفار فاروقی صاحب سے دریافت فرمایا ''کیا چاہتا ہے؟'' اور انہوں نے کاروبار کی بات کی جس پر آپ نے اُنکے لیے بھی دعا فرمائی اور یوں تیسرے صاحب کی باری آئی اور وہی سوال دہرایا گیا اور جواباً سوال کے مطابق دعا فرمادی۔ اس دوران جب اُن تینوں سے سوال ہورہے تھے میں سوچ رہا تھا۔ کہ جس کے اختیار میں سب ہو وہی ایسا سوال کرسکتا ہے کیونکہ مانگنے والا کچھ بھی مانگ سکتا ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیلِ مبین ہے کہ حضرت با اختیار غوثِ زمانہ ہیں۔ اسی دوران میں نے سوچ لیا کہ میری باری آئے گی تو میں سوال پر خاموشی اختیار کروں گا۔ اور یہ کہ آپ سے دنیا کی بیماری، رزق، کاروبار یا نوکری کی بجائے سعادتِ دارین اور دین کی دولت کا سوال کروں گا۔ ابھی سوچ کے تانے بانے بن رہا تھا کہ رخِ انور

Marfat.com

میری طرف ہو گیا اور وہی سوال مجھ سے بھی پوچھا گیا ''کیا چاہتا ہے؟'' میں نے خاموشی اختیار کی۔ آپ نے دو دفعہ اپنے سوال کو دہرایا۔ جواب نہ پانے پر از خود گویا ہوئے ''تو نہیں بتاتا تو میں بتاتا ہوں تو کیا چاہتا ہے۔'' پھر لمحے کا توقف کر کے خود ہی فرمایا ''تو چاہتا ہے اللہ کا نیک بندہ بن جائے تو چاہتا ہے کہ متقیوں کا سردار بن جائے، تو چاہتا ہے کہ اللہ کا ولی بن جائے۔'' وہی بات جو میرے دل میں تھی۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں بیان فرما دی۔ پھر ذرا ٹھہر کر فرمایا ''عبداللطیف کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی اسکی صرف ایک صورت ہے اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت اس میں پنہاں نہ ہو'' اور دعا کے لئے پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا ''یا اللہ تو اسے اپنا نیک بندہ بنا دے اسے اپنا ولی بنا دے اسے متقیوں کا سردار بنا دے'' اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر دیئے۔ چند لمحے خاموشی کے بعد یوں محسوس ہونے لگا جیسے حضرت جلال کی آغوش میں سے اتر کر پھر جمال کی آغوش میں آئے ہوں۔ نہ وہ رنگ نہ وہ ڈھنگ اور نہ ہی وہ ترنگ رہی اور حلیم الطبع غوث عبداللطیف ہمارے درمیان موجود تھے۔

آپ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک طرف پڑا ہوا ایک بند مٹھائی کا ڈبہ جس پر چاروں طرف فیتہ لپٹا ہوا تھا اٹھایا اور مجھ سے گویا ہوئے ''میں تمہارے سپرد ایک کام کر رہا ہوں اور تجھے اپنا پیامبر بنا کر حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کے حضور بھیج رہا ہوں۔'' اور ڈبہ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر فرمایا ''یہ ڈبہ لے کر سرکار کے قدموں میں کھڑے ہو جانا اور عرض کرنا حضور عبداللطیف صابری غلام سلام عرض کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے مجھے میرا حصہ لے دیجیے'' پھر فرمایا ''قرآنِ پاک اور نعت شریف کے بعد اس مٹھائی پر ختم شریف دلوا کر وہاں پر موجود لوگوں میں تقسیم کر دینا۔'' اللہ کی دی ہوئی توفیق اور حضور ﷺ کے صدقہ راقم 1989ء میں حج مبارک کا فرض بھی ادا کر چکا۔ حرمِ کعبہ اور حریم نبوی ﷺ میں نمازیں ادا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو چکی۔ اور ائمین کعبہ شریف اور مسجدِ نبوی کے پیچھے بھی نمازوں کی

Marfat.com

ادائیگی بھی ہوئی۔ مگر جو نمازیں کلیر شریف میں جو عشق و سرمستی میں غرق مردِ خدا کی امامت میں ادا کیں۔ وہ یقیناً میری بخشش کے اسباب بھی پیدا کریں گی۔ اس ہدایت کے بعد آپ سے ملاقات اختتام پذیر ہوئی جسکی تکمیل بندہ نے پاکستان واپس پہنچ کر سرکار داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر کر دی اور اس تعمیلِ حکم میں بھی ریاض مصطفےٰ صاحب پیش پیش رہے۔

13 ربیع الاوّل کو حضرت علی احمد صابری کے مزار شریف پر رسمِ قُل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں مزارِ اقدس کے غسل کی اہم ترین تقریب بھی شامل ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ ہی سالانہ عرس کی تقریبات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ حضرت کے مزارِ اقدس کی اندرونی چار دیواری میں پاؤں کی طرف ایک چھوٹا دروازہ ہے جس سے لوگ اندر داخل ہوتے ہیں۔ پھر تعویز مبارک تک پہنچنے سے پہلے ایک کمرہ سے گزر کر آگے اصل کمرہ آتا ہے جس میں تعویز مبارک واقع ہے۔ اندرونی چار دیواری کے اردگرد ایک غلام گردش ہے جس کے باہر کی طرف لوہے کی سلاخوں سے بنی ہوئی بڑے سائز کی دیوار ستونوں کے درمیان ایستادہ ہے۔

13 ربیع الاوّل کو حضرت کے دربار کے احاطہ میں جو وسیع صحن پر مشتمل ہے، تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اور لوگوں کا غلام گردش کے باہر لوہے کی سلاخوں کی دیوار تک پہنچنا بھی مشکل نظر آ رہا تھا۔ صبح کوئی 10 بجے کا وقت ہوگا جب غسلِ مزار شریف کی تقریبات کا آغاز کیا گیا۔ ہم دوست بھی غلام گردش کے باہر کھڑے ہو کر غلام گردش میں چار دیواری مزار شریف کا طواف کرنے والے لوگوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنے ساتھ کھڑے ایک ہندوستانی زائر سے پوچھا ''جناب اندر جانے کا کیا طریقہ ہے۔'' جس پر انہوں نے خالص ہندوستانی انداز میں ذرا ثقیل لہجہ میں فرمایا ''صاحب عقل کی بات

Marfat.com

کرو کیا کہہ رہے ہو'' میں اس پر ذرا پریشان ہوا کہ طریقہ پوچھنے میں کیا بیوقوفی کی بات سرزد ہوئی۔ مگر چند لمحے توقف کے بعد میں نے پھر دوبارہ انہیں پوچھا'' صاحب جو لوگ غلام گردش میں چکر لگا رہے ہیں وہ کیسے اندر گئے ہیں آخر کوئی طریقہ تو ہوگا۔'' اس پر وہ حضرت سیخ پا ہو کر بولے'' ارے میاں جو لوگ غلام گردش میں چکر لگا رہے ہیں وہ تو زمانے کے اولیاء کرام ہیں۔ اور سجادہ نشین صاحب ہی اندر جانے کی اجازت فرماتے ہیں'' میرے ساتھ کھڑے ریاض صاحب نے کہا'' اسیں ایتھے ای ٹھیک آں'' مگر میرے دل کو قرار نہ نصیب ہو رہا تھا۔ میں اپنے تینوں ساتھیوں سمیت اس حجرہ میں جا پہنچا جہاں سجادہ نشین صاحب تشریف فرما تھے۔ حجرہ میں پہنچ کر حیرانی ہوئی کیونکہ وہاں پر تقریباً اس وقت سو سے اوپر لوگ موجود تھے مگر میں ہمت کرتا کرتا سجادہ نشین صاحب تک جا پہنچا اور سلام کے بعد ان کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سر اوپر اٹھایا اور دریافت فرمایا'' فرمایئے؟'' میں نے لجاجت سے بولنا شروع کیا'' جناب ہم پاکستان سے آئے ہیں اور اندر جانا چاہتے ہیں'' جس پر اُنہوں نے بلاتوقف ارشاد فرمایا'' معافی چاہتا ہوں۔ یہ سب لوگ اندر جانے کے لیے کہہ رہے ہیں، اندر جگہ کم ہے اور پاکستان کے تو پہلے ہی 7/8 آدمی اندر جا چکے ہیں۔ مزید کی گنجائش نہ ہے پہلے ہی 100 کی جگہ 150 آدمی غلام گردش میں موجود ہیں'' اور ساتھ ہی اپنا رخ پھیر کر کسی دوسرے شخص کو احکامات جاری کرنا شروع کر دیئے۔ ریاض صاحب نے فوراً کہا'' چلو جی چلئے'' مگر میں اُدھر ہی سجادہ نشین صاحب سے ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا اور دوستوں کو کہا کہ چند منٹ انتظار کریں۔ جس پر دوستوں نے کہا کہ جواب تو مل گیا ہے اب آپ چلیں اُدھر باہر ہی کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں۔ میں نے بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے سر جھکایا اور تصور میں اپنے جدِّ امجد حضرت سیّد محمد ہاشم شاہؒ کے مزارِ اقدس میں کھڑے ہو کر اپنے ذہن میں خیال کیا۔ کہ حضرت ہاشم شاہ کا جو شجرہ شریف میری نظر سے گزرا ہے۔ اُس

Marfat.com

کے مطابق آپ پیرانِ پیر حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی 27 ویں پُشت میں سے ہیں اگر وُہ شجرہ شریف دُرست ہے اور آپ حضرتؒ کے حسبی نسبی فرزند اور اُولاد پاک میں سے ہیں تو میں بھی حضرت سیّد ہاشم شاہؒ کی 7 ساتویں پُشت میں سے ہونے کی بنا پر سرکار غوث پاکِ اعظمؒ کا فرزند اور آل میں سے ہوں۔ تو پھر مجھے صابر پیا کلیریؒ کے مزارِ اقدس کے اندر حاضری سے کیوں روکا جا رہا ہے اور یہ کہ کون روک سکتا ہے۔ اور اگر وہ شجرہ نسب خود ساختہ ہے جو ہم تک پہنچا ہے تو پھر میرا باہر رُکا رہنا ہی دُرست اور صحیح ہے۔ یوں ایک نالائق بیٹے نے اپنی پراگندہ خیالی کی وجہ سے شجرہ نسب پر شک کا اظہار کر کے کلیئر شریف سے براستہ تھرپال شریف (حضرت ہاشم شاہؒ کے مزار مبارک) سے بغداد شریف تک رسائی کی کوشش کی۔ چند ہی لمحوں کے بعد سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت علاؤالدین علی احمد صابریؒ جو چند لمحے قبل راقم کو اندر جانے سے صاف جواب دے چکے تھے۔ از خود ہی پلٹ کر فرمایا ''آپ پاکستان سے آئے ہیں اور اندر جانے کے لیے کہہ رہے تھے'' اُنکے اس سوال پر میں فوراً تمام تر معاملہ سمجھ گیا کہ میرے وسوسے کی وجہ سے اُنکو احکامات جاری کیے گئے ہیں اور یہ کہ میں شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ اور دِل چاہا زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں کہ میں نے نادانی میں کیا سوچا اور بغداد شریف کی سرکار نے کس طرح ہتھیلی پر سرسوں جما دی۔ اور خود ساختہ شجرہ شریف کی وسوسہ اندازی کو ختم کر دیا۔ اور تیقن کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین کے سوال پر اثبات میں جواب ملنے پر آپ نے فرمایا ''کتنے لوگ ہیں؟'' اور میں یوں تو دنیا دار شخص ہوں اور خود غرضی میں ایک کا جواب نکلنا چاہیے تھا۔ مگر حضرتؒ کی فیاضی کو ملاحظہ کرتے ہوئے یک بیک جواب دیا کہ چار افراد ہیں۔ جن میں ریاض مصطفٰے اور صابری برادران جو موقع پر میرے ساتھ موجود تھے۔ حضرت نے غالباً اپنے برادرِ خورد کو جو اندر کے راستہ غلام گردش کے دروازے کے کلید بردار تھے، کو طلب کیا اور چار

Marfat.com

اُنگلیاں اُٹھا کر اشارہ فرمایا۔ یوں ہم چاروں اُن کی سربراہی میں ہجوم میں راستہ بناتے ہوئے غلام گردش کے لوہا کے دروازہ کی طرف رواں ہوئے۔ آپ کے برادر نے جیب میں سے بڑی سی چابی نکالی اور موقع پر موجود دو پہرے داران جو ہاتھ میں برچھیاں لیے کھڑے تھے۔ اُنہوں نے ترچھی برچھیوں کو سیدھا آسمان کی طرف کر کے راستہ بنا دیا۔ یوں ہماری قسمت کا تالا کھلا اور ہم چاروں کو اندر داخل کر کے دوبارہ تالا لگا دیا گیا۔ غلام گردش میں پہنچ کر ایک خاص حدت اور عشق کا احساس ہوا۔ یوں جیسے لوگ مزارِ اقدس کے گرد طواف میں مشغول ہوں اپنی اپنی زبان میں اپنا اپنا خاص ورد کر رہے ہوں جیسے شہد کی مکھیاں چھتے کے پاس پہنچ کر رب ذُوالجلال کو اپنی تفویض کردہ ڈیوٹی پوری کرنے پر حمد پیش کر رہی ہوں۔ گونجتی ہوئی گنگناہٹ کی شکل اختیار کرتے ہوئے اِسی طرح ہم بھی اُن مبارک اور محترم لوگوں میں شامل ہو کر غلام گردش میں مصروفِ طواف ہو گئے۔ حضرت کی آرام گاہ کی بیرونی دیوار اور غلام گردش کی اندرونی دیوار پر چند لوگ عرق گلاب کی بوتلوں کا منہ کھول کر پھینکتے اور دیوار پر نیچے کی طرف رینگتے ہوئے مبارک اور پاک عرق گلاب کو جو حضرت صابری کی آرام گاہ کی بیرونی دیوار پر مس ہو کر نیچے اُتر رہا تھا۔ پاک کپڑوں سے فرش پر پہنچنے سے پہلے پہلے کپڑے میں جذب کر کے اسے واپس اُسی عرق کی بوتل میں نچوڑ لیتے تھے۔ یہ جمع شدہ عرق اللہ کے نیک پاک ولی اور بہت ہی پیارے بندے جو اسکی ذاتِ بابرکات میں فنا کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ کی طرف سے بابرکت اور شفاء کی علامت مانتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں اپنے بچوں اور عزیز و اقارب کے لیے تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں قبل ازیں یہ سب معلوم نہ تھا اس لیے کوئی عرق کی بوتل ساتھ نہ لا سکے، مگر ہائے رے حسرت کہ دل میں:

ع　　"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے"

Marfat.com

مگر بزرگ لوگ بھی شاید آج اولاد کی خواہش پوری کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ کسی زائر کے ہاتھوں سے نکلی ہوئی بچوں کا پانی سکول لے جانے والی خالی پلاسٹک کی بوتل راقم کے پاؤں تلے آئی تو یوں محسوس ہوا جیسے آج خواہشوں کی تکمیل کا دن ہے۔ میں نے وہ بوتل فرش سے اٹھا کر گلے میں ڈال لی مگر پاک کپڑا اور عرق کی بوتل نہ ہونے کے باعث تکمیلِ تمنا ادھوری رہتی ہوئی محسوس ہوئی۔ غلام گردش میں دو چار چکر لگانے کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے صاحبِ مزار کی کشش مزید اندر کھینچے جا رہی ہے مگر اندر جانے کے چھوٹے دروازے کو بند پا کر حسرتِ ناکام کی سی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ کہ اچانک اپنے ساتھ ریاض مصطفٰی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر میں نے نہ جانتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے کہا کہ ریاض صاحب اگر اندر جانا ہے تو میرے پیچھے ہی رہنا۔ اور یوں صاحبِ مزار تک اپنی چاہت کا اظہار زبانی طور پر بھی پہنچا دیا حالانکہ غلام گردش میں پہنچ جانا ہی خصوصی مہربانی اور شفقت کی غمازی کر رہی تھی۔ چوتھے یا پانچویں چکر پر چھوٹے دروازے کے پاس ایک صاحب کو کھڑے پایا، اور یوں میں بھی نادانستگی میں دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ پُشت ٹکا کر کھڑا ہو گیا جو صاحب وہاں پر کھڑے تھے پہلے تو وہ بغور میری جانب متوجہ رہے پھر آہستگی سے دروازے کے دوسری طرف اپنے ساتھی سے مخاطب ہوئے: ''دروازہ کھولو'' جس پر اندر سے بھی سرگوشی میں جواب موصول ہوا کہ ''کہیں کوئی اور اندر نہ آ جائے۔'' باہر کھڑے صاحب اس دوران جواب دینے سے قبل مجھ سے مخاطب ہوئے۔ ''صاحب آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں، جائیں۔'' جس پر میں نے انہیں جواب دیا ''حضرت کلیر شریف سے یا ہندوستان سے چلا جاؤں'' جس پر اُنہوں نے غصہ کا اظہار فرمایا اور اندر کے ساتھی کو جواب دیا ''کس کی مجال ہے جو اندر آ جائے۔'' یہ جواب پا کر اندر سے دروازے کی کنڈی کھول دی گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ صاحب اندر داخل ہوتے، راقم کو بزرگوں نے اندر دھکیل دیا اور

Marfat.com

وہ صاحب جن کے لیے دروازہ کھولا گیا تھا وہ باہر ہی کھڑے رہ گئے۔ میرے اندر داخل ہونے پر اندر مکمل اندھیرا ہونے کی وجہ سے چند ساعت تک یوں محسوس ہوا جیسے میں مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوب چکا ہوں اور کچھ نظر نہ آیا۔ اندر والے صاحب نے میرے جسم اور قد کاٹھ سے فوراً اندازہ کر لیا کہ ان کے ساتھی کی بجائے کوئی اور اندر داخل ہو گیا ہے انہوں نے فوراً مجھے پوچھا ''تم کون ہو'' جس پر میں نے خاموشی اختیار کی۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی اندر والے صاحب نے فوراً دروازہ بند کر دیا تھا۔ احساس ہونے پر کہ اُن کا ساتھی تو باہر ہی رہ گیا، اُنہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ''اب پھر دروازہ کھولوں گا تو کوئی اور اندر آ جائے گا۔'' جس پر میں نے اہلِ ہندوستان کے مقابلے اپنی صحت اور جسم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُنہیں کہا کہ آپ پیچھے کھڑے ہوں۔ میں دروازہ کھولتا ہوں تا کہ آپ اپنے ساتھی کو پہچان لیں۔ اور وہ اندر آ جائے۔ یوں میں نے دو پٹوں والے دروازے کا ایک پٹ کھولا اور دوسرے کے آگے اپنا گھٹنا ٹکا دیا اس طرح اُن کے اصل ساتھی بھی اندر داخل ہو گئے۔ یوں ذرا سے توقف سے رہ گئی کسر بھی بزرگوں نے جن کو آج شجرہ شریف کی خود ساختگی کی بابت عرض کی گئی تھی پوری کر دی۔ اندر کے کمرہ میں آٹھ دس افراد کو ہاتھوں میں کپڑے لیے فرش، اور دیواروں کو عرقِ گلاب سے غسل دیتے ہوئے پایا۔ دو تین افراد ملحقہ کمرہ میں حضرت کی آرام گاہ جو پرانی پکی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی کو عرقِ گلاب اور مشکِ کافور کے آمیزہ سے غسل دے رہے تھے۔ بندہ دیواروں کے عرقِ گلاب کے غسل میں شریک ہوتا ہوا آخر کار مزارِ اقدس تک پہنچا دیا گیا، اب سمجھ آئی کہ میرے پاس عرق کی بوتل کیوں نہ تھی۔ مزارِ مقدسہ پر ڈالے گئے خالص عرق گلاب کو عطا کردہ پلاسٹک کی بوتل میں ڈالتے ہوئے میں شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا کہ واہ ری نالائق اولاد بزرگوں کی آزمائش کی سوچ کیوں سوچی۔ مگر اندر سے اپنی تقدیر اور بزرگوں کے کرم پر ناز بھی کر رہا تھا کہ شائد یہاں تک پہنچنا

Marfat.com

نصیب میں نہ ہوتا اگر اپنا رونا نہ رویا ہوتا۔ مزارِ اقدس کا غسل مکمل ہونے پر اچھی طرح پاک صاف نئے کپڑے اور تولیئے سے اُسے خشک کر دیا گیا اُسی وقت نہ جانے بلا غلاف اینٹوں کے مزار شریف کو بوسہ دینے کی آرزو کہاں سے مچل پڑی کہ پل بھر میں دوزانو ہو کر دونوں ہاتھ اطراف میں رکھتے ہوئے تعویز مبارک کا بوسہ لے لیا۔ جلال کی وہ کیفیت میں آج تک نہیں بھول پایا۔ یوں محسوس ہوا جیسے میرے دونوں ہونٹ دہکتے ہوئے انگاروں پر رکھ دیے گئے ہوں یا دونوں ہونٹ کاٹ دیے گئے ہوں۔ ابھی اسی سرمستی میں گم تھا کہ گرجدار آواز سنائی دی ''پکڑو اس کو'' اور چار طاقتور ہاتھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ میں محوِ حیرت تھا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی۔ جب کھڑا ہوا تو سرہانے کی طرف کھڑے سجادہ نشین صاحب سے آنکھیں چار ہوئیں، میرے ہاتھوں اور ہونٹوں سے مس شدہ حصہ کو دوبارہ عرق سے دھونا شروع کر دیا گیا۔ حضرت نے مجھ سے باز پُرس کرتے ہوئے پوچھا ''تمہیں معلوم نہیں اس حالت میں مزار اقدس کو چھونا منع ہے'' جس پر میں سوائے ندامت اور شرمندگی کے کیا کہہ سکتا تھا۔ بلب کی روشنی میں قدرے توقف سے انہوں نے مجھے پہچانتے ہوئے پوچھا ''تم اندر کیسے آئے، تمہیں تو غلام گردش میں بھیجا گیا تھا'' میں نے جواب دینے کی بجائے صرف مزارِ اقدس کی طرف اشارہ کیا کہ صاحبِ مزار ہی بتا سکتے ہیں۔ جس پر جلال میں جمال کے آثار پیدا ہوئے اور یوں آپؒ نے خود ہی میری بچت کا سامان پیدا فرما دیا۔

حضرتِ سجادہ نشین پھر گویا ہوئے ''یہ دنیا کے دس خوش قسمت اور خوش نصیب انسان ہیں جنہوں نے اس غسل کے مبارک کام میں حصہ لیا ہے اور چادر کھول کر سب کے ساتھ مجھے بھی اُس کے پکڑنے کا حکم صادر کر کے چادر مزارِ اقدس پر ڈال دی اور فرمایا ''اب آپ سب لوگ میرے ساتھ دعا کریں اور یہ کہ چند منٹ بعد دروازے عوام الناس کے لیے کھول دیے جائیں گے اور وہ آپ کو بہا کر خود ہی باہر لے جائیں گے۔ یوں حضرت کی زیرِ سرپرستی

Marfat.com

دعا کی گئی اور دروازے کھول دیے گئے۔ ہجوم نے شائد حضرت کی تعمیل حکم میں چند منٹوں میں غسالوں کو باہر غلام گردش میں دھکیل دیا۔ غلام گردش میں باہر کے اور اندر کے دروازے کھلنے کی وجہ سے دھکم پیل کا سماں تھا۔ وہاں لوگوں میں پھنسے ہوئے مجھے جناب حضرت عبداللطیف صاحب نظر آئے تو فوراً لپکتا ہوا اُن تک پہنچا، چونکہ اُن سے ملاقی ہو چکا تھا اور انکے مقاماتِ عزوشرف سے کل شام ہی آگاہی پالی تھی لہٰذا اُنہیں اپنے بازوؤں کے نرغے میں لیے ہوئے حسب الحکم غلام گردش سے باہر لانے میں کامیاب ہوا۔ باہر آنے پر حضرت نے پہچانتے ہوئے فرمایا کل آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اور یوں عزت افزائی فرمائی جیسے ہم انکے داتا گنج بخش کی طرف پیامبر ہی نہیں بلکہ داتا گنج بخش کے اُنکی طرف بھی پیامبر تھے۔ جنہیں پہچانتے ہوئے آپ نے نوازشات اور بخششوں کی حد کر دی تھی۔ کیونکہ لاہور سے قافلہ روانہ ہوتے وقت حضرت داتا گنج بخش کے مزارِ مقدسہ سے ہی قافلے کی روانگی ہوئی تھی۔

کلیئر شریف میں قیام کے دوران خوش قسمتیوں نے جیسے میرا گھیراؤ کر رکھا تھا اور صاحب مزار ہر گام، ہر جہت نئی دنیا اور نئے راز افشاء کرنے پر مائل تھے۔ زائرین کی جماعت میں جسٹس ریٹائرڈ محمد صدیق جو وفاقی شرعی عدالت کے بھی جج رہے تھے اُن کے علاوہ دیگر مقتدر ہستیاں شامل تھیں۔ جن میں خصوصاً الخصوص جناب صوفی برکت صاحب کے خلیفۂ خاص جناب عبدالصمد خان صاحب بھی شامل تھے جو سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ چونکہ جس عمارت میں ٹھہرایا گیا تھا اُس میں مختلف کمرے تھے۔ جن میں 15/20 آدمیوں کو فی کمرہ زمین پر دریاں بچھا دی گئیں تھیں جن پر وہ اپنا بستر جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، بچھا دیے گئے۔ شرفِ نیاز کہ میرا قیام اُس کمرہ میں ٹھہرا جس میں جناب عبدالصمد خان صاحب فروکش ہوئے اور نصیب صد نیاز کہ میرا بستر اور جناب خان صاحب کا بستر ملحق

Marfat.com

ہوئے۔اور یوں یہ بندۂ کمینہ ہمسایہ ظلِ خدا ٹھہرا۔ کہ جن کی ہر سانس اپنے ربِ ذوالجلال کے لئے وقف ہو چکی تھی اور جو

ع ''جو دم غافل سو دم کافر۔ سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ہُو''

کے مکمل مکلف اور پیروکار تھے اور ایک پل ایک لمحہ بھی اُس کے نور اور رحمت سے دور نہیں تھے۔ کمزور اور نحیف جسم میں ازلوں کی روحانی طاقت کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نظر آتے تھے۔ یوں جیسے صرف ربِ ذوالجلال کے حکم کے منتظر ہوں اور جو حکم موصول ہو اُسکی فوراً تعمیل کر دیں۔ یوں جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تختِ بلقیس کی فرمائش کر دی ہو اور وہ اُس انسان کی طرح جو جنوں میں سے نہی تھے مگر جنوں سے زیادہ قوتوں کے حامل، صاحبِ علم، جو چشمِ زدن میں تختِ بلقیس حاضر کرنے کے حکم کے منتظر ہوں۔ حضرت دن اور رات کے اوقات میں اپنے خفیہ ظاہری پیغام خداوندِ ذُوالجلال تک پہنچاتے ہوئے، جو ہر کسی کی سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالاتر تھا۔ اکثر رات کو بھی ہمسایہ کمینہ کی جب پہلو میں موجود ظل اللہ کی ہوک اور کوک پر بوجہ حرارتِ آتشِ عشق کی گرمی سے آنکھ کھلتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے خالق اور مخلوق باہم راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ اور کبھی ہیں۔ میں۔ میں کی آواز کا تسلسل رات کے سحر کو توڑتا ہوا محسوس ہوتا۔ چند روز تک تو راقم غور و فکر کرتا رہا۔ آخر ایک دن جب حضرت روح کی گہرائیوں سے اپنی تلمیذ حمد میں مصروف تھے تو فیصلہ کیا کہ آج فارغ ہونے پر ہر صورت آپ سے اسکی تفصیلی وضاحت کی بابت عرض گزاری کروں گا۔ آپ باتوں کے دوران بھی اچانک Abbrevation میں ذکر شروع فرما دیتے۔ جسے بظاہر سننے والا کسی صورت اصل تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ خود اُسے اِذن عطا نہ فرمائیں۔ اور میں نے بھی یہی سمجھا کہ قبلہ خان صاحب کی طرف سے ازخود مجھے اس راز کی کُنہ تک پہنچنے کا اِذن دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اجرأتِ عطا کردہ کا سہارا لیتے ہوئے حضرت سے پوچھ ہی لیا کہ

Marfat.com

حضرت آپ جو دورانِ گفتگو اور رات کو بھی اکثر میں میں میں کا ورد فرماتے رہتے ہیں، وہ میں میں میں کا مطلب کیا ہے۔ جس پر آپ نے والہانہ انداز میں فرمایا اِس کا مطلب سُنو اور فرمایا: ''میں میں۔'' مولا!'' میں میں!'' مصطفےٰ!'' میں میں۔'' مرتضےٰ اور پھر'' میں میں، میں'' کے ورد میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ نے یہ راز افشاء فرمایا اس وقت عشق کے سمندر میں کوئی لہر موجزن نہ تھی اور عقل کا ان تمام باتوں پر اعتقاد نہ تھا۔ اس لیے صرف آپ کی گفتگو سننے تک محظوظ ہو سکا مگر پلے کچھ نہ پڑا لیکن آج عرصہ دراز گزرنے کے بعد عشق سمندر میں لہروں کے مدوجزر نے قبلہ خان صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا راز بندہ ناچیز پر آشکارہ کر دیا کہ حضرت تو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر چکے تھے۔ اور انا الحق کا نعرہ ''میں میں میں'' کی صورت میں بلند کر رہے تھے۔ خفیہ الفاظ استعمال کرنے کا مطلب شائد انا الحق پکارنے والے حضرتِ منصور کے انجام اور اُس میں پوشدہ مشیتِ الٰہی کے اسرار سے واقفیت کی بناء پر مخفی الفاظ میں انا الحق کا نعرہ بلند فرما رہے تھے اور مجھے علم نہ ہے کہ آپ کی زندگی میں کسی دوسرے نے آپ سے اِن الفاظ کی تشریح کی بابت دریافت کرنے کی جرات رندانہ کا مظاہرہ کیا یا نہیں۔

کلیر شریف قیام کے دوران ہی ایک رات جب بندہ خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ قوت مجھے بیدار کرنے پر تلی ہوئی ہے اور پھر آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھا مگر سب سو رہے تھے مگر شائد قبلہ خان صاحب اُس وقت بھی تکیہ پر سر رکھے حضوری کے مزے لوٹ رہے تھے۔ دوبارہ سونے کی کوشش کی اور ابھی نیم خوابیدگی کے عالم میں تھا کہ یوں محسوس ہوا کہ دربارِ حضرت علی احمد صابر پیاؒ سے ایک انگلی نکلی اور میرا سینہ شہ رگ سے ذرا نیچے سینہ کی ہڈی چاک کرنے کے لیے پھیری جا رہی ہے۔ دو تین دفعہ یہی عمل دہرایا گیا جس پر ذہن میں عجیب وغریب خیالات آنے لگے لیکن نیند کی وجہ

Marfat.com

سے کوئی واضح نتیجہ نہ نکال سکا۔ جسکی وضاحت ۱۷ سال بعد جب 2000ء میں اپریل کی 20 تاریخ کو مجھے نیشنل ہسپتال لاہور میں دل کے آپریشن کے لیے ٹیبل پر لٹایا گیا تو ۱۷ سال پہلے کا خواب اور اسکی تعبیر میرے سامنے آ گئی۔ یوں اوپن ہارٹ سرجری کے لیے بالکل اُسی جگہ جہاں پر اُنگلی پھیری جاتی رہی میرا سینہ چاک کر دیا گیا۔ خداوند ذوالجلال کی مہربانی، کلیر شریف والی سرکار پاک اور میرے مُرشد پاک کی مہربانیوں نوازشوں اور فضل و کرم سے آپریشن کامیاب رہا۔ یوں مجھے ان چند سطور کو جو میرا سرمایہ حیات ہیں کاغذ پر منتقل کرنے کی مہلت عطا کی گئی۔ الحمدللہ رب العالمین۔

کلیر شریف سے واپسی پر وطن پہنچے پر دنیاداری کے تقاضے پورے کرتے ہوئے میں فوراً چاول کی سرکاری خریداری کے لیے مقررہ کراچی کے رائس ایکسپورٹ کارپوریشن کے انسپکٹر کے گھر پہنچا تا کہ میری عدم موجودگی میں جو محکمانہ حالات گزرے انکی خبر لے سکوں ملاقات پر جاوید زیدی صاحب نے کہا کہ یار تم کیا کر گئے تھے کہ پندرہ یوم تک چاول کی خریداری کے لیے محکمہ ریلوے کی طرف سے کوئی خالی ویگن سپلائی نہ کی گئی۔ جس کی وجہ سے کوئی خریداری نہ ہو سکی۔ یہ بات سن کر مجھ پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ ہر مافوق الفطرت وُرود کو ہی کرامت کہا جاتا ہے۔ یہ ایک انہونی اور نہ ماننے والی بات تھی کہ دسمبر کے مہینہ میں پانچ مراکز خریداری پر جو چاولوں کے گھر ضلع شیخوپورہ میں محکمہ ریلوے کی طرف سے کوئی خالی ویگن چاول کی خریداری کے لیے مہیا نہ کی جائے۔ جبکہ رائس ڈیلرز ایک ایک ویگن کی سپلائی کے لیے اپنا تن من دھن ہر چیز ریلوے کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں کیونکہ ڈیلرز نے زیادہ سے زیادہ کام/ چاول محکمہ کو خریداری کے لیے پیش کر کے اپنے منافع کو چار چاند لگانا ہوتے ہیں۔ میرا تو پہلے ہی بزرگوں کی کرامات پر پختہ یقین تھا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے مردہ کو زندہ ہوتے دیکھنے کے لیے

Marfat.com

خداوندِ ذوالجلال سے سوال فرمایا تھا۔ جس کے جواب میں قرآنِ پاک میں واضح طور پر چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت مِلا کر مختلف پہاڑوں پر بکھیرنے کا حکم اور انہیں پکارنے پر ان کے دوڑے چلے آنے کا ذکر موجود ہے۔ اُسی طرح بندۂ ناچیز کو حضرت علاؤالدین علی احمد صابریؒ نے ہوش وحواس میں جاگتی آنکھوں سے اس پُرفریب دنیا میں اپنی کرامت ظاہراً واضح طور پر دکھادی۔ اب بھی کبھی سوچتا ہوں تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں۔ اور اپنے تمام تر گناہوں کے باوجود حضرت کا معترف اور دیوانہ وفرزانہ ہو جاتا ہوں۔ کہ آپکا جو فنافی اللہ کا مقام ہے وہ اُسی طرح ہے جس طرح قرآن کی بابت "ذلك الكتاب لا ريب فى" کا حکم دیا گیا ہے اور "هدى للمتقين" ہے، "هدى للمسلمين" نہیں ہے۔ لہٰذا جو صِدقِ دِل سے یقین رکھے، اولیاء کرام کی مسندوں کے سامنے اُن کے حضور سجدہ ریز ہو جائے، "تسلیم و رضا" پر پورا ایمان رکھے، انہیں عام انسانوں سے کروڑہا درجہ افضل و اعلیٰ اور خداوندِ قدوس کے دوست سمجھے تو پھر انکی ذراسی توجہ سے ہر میدان میں فتح مقدر کردی جاتی ہے۔ چونکہ دوست کی رضا کو دوست ہی حاصل کرسکتا ہے۔ میرے سرکار پاک عبدالحمید جیون پوری شیخوپورہ اکثر جب بھی میں کسی دوست کو ساتھ لے کر حاضر ہوا فرماتے ہیں "دوست کا دوست بھی دوست ہوا کرتا ہے۔" تو جناب جو اللہ کے دوست کا دوست ہوگا وہ اللہ کا بھی تو دوست ہی ٹھہرے گا۔

ع "اللہ اللہ کرنے سے نہ اللہ ملے، اللہ والے ہیں جو اللہ کو ملا دیتے ہیں۔"

قبلہ صوفی صاحب کے پاس کلیر شریف سے واپسی کے بعد بھی حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا اور جب بھی حضرت نے توجہ فرمائی بندہ اپنے کام وام چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یوں اللہ والوں سے اپنی بھی اُنکی نظرِ اِلتفات کے سبب یاداللہ رہی۔ ایک دفعہ دارالاحسان بذریعہ کار حاضر ہوا۔ ساتھ شاید ایک آدھ دوست بھی تھے۔ حضرت نے

Marfat.com

حسبِ معمول ملاقاتیوں میں زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دیا اور اشارہ کر کے طلب فرمایا۔ حاضر ہوئے تو شفقت اور محبت سے پاس بٹھایا۔ فرمایا۔ ''آج مجھے تم سے ایک کام ہے'' آپ کا فرمان سُن کر میں ششدر رہ گیا۔ کہ آپ کو مجھ ناچیز سے کیا کام ہو سکتا ہے۔ ابھی میں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ اپنے گرد منڈلاتے ہوئے مرید صادق جناب بھائی شفیع صاحب کو آواز دی'' انکو اپنے ساتھ کنٹین پر لے جاؤ اور پیالہ دودھ کا اور رس دلاؤ، میرے حساب میں'' اور اُٹھتے ہوئے مجھے فرمایا'' فارغ ہو کر واپس میرے پاس آ جاؤ'' ہم دونوں بھائی شفیع صاحب کے ساتھ کنٹین پر چلے گئے اور گرم گرم دودھ کے پیالوں میں رس ڈبو ڈبو کر کھانے کے بعد دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ مگر دل تھا کہ مانتا ہی نہیں تھا کہ حضرت کو اس ناچیز کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے۔ واپس پہنچ کر حضرت کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا تو حضرت نے فرمایا'' آپ نے اُلو کے پٹھے دیکھے ہیں؟'' اس پر ناچیز کی ہنسی مسکراہٹ میں بدلتی ہوئی عیاں ہوئی تو آپ نے غالباً اسکا بُرا منایا اور دوبارہ وضاحت فرمائی۔ ''اُلوّ کے بچے تو اُلوّ کے پٹھے ہوتے ہیں۔'' آپ کے چہرے پر نظر رکھے ہوئے میں معاملہ کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ آپ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہی تمام مشتاقانِ دید و حاضرین مجلس بھی اُٹھ گئے۔ آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور مسجد سے باہر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ برآمدہ تک میرا ہاتھ اس پاک ہستی کے ہاتھ میں رہا۔ برآمدہ میں پہنچ کر آپ نے پھر بھائی شفیع صاحب کو آواز دی اور فرمایا'' وہ ٹوکرہ لے آؤ۔'' اور رک گئے۔ ٹوکرہ اُٹھائے خادم مرید حاضر ہوا جس پر کپڑا پڑا ہوا تھا اور جو پنجرہ نما لگتا تھا۔ جس کے اوپر پکڑنے کے لیے ہک لگا ہوا تھا۔ آپ ٹوکرہ/پنجرہ آنے پر آگے آگے چل دیے اور ہم آپ کے پیچھے پیچھے ہسپتال کی زیرِ تعمیر عمارت کی طرف چل دیے۔ جہاں کچے راستے کے اطراف میں زائرین کی گاڑیاں کھڑی تھیں میری گاڑی کے پاس پہنچ کر آپ نے فرمایا اسکی ڈگی کھولو میں نے جیب

Marfat.com

سے چابی نکال کر ڈگی کھولی تو آپ نے فرمایا ''ٹوکرہ اس میں رکھ دو''۔ اُس وقت تک میری سمجھ میں کوئی بات نہ آ رہی تھی کہ آخر ماجرا کیا ہے جس پر آپ نے فرمایا ''یہ اُلو کے بچے اس ٹوکرہ میں موجود ہیں'' انہیں اپنے ساتھ لاہور لے جاؤ، صبح اٹھ کر تم چڑیا گھر جا کر انہیں چڑیا گھر والوں کے سپرد کر دینا اور ان سے رسید حاصل کرنا۔ انہیں بتانا کہ دارالاحسان سے صوفی برکت نے بھیجے ہیں۔ جب آئندہ آ ؤ رسید لیتے آنا'' اس وقت تک اس تمام کاروائی کی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ جس پر آپ نے دلی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے خود ہی وضاحت فرمائی ''لوگ اُلو کے خون سے جادو کے تعویز لکھ کر مخلوقِ خدا کو دکھی کرتے ہیں اس لئے میں یہ اُلو کے بچے پکڑوا کر انہیں چڑیا گھر بھجوا دیتا ہوں'' تب میری سمجھ میں حضرت کی مخلوقِ خدا سے محبت اور جادو ٹونے اور تعویزِ شیطانی سے نفرت کی حکمت کا راز افشاء ہوا جو قابلِ تعظیم اور واجب الاحترام شخصیات کا ہی خاصا ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں بھی متعدد بار حضرت کے پاس شرف بازیابی حاصل ہوتا رہا۔ جس میں قبلہ عبدالصمد خان صاحب سے بھی کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی۔ جناب خان صاحب سے ایک ملاقات ہمراہ ریاض مصطفٰے صاحب دارالاحسان میں زیرِ تعمیر ہسپتال کی چھت پر ہوئی۔ وہاں سردیوں کے موسم میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ ہم بھی پتہ کرتے کرتے نامکمل غیر پلستر شدہ عمارت کی سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آپ نے فوراً خادم کے ذریعے چائے اور برفی سے تواضع فرمائی اور اپنے ماتھے سے ماتھا لگا کر رگڑتے رہے اور دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے پیشانی پر کچھ تحریر فرماتے رہے۔ اکثر پیارے دوستوں کے ساتھ آپ اس طرح کا سلوک فرمایا کرتے تھے اِس سلوک کی اُن دنوں تو کوئی سمجھ نہ آتی تھی اور نہ ہی کبھی ایسا کرنے کی بابت وضاحت کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی آپ سے پوچھنے کی جسارت ہو سکی کہ اسکا شاید اذن عطا نہیں فرمایا جا رہا تھا۔ آج جب غور و فکر کرتا ہوں اور آپکی استعانت طلب کرتا ہوں تو یوں محسوس

Marfat.com

ہوتا ہے جیسے حضرت اسکی وضاحت کچھ یوں فرما رہے ہیں کہ ہر انسان کی پیشانی پر اسکا مقدر رقم کر دیا گیا ہے۔ اور چونکہ اولیائے کرام پیشانی سے اس کے مقدر اور کرموں کا اندازہ فرما لیتے ہیں جس طرح اُس کنیز کی مثال سے عیاں ہے کہ جو حضرت بہاؤالدین ذکریا سہروردی کی کنیز تھی۔ جب حضرت باوا فرید الدین شکر گنج ملاقات کے لیے ملتان تشریف لے گئے۔ تو حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی نے اُس کنیز کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ پاکپتن کی سرکار کو وضو کروائے گی۔ جس پر وہ کنیز وضو کروانے کی غرض سے حاضر ہوئی تو وہ لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی اور آپ اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جس پر وہ کنیز لوٹا رکھ کر بھاگ گئی اور حضرت بہاؤالدین ذکریا سے شکایت کی کہ آپ کے مہمان تو میرے چہرے کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے اور وضو کی طرف توجہ نہیں فرما رہے تھے۔ اس لیے میں وہاں سے بھاگ آئی ہوں۔ جس پر حضرت بہاؤالدین ذکریا نے فرمایا کہ اس کنیز کی پیشانی پر لکھا تھا کہ یہ دوزخی ہے اور میں نے اس لیے اس کی ڈیوٹی باوا فرید الدین شکر گنج کے وضو پر لگائی تھی کہ آپ کی نگاہ اس کی پیشانی پر پڑے اور اس وقت صرف آپ ہی کی ذات مستجاب الدعوات ہے اور صرف آپ ہی کو دوزخیوں کو جنتی بنانے کا اختیار ہے کہ آپ دیکھ کر ہی کسی کو دوزخی سے جنتی بنا سکتے ہیں۔ مگر اس کے نصیب میں ایسا نہ تھا۔ اس لیے یہ حضرت کو وضو مکمل نہ کرا سکی اور درمیان میں چھوڑ کر بھاگ آئی ہے۔

حضرت عبدالصمد خان صاحب بھی اپنے ماتھے سے ماتھا رگڑ کر اور پیشانی پر انگشتِ شہادت سے تحریر کر کے ازلی تقدیر کو بدلنے کے اختیارات استعمال کرتے تھے۔ جو رب نے اُنہیں تفویض فرمائے تھے مگر آپ نے میری موجودگی میں کبھی نہ تو انا الحق کا نعرہ بلند فرمایا اور نہ ہی کبھی حضرت باوا فرید الدین شکر گنج چشتی کے ذریعے عطا کردہ عنایات کا اظہار فرمایا کہ خان صاحب بھی تو حضرت باوا صاحب کے بھانجے اور داماد حضرت

Marfat.com

علاؤالدین علی احمد صابری کے سلسلہ کے جیّد اور برحق ولی بزرگ تھے۔

غالباً 1993ء میں راقم فوڈ ڈائریکٹوریٹ میں انفورسمنٹ وِنگ میں تعینات تھا۔ گندم خریداری شروع ہونے پر خوش نصیبی کہ حضرت صوفی برکت صاحب نے یاد فرمایا اور یوں فیصل آباد ڈویژن کے معائنے کی ڈیوٹی پر تفویض کیا گیا۔ یوں جیسے ''اندھا کیا چاہے دو آنکھیں''۔ فوراً روانگی ہوئی، فیصل آباد پہنچ کر سب سے پہلے ضلع فیصل آباد میں تعینات ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر چوہدری عبدالحمید صاحب سے سرکاری جیپ کی چابی حاصل کی اور سامان انکے پاس رکھ کر زیارت کے لیے کشاں کشاں سمندری کی طرف روانگی کی جہاں ان دنوں حضرت نے سُوئے کے کنارے ڈیرہ جما رکھا تھا۔ سمندری کا سفر یوں طویل محسوس ہونے لگا جیسے گاڑی جوں کی طرح رینگتی جا رہی ہے اور وقت اور سفر ختم ہی نہیں ہونے کو آ رہا۔ آخر خدا خدا کر کے منزلِ مقصود پر پہنچے اور پکی سڑک برلبِ سوا ایک طرف پارکنگ کے لیے چوڑی سڑک پر گاڑی کھڑی کر کے میں نے اپنے جوتے اس میں ہی اتار دیے۔ میرے ساتھی نوید اسلم صاحب نے مجھے قدرے حیرانی سے دیکھا۔ اور گویا ہوئے۔ دھوپ سے سڑک گرم ہے۔ فاصلہ بھی ہے۔ آپ کس طرح جائیں گے اور یہ کہ جوتا اُدھر جا کر ہی اُتار دیں گے مگر قاضیِ عشق کو یہ کہاں گوارا تھا کہ یار کا گھر ہو اور اس میں جوتا پہن کر پھروں۔ لہٰذا میں نے نوید صاحب کو کہا کہ بھائی آپ نے اُتارنا ہے تو اُتار دیں نہیں تو آپکی مرضی۔ مگر اُس نے بھی شاید میری تقلید میں ایسا ہی کیا۔ کیونکہ وہ مردِ درویش بھی جملہ مزاراتِ لاہور کا مستقل زائر تھا۔ قدم قدم چلتا جذبہء شوق حضرت سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھا کہ حضرت کے بالمقابل باغ میں کافی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے پائے جو یقیناً آپ سے ملاقی ہونے کے خواہش مند دور دراز کا سفر طے کر کے آئے ہوئے شائقین دید تھے۔ نوید اسلم پھر گویا ہوا۔ یہ تو بہت لمبا کام لگتا ہے شاید گھنٹوں کا، پتہ نہیں لوگ کب سے انتظار

Marfat.com

میں بیٹھے ہیں اور مایوسی کا اظہار کیا۔ جس پر میں نے کوئی جواب نہ دیا اور اشارے سے خاموشی کے لیے کہا۔ ابھی ہم حضرت کے برابر ہی پہنچے تھے کہ آپ نے فوراً اندرونی کیفیات کا اندازہ لگاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے طلب فرمایا۔ یوں ہم باغِ انتظار میں داخل ہونے سے قبل ہی طلب کر لیے گئے ۔آپ کے ہاتھ میں لکڑی کے بڑے موتیوں والی بڑی تسبیح تھی جو کافی دور تک زمین پر پڑی تھی، اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حضرت نفس کے موذی سانپ کو اس کے سر سے قابو کر کے بیٹھے ہیں اور وہ کبھی کبھی اذیت سے کروٹیں بدلتا ہے۔ جب آپ اکٹھے موتی دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بائیں سے گزار کر رک جاتے تھے۔ حضرت نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، پھر اُٹھنے کا۔ یوں تین چار دفعہ اٹھک بیٹھک ہوئی۔ آخر میری سمجھ میں بات آئی کہ آج یہ ورزش کیوں ہو رہی ہے۔ حضرت مجھے زمین پر بٹھانا چاہتے تھے مگر میں ہر بار پاؤں پر بیٹھتا تھا کیونکہ سفید کاٹن اور مائع لگی ہو تو شیطان یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اسکے ولی کے پاس گندی نہ ہونے پائے، یہ سمجھتے ہوئے چوتھی بار میں سیدھا زمین پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ تو حضرت زیرِ لب مسکرائے کہ آخر کریز توڑ ہی دی ناں اور نفس کو لگی ہوئی کریز کو توڑنا مولویوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ جب بھی توڑے گا اللہ وکا کوئی ولی ہی توڑے گا۔ حضرت نے بیٹھتے ہی سوال فرمایا ''تیرا کیہہ خیال اے کہ کتاباں پڑھن نال بندہ عالم فاضل تے عامل ہو جاندا اے''۔ اس اچانک سوال کے لیے میں بالکل تیار نہیں تھا۔ لیکن لمحہ بھر میں حواس جمع کرتے ہوئے جواب دیا ''حضرت کتابیں پڑھنے سے بندہ عالم فاضل تو ہو سکتا ہے مگر عامل نہیں ہو سکتا''۔ آپ نے اس جواب کو سنتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا یوں جیسے میرے جواب سے مطمئن ہوں پھر فرمایا '' تے بندہ عامل کس طرح بن دا اے'' جس پر میں عرض کیا کہ ''جناب کسی اللہ کے ولی کی نظر پڑ جائے تو بندہ عالم فاضل اور عامل بن جاتا ہے''۔ جس پر آپ نے فرمایا ''تینوں موٹیاں موٹیاں کتاباں پڑھن

Marfat.com

دا بڑا شوق ہے'' اور ساتھ ہی بھائی شفیع صاحب کو بلایا۔ اور میری طرف انگلی سے اشارہ فرماتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور زیرِ لب فرمایا ''سب توں موٹی کتاب'' اور نوید اسلم صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شہادت کی اُنگلی اور انگوٹھے کو علیحدہ کر کے فرمایا ''چھوٹی کتاب'' اور چند لمحوں بعد میرے پاس ایک گتے کا ڈبہ جس کے گرد پلاسٹک کی ڈوری لپٹی ہوئی تھی اور نوید اسلم کے ہاتھ میں تقویم دارالاحسان تھی۔ پھر آپ نے ساتھ ہی لگے ہوئے تندور کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''کھانا کھا کر پھر آؤ'' لہٰذا ہم دونوں چند قدم کے فاصلے پر تندور پر پہنچے۔ شدتِ بھوک (جسمانی و روحانی) کی وجہ سے روٹی اور دال کے لنگر نے خوب خوب سیری کی اور چند ہی منٹ بعد ہم دوبارہ حضرت کے پاس حاضر ہو گئے۔ آپ نے پھر روئے مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا ''کتاب پڑھ کر میرے پاس آنا۔ پھر تمہیں بتاؤں گا۔ بندہ عالم، فاضل اور عامل کیسے بنتا ہے؟'' اور یوں حضرت سے ہماری آخری ملاقات ختم ہو گئی۔ اور آپ نے جانے کا حکم فرما دیا۔ نہ تو آپ نے دوبارہ طلب فرمایا اور نہ ہی بوجوہ بندہ آپ کی ظاہری زندگی میں آپ کی قدم بوسی کے لیے دوبارہ حاضر ہو سکا۔

1997ء میں بندہ کی تعیناتی فیصل آباد ڈویژن میں بطور سٹوریج اینڈ انفورسمنٹ آفیسر ہو گئی۔ اور 2000ء تک مختلف حیثیتوں میں ضلع فیصل آباد میں قیام کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران میرے مرّبی، میرے محسن تو بظاہر پردہ فرما چکے تھے مگر رانا سعید احمد خاں صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر فوڈ فیصل آباد ڈویژن کے ہمراہ مزار شریف پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ چونکہ وہ حضرت کے قدیم اور بامراد مریدوں میں شامل تھے۔ وہاں پر ہی گاہے بگاہے جناب عبدالصمد خان صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا جو بوجہ ضعیفی خاصے کمزور ہو چکے تھے۔ مگر پامردی اور مستقل مزاجی سے اپنے رہنما اور پیرِ مکرم کے دربار پر تادمِ زیست حاضر رہے۔

Marfat.com

حضرت پیر سید محمد علیؒ شاہ

(کرمانوالہ شریف)

سلسلہ تلاشِ حق کا ایک سفر کرمانوالہ شریف تک کا ہے۔ جہاں ایک کامل بزرگ ہستی جناب سید اسماعیل شاہ صاحب بخاری محو استراحت ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب فقیر کی تعیناتی بطور راشننگ انسپکٹر لاہور میں تھی اور آزادنشی اپنے عروج پر تھی۔ میرے دفتر میں میرے ساتھ لیاقت علی بٹ نامی کلرک کام کرتا تھا۔ اور میرے آفیسر سیّد محمد اشرف شاہ صاحب ہروقت زبانِ حال سے اپنے خاندانِ سادات سے ناطے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے تھے۔ جبکہ میری نظر میں تو ساداتِ کرام کو اپنے عمل سے اور اپنے تقوٰی کی بنیاد پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ خاندانِ سادات سے متعلقہ ہیں۔ ایک روز شاہ صاحب سے اس بات پر اختلاف ہوگیا۔ جو بات میرے دل میں تھی وہ کہہ دی کہ جناب اپنے عمل سے ثابت کریں زبانی جمع خرچ مت کیا کریں، اپنا تعارف بھی کروانا پڑا تاکہ وہ طوطے کی رٹ سے باز رہیں۔ لیاقت علی بٹ نے جب میرا تعارف اور سیّد ہاشم شاہ صاحب کی اولاد ہونے کی بات سنی تو اس نے مجھے بتلایا کہ اُس کے بزرگ سیّد ہاشم شاہ کے پوتے سیّد نتھے شاہ جو ہندوستان کے ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالہ کے گاؤں جگدیو ہاشم شاہ میں مدفون ہیں کے بیعت تھے۔ اس روز سے لیاقت بٹ سے میرا دفتر کے علاوہ بھی تعلق استوار ہونے لگا۔ اور اس کی حرکات وسکنات سے میرے لیے ادب واحترام جھلکنے لگا۔ ایک روز وہ دفتر میں اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ اس نے ایک خبر ذرا بلند آواز میں پڑھی کہ آئندہ دو یوم نان

Marfat.com

سٹاپ ریل گاڑیاں بھی کرمانوالہ شریف پر رُکیں گیں۔ خبر ختم کر کے اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "کل عرس تے نہ چلیئے" میں جو پورے طور پر اسکی طرف متوجہ نہ تھا جواباً اسے کہا کہ ٹھیک ہے کل اتور کی چھٹی ہے۔ دوسرے روز بٹ صاحب نے تقریباً صبح چھ بجے میرے مکان کی گھنٹی بجا دی۔ میں جو خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا طوعاً وکرہاً دروازے پر پہنچا تو بٹ کو کھڑے دیکھ کر جیسے میری سٹی گم ہوگئی۔ مجھے متوحش پا کر اس نے کہا "چلو جی چلیئے" میں نے جان چھڑانے کے لیے اسے پوچھا کہاں جانا ہے۔ تو وہ بولا کہ آج تو ہم عرس پر جا رہے ہیں۔ میں نے اس کی سنجیدگی پر غور کرتے ہوئے اُسے ٹرخانے کے لیے کہا کہ یار میں تو مذاق کر رہا تھا مگر تم تو سنجیدہ ہو کر چلے آئے ہو جس پر اس نے خفگی کا دبا دبا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جناب بزرگوں اور اللہ کے نیک بندوں سے مذاق نہیں کیا کرتے۔ اُس کی آخری بات نے میرے اندر پوشیدہ نیکی کو جو میرے رب نے ہی مجھے ودیعت کر رکھی تھی، کو کچوکا دیا اور میں نیم دروں نیم بروں دروازے سے ہٹ کر واپس اندر کی طرف چل پڑا۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے ذرا غور کیا تو واقعی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور میں نے عرس کی تقریبات میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔ ہم دونوں چوک یتیم خانہ سے بس میں سوار تقریباً دو گھنٹے بعد کرمانوالہ شریف جو اوکاڑہ سے تین کلومیٹر پہلے واقع ہے کے بس سٹاپ پر اتر رہے تھے۔ سڑک کے کنارے پر واقع مسجد اور اس سے ملحق دربار شریف میں داخل ہونے سے قبل بٹ صاحب نے مجھے کہا کہ درباروں پر حاضری سے قبل وضو کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا آپ وضو کر لیں۔ اُس کی بات سُن کر مجھے فوری طور پر غصے کے ساتھ احساس ہوا کہ وہ مجھے اپنے پیروں کی اولاد تو سمجھتا ہے مگر فرائض سنتوں اور رسوم سے خالی جانتا ہے تبھی اس نے یہ بات کی ہے۔ وضو کرتے کرتے میں سوچتا رہا کہ اشرف شاہ صاحب کو تو میں کہتا رہا کہ اپنے عمل سے اولادِ سادات ہونے کا ثبوت دیں مگر خود اس بات پر

Marfat.com

عمل نہ ہونے کی وجہ سے آج مجھے بٹ کی یہ بات سننا پڑی ہے۔ میرا ارادہ تھا حاضری دیکر واپس آجائیں گے مگر پورا دن غیرارادتاً گزر گیا۔ شام کو واپسی کے لیے بٹ کو کہا تو اس نے بتلایا کہ رات کو اصل مزا آئے گا اور جلسہ ہوگا۔ جس میں نعت خوانی اور تقاریر ہونگی۔ اور یوں رات ہوگئی اور تقریبات کا آغاز ہوا۔ پروگرام تقریباً ساری رات چلتا رہا اور تقریباً 3 / 2 بجے رات جب میں مزار شریف کے سرہانے کی طرف غلام گردش میں نیم غنودگی کی کیفیت میں بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دراز قد بزرگ سفید ملبوسات کے ساتھ سفید بالوں اور سفید داڑھی نماز کی ادائیگی میں مصروف ہیں اور وہ اس قدر مگن ہیں کہ انہیں اپنے آس پاس کا کوئی ہوش نہ ہے۔ پورے خضوع وخشوع کے ساتھ ربِ ذوالجلال کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ایک خیال بجلی کی سُرعت سے میرے ذہن میں گزر گیا کہ یہ بزرگ نہ جانے کتنی مدت سے اسی طرح اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اور اس عبادت سے انہیں کیا حاصل ہوتا ہوگا جو یہ اس عمر تک عبادت کیے جا رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز سے فارغ ہوں تو ان سے پوچھا جائے کہ وہ کتنی مدت سے عبادتِ خداوندی کر رہے ہیں اور یہ کہ انہیں اس سے کیا ملتا ہے۔ کیا حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ نیند کا غلبہ بھرپور تھا سو بصد کوشش بھی جاگنے میں ناکام رہا۔ اور دیوار کے ساتھ ٹیک کی وجہ سے نیند گہری ہوتی چلی گئی۔ صبح کی اذان کے ساتھ ہی زائرین نے ہل جل شروع کی تو مجھ جیسے سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کی ادائیگی کے لیے بیدار کرنا شروع کر دیا۔ میری جب آنکھ کھلی تو وہ بزرگ اس جگہ موجود نہ تھے۔ اور مجھے میرا سوال ادھورا رہتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے بٹ کو جو مجھ سے قبل بیدار ہو چکا تھا پوچھا کہ جو بزرگ یہاں نماز پڑھ رہے تھے کہاں گئے ہیں تو اس نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نے تو یہاں کوئی بزرگ نہیں دیکھے۔ میں نے اُسے کہا کہ نماز ختم ہونے پر مسجد کے ایک دروازے پر تم کھڑے ہو جانا اور دوسرے پر میں

Marfat.com

کھڑا ہو جاؤں گا تا کہ مذکورہ بزرگوں کو تلاش کر کے ان سے ملاقات کی جائے اور ان سے وہ سوال پوچھا جائے جس نے مجھے بے چین اور مضطرب کر دیا تھا نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد حتی المقدور کوشش کے باوجود نہ تو وہ بزرگ مسجد میں نظر آئے اور نہ ہی زائرین میں کہیں مل سکے کیونکہ سوموار کا دن شروع ہو چکا تھا۔ اور ہم دونوں کو دفتر بھی جانا تھا۔ لہٰذا تلاش ادھوری چھوڑ کر روضہ پر سلام کر کے سڑک پر آ گئے کہ لاہور کے لیے سواری تلاش کی جائے۔ زائرین کی واپسی شروع ہو چکی تھی اور رش کافی بڑھ چکا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد خیال آیا کہ بزرگوں کے پاس آئے ہیں اور واپسی کی تنگی ہو رہی ہے۔ دفتر میں بھی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ اگر بزرگ فوری کوئی اچھا انتظام کریں تو پھر کیا ہی بات ہے۔ یہ سوچتے ہی ملتان سے آنیوالی ایک بس ہمارے پاس آ کر رکی اور یوں بزرگوں نے ذہن کا خیال پڑھ کر فوری واپسی کا انتظام فرما دیا۔ واپسی کے بعد دن بدن بے چینی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور نہ رات کو آرام اور نہ دن کو چین رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے طبیعت کو اچاٹ کر دیا ہو۔ یوں تقریباً دو تین ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ اور جب طبیعت زیادہ گھبراتی تو نماز کی ادائیگی کی کوشش کرتا۔ مگر اس میں دل نہیں لگتا تھا۔ بالآخر والدہ محترمہ نے میری حرکات و سکنات سے محسوس کیا اور دریافت کیا کہ مجھے کیا پریشانی ہے۔ میں نے ان کو تمام تر حالات وضاحتاً بتلا دیے۔ جس پر انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ میں فوراً اپنے دادا حضور کے پاس گاؤں جا کر انہیں اپنی حالت سے آگاہ کروں۔ تا کہ وہ اس کا کوئی سدِ باب کریں۔ لہٰذا میں نے اپنے دادا حضور کے پاس گاؤں پہنچ کر انہیں اپنی کیفیت سے آگاہ کیا۔ اور درخواست کی کہ وہ مجھے بیعت کریں کیونکہ خاندان کے اکثر افراد اور گاؤں کے لوگ اُنکے بیعت تھے۔ آپ نے میری کیفیت سُنی اور مزار کے سرہانے بزرگوں کا حلیہ دریافت کر کے مجھے بتلایا کہ وہ بزرگ تو خود صاحبِ مزار حضرت اِسماعیل شاہ صاحب تھے چونکہ میرے دادا حضور نے سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت

اسماعیل شاہ صاحب سے بھی بیعت کر رکھی تھی اور اوائل عمر میں قبلہ شاہ صاحب سے ان کی ارادت کے بہت قریبی روابط رہے تھے۔ لہٰذا انہیں پہچاننے میں ذرا دیر نہیں لگی مگر یہ بات میرے شعور میں نہ آ رہی تھی۔ کہ کوئی صاحبِ مزار کس طرح خود اپنے ہی مزار کے سرہانے نماز کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ نہ سمجھتے ہوئے بھی میں نے خامشی اختیار کر لی۔ جس پر میرے بزرگوں نے فرمایا بچے وقت آنے پر سب سمجھ آ جائے گی۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے کوئی بزرگ اپنے وصال کے بعد اپنے ظاہری جسم کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے۔ میرے اصرار پر بزرگوں نے جواب دیا کہ تمہاری بیعت کی بابت سوچ کر بتاؤں گا۔ جب آئندہ گاؤں آؤ گے تو اس سلسلہ میں پھر بات کریں گے۔ میں دوسرے تیسرے ہفتے پھر بیعت کی نیت سے دادا حضور کے پاس گاؤں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا بیٹے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تمہیں بیعت نہیں کروں گا مجھے کام کچھ وزنی محسوس ہوتا ہے لہٰذا تمہیں اپنے پیر خانے کرمانوالہ شریف لے کر چلوں گا اور تمہیں وہاں بیعت کراؤں گا۔ مجھے اپنے تئیں کچھ مایوسی ہوئی کہ بزرگوں نے گاؤں اور خاندان کے کئی لوگوں کو بیعت کیا ہوا ہے تو میری دفعہ کیوں انکار کیا ہے۔ خیر چند ماہ بعد بزرگ لاہور تشریف لائے تو حکم ہوا کہ کرمانوالہ شریف چلیں۔ میں بزرگوں کے ساتھ دربار کرمانوالہ شریف پہنچا تو بہت سے دوست جنہیں بیلی کہا جاتا تھا وہاں بیعت کی غرض سے موجود تھے۔ بزرگ بھی ان میں ہی شامل ہو کر بیٹھ گئے کہ ابھی قبلہ محمد علی شاہ صاحب سجادہ نشین تشریف نہ لائے تھے۔ اس دوران میری سوچ پھر پرواز کرتی ہوئی اس حد تک پہنچی کہ میرے دادا خود سجادہ نشین ہیں یہ دوسرے لوگوں کے ساتھ زمین پر کیوں بیٹھے ہیں کہ اچانک سید محمد علی شاہ صاحب سجادہ نشین مریدین کے ہجوم میں مسجد کے صحن میں رونق افروز ہوئے اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔ میں نے آخر اپنے دادا حضور سے پوچھ ہی لیا کہ کیا شاہ صاحب آپ کو نہیں جانتے کیونکہ میرے اندر خود پیروں کی اولاد ہونے کا جن شور مچا رہا تھا

Marfat.com

کہ یہاں تو ہم عام لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہیں اور کوئی انفرادی حیثیت نہ ہے۔ بزرگوں نے میرے سوال کا اثبات میں جواب دیا۔ دوسرے ہی لمحے تمام بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے شاہ صاحب نے سب سے پہلے بزرگوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ آپ آئیں۔ بزرگ مجھے ساتھ لے کر شاہ صاحب کی چارپائی کے قریب ہو گئے۔ اور شاہ صاحب نے بزرگوں سے دریافت کیا ''ہُن بڑے گھٹ گھٹ آؤندے او'' جس پر شاہ صاحب نے پوچھا ''اج کس طراں آؤناں ہویا'' بزرگوں نے میری طرف اشارہ کر کے جواب دیا ''ایہہ میرا پوترا تے حکیم اسحاق صاحب دا دوتہرا اے۔ اینوں بیت کران لئی لیایاں۔'' شاہ صاحب نے بغور میری طرف دیکھا اور فرمایا ''تہاڈا پوترا تے حکیم صاحب دا دوتہرا تے فیر کیہہ مسئلہ اے۔'' ذرا توقف کر کے فرمایا ''اینہیں کن وچ پایاں نیئں دکھنا'' پھر شاہ صاحب نے بیعت کرنے کے بعد ایک دفعہ سبق خود پڑھایا اور اپنے کسی پرانے مرید کو سب نئے بیعت کرنے والے مریدین کو سبق یاد کرانے کا حکم دیا۔ یوں یہ فقیر اپنی زندگی میں اس تسبیح میں شمار ہو گیا جو صرف اہلِ سُنت والجماعت کے حصہ میں آئی جس کا آخری سرا تو گناہ گار نو آموز مرید کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جبکہ پہلا سرا سرورِ کائنات نبی آخر الزماں حضور ﷺ کے دستِ مبارک میں ہے۔ ہر انسان کی قسمت میں اس تسبیح کا موتی بننا نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی از خود اپنی کوشش سے ایسا کر سکتا ہے۔ یہ تو روزِ ازل کے کیے گئے فیصلے ہیں کہ کس کی قسمت کس کے ہاتھ پر کھلے گی۔ اور کس کا مقسوم کس سے وابستہ کیا گیا ہے کیونکہ وسیلے کے بغیر نہ تو دنیا کا کوئی کام ہوتا ہے اور نہ ہی آخرت کا۔

انسانی جسم میں بھی خداوند قدوس نے جسم کو کنٹرول میں رکھنے اور دنیاوی امور سر انجام دینے کے لئے وسیلے بطور عہدیدار مقرر کیے ہیں۔ جن میں دل بادشاہ ہے، عقل وزیر ہے اور باقی اسکے درباری ہرکارے اور سپاہی ہیں۔ سپاہیوں، ہرکاروں کا کام اپنی اپنی ڈیوٹی

Marfat.com

کے مطابق معلومات وزیر کو اور اُسے بادشاہ کو فراہم کرنا ہوتی ہیں۔ اور پھر بادشاہ وزیر کے مشورے سے فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور وزیر کے ذریعے اس پر عمل کرواتا ہے۔ انسانی جسم کے بظاہر یہ پانچ ہرکارے اس کے حواسِ خمسہ ہیں جو اپنی ڈیوٹی پوری کر کے فوراً وزیرِ مملکت کو اطلاع کر دیتے ہیں۔ مثلاً اس میں آنکھ دیکھتی ہے کہ ایک گڑھا چلتے چلتے انسان کے سامنے آ گیا تو آنکھ فوراً وزیر کو اس امر کی اطلاع کرتی ہے۔ جس پر اُسے فوراً عقل یعنی وزیر از خود یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ رک جائے اور اپنا راستہ بدل لے، واپس چلا جائے یا اگر راستہ موجود ہے تو دوسری طرف سے نکل جائے۔ بادشاہ تک صرف وہ مسائل پہنچائے جاتے ہیں جن میں عقل یعنی وزیر فیصلہ کرتے ہوئے دقت محسوس کرتا ہے۔ اگر آنکھ کا ہرکارہ بروقت وزیر کو اطلاع نہ کرے تو گڑھے میں گر کر زخمی ہونے کا امکان موجود ہے جس سے جسم کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اندھے لوگوں کی یہی مشکل ہے کہ ایک ہرکارے کی عدم موجودگی میں وزیر کو بروقت اطلاع نہیں کر سکتے اور نقصان اور تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کان جس کی ڈیوٹی آواز سن کر اس کے صوتی اثرات عقل تک پہنچانے کی ہے اور عقل یعنی وزیر آواز کے صوتی اثرات سن کر ہی آئندہ حکمتِ عملی فوراً طے کر کے حکم جاری کرتا ہے کہ آواز ایک نہ نظر آنے والی گڑگڑاہٹ ہے۔ جو پیچھے سے آنے والا ٹرک وکار یا کوئی جانور یا درندہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لیے غیر شعوری طور پر فوراً پیچھے مڑ کر دیکھنے پر آنکھ وزیر کو اطلاع کرتی ہے کہ ٹرک پیچھے سے چڑھا آ رہا ہے۔ دونوں ہرکاروں کی اطلاع پا کر فوراً ایک طرف ہٹ جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے تا کہ وہ جو بھی چیز ہے بغیر نقصان پہنچائے گزر جائے۔ اگر آنکھ کا جواب نفی میں ہے کہ کسی طرف اس ہرکارے کو کوئی چیز نظر نہ آئی تو پھر یہ گڑگڑاہٹ کیا ہے۔ وزیر با تدبیر نے فوراً حساب لگایا یہ تو زلزلے کی گڑگڑاہٹ ہے۔ فوراً جسم کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ تا کہ نقصان سے بچا جا سکے۔ نہ پرے ہٹنے کی ضرورت پڑی اور نہ راستہ دینے کی

Marfat.com

ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح زبان کا ہرکارہ ہر مضر، کڑوی اور میٹھی چیز کی بابت چکھنے کی حس کے تحت عقل کو اطلاع کرتا ہے۔ جو اسے نگلنے یا اگلنے کا حکم دے دیتی ہے۔ ان تمام ظاہری و بدنی جسمانی مثالوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ " لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" حضرتِ انسان میں بھی عقل تک اور دل تک ہر چیز ذریعے اور وسیلے سے پہنچی اور براہِ راست عقل و دل قطعی طور پر اس قابل نہیں کہ وہ ان حواسِ خمسہ کی مدد اور اطلاع کے بغیر احکامات جاری کر سکیں اور جو حس بھی کم ہو جائے گی اس کا نعم البدل کوئی دوسرا ہرکارہ نہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کی ڈیوٹی کو دوسرا ہرکارہ سرانجام دے سکتا ہے اگر جسم کے نظام کو کنٹرول کرنے کے لیے بادشاہ و وزیر کو وسیلے کی ضرورت پڑتی ہے اور غلط اطلاع یا بروقت نہ پہنچانے پر کسی نقصان کی صورت میں بازپُرس کا نظام بھی موجود ہے۔ غفلت کی فوری سزا نقصان کی صورت میں جسم کے کسی بھی حصے کو مل سکتی ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کائنات کے نظام میں بغیر وسیلوں کے تمام امور سرانجام پا رہے ہوں۔ کیونکہ انسانی جسم بھی تو بقول علماء ایک چھوٹی کائنات ہے۔ تو اگر چھوٹی کائنات کے نظام کو دُرست چلانے کے لیے دُرست وسیلوں کی ضرورت ہے جس کے بغیر جسم کو نقصان پہنچ جاتا ہے تو پھر بڑی کائنات کے انتظامی امور کو چلانے کے لیے کس طرح بغیر وسیلوں کے کام چل سکتا ہے۔ خداوندِ بزرگ و برتر جو اس کائنات کی ہر چیز کا واحد خالق اور مالک ہے۔ اس نے ہی اپنی چھوٹی کائنات کے لیے وسیلوں کا اہتمام فرمایا۔ اور اسی نے اپنی خلاقیت کے عملی نمونہ میں وسیلے تخلیق فرما دیے تاکہ اس کی بادشاہت بطریقِ احسن چلے۔ نعوذ باللہ وہ ذات نہ تو وسیلوں کی محتاج ہے اور نہ ہی وہ کسی کا نیاز مند ہے مگر اس نے ازخود جو انتظامات کیے ہیں وہ اس کے سربستہ رازوں سے بھی خود ہی واقف ہے مگر انسان بڑی کائنات میں چھوٹی کائنات کی ایک چھوٹی سی مثالی تصویر، ایک ذرے سے بھی کم حیثیت کا مالک، 80/90 کلو کے

Marfat.com

کل انسانی جسم میں گوشت پوست ہڈیوں میں اُسکے سر کی حیثیت جس میں 300/200 گرام کا ایک چھوٹا سا پُرزہ ہے جس میں آنیوالے خیالات کے اظہار کیلئے انسان رب ہی کی عطا کردہ نعمتوں دل، عقل اور زبان سے اتنے بڑے بڑے دعوے کرتا ہے۔ پوری کائنات کے بارے میں گوہر افشانی کرتا ہے، اس پر طرہ یہ کہ خداوندِ قدوس کی بنائی ہوئی کائناتِ اصغر اور اکبر میں اپنی اتنی چھوٹی سی عقل ودماغ کی چھوٹی سی سوچ کے ساتھ اظہارِ خیال کرتا ہے تو کچھ عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔ سورۃ یٰسین میں اس بات کا ذکر ہے کہ "کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تڑاک پھڑاک جھگڑنے لگا اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دو اُن کو، وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا، وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔" تو جنابِ انسان تو لاکھوں کروڑوں سال گزرنے پر اپنے اندر کی کائنات کی مکمل تحقیق نہ کر سکا اور وہ آج تک درد کی ظاہری شکل کی وضاحت نہ کر سکا ہے۔ تو پھر وہ ایک ذرہ اپنی حیثیت جانے بغیر کس طرح کائناتِ اکبر کے کسی بھی راز کو مکمل دریافت کرنے کا دعوٰی کر سکتا ہے۔ سب اس کے اندازے ہیں، رب جسے چاہے کائنات اصغر اور کائنات اکبر کے جملہ سربستہ رازوں سے آگاہ کر دے جبکہ سائنس دان بغیر مشینوں کے وسیلہ کے از خود اب تک اس قابل نہ ہوئے ہیں۔ کہ وہ اپنے پیروں کے نیچے کی زمین کے اندر کی بابت کوئی وضاحت کر سکیں اور کیمرہ یا شیشہ یا کسی دیگر مشین کے وسیلہ کے بغیر کائناتِ اصغر یا اکبر کے بارے میں وضاحت کر سکیں۔

وسیلہ کی حقانیت اور سچائی کسی طور قابلِ اعتراض نہ ہے۔ کیونکہ انسانوں کی اس دنیا میں وسیلہ کی سچائی انسان کی دنیا میں آمد سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ کہ اگر اس کے ماں اور باپ اس کی آمد کا وسیلہ نہ بنتے تو وہ کبھی دنیا میں از خود نہ آسکتا۔ ربِ کریم نے جو مختارِ کُل

Marfat.com

ہے ماں باپ کو ہی وسیلہ بنا کر انسان کو دنیا میں بھجوانے کے انتظامات فرمائے ہیں اور صرف یہی نہیں خداوندِ قدوس نے ماں کے شکم میں خون کے لوتھڑے کو اُسی ماں کے خون کا وسیلہ بنا کر اُس گوشت میں جان ڈالنے کے لیے فرشتہ کو حکم کے ذریعے وسیلہ بنا کر بھجوایا۔ بصورتِ دیگر ربِّ قدیر اس بات پر قادر ہے کہ تمام انسان براہِ راست زمین پر اُتار دیے جاتے، شیر خوارگی بھی ماں کے ذریعہ ایک وسیلہ ہے بچے کو رزق بہم پہنچانے کا جس کا انتظام اس نئے بچے کی ماں کی پیدائش کے وقت ہی کر دیا تھا مگر عملی طور پر بچے کی آمد پر انتظامات کو آخری شکل دیکر ماں کے خون میں سے دودھ علیحدہ کر کے بچے کی غذا کا انتظام کر دیا گیا۔ کیا ربِ کریم بلا واسطہ بغیر وسیلے ایسا کوئی انتظام کرنے پر قادر نہ تھا؟۔ نہیں وہ تو قادرِ مطلق ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مگر اس نے وسیلہ کے ذریعے اپنے کام انجام دینے کو ترجیح دی اور پسند فرمایا۔ انسانوں کو مختلف ڈیوٹیاں تفویض کر دی گئیں ۔ بچے کی حفاظت اور پرورش کے لیے اور تربیت کے لیے ماں باپ کا وسیلہ مقرر فرمایا گیا۔ گو سب کام وہ خود فاعلِ حقیقی ہی سر انجام دے رہا ہے۔ مگر بظاہر دنیاوی لحاظ سے وسیلہ کو ہی پسند فرمایا۔ بچے کی تعلیم کے لیے استاد کا وسیلہ مقرر فرمایا گیا۔ اور رازقِ حقیقی ہونے کے باوجود اس کے رزق کی فراہمی کے لیے کام اور روزگار جو انسان ہی انسانوں کے لیے مرتب کرتے ہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کا وسیلہ مقرر فرما دیا۔ جسمانی تربیت کے لیے ماہر اُستادوں کی ضرورت پر اُستاد کو وسیلہ مقرر فرمایا اور قوموں کے لیے اپنا پیغام اور حکم پہنچانے کے لیے انبیاء، رسولوں اور پیغمبروں کا وسیلہ مقرر فرما دیا کیا ربِ قدیر براہِ راست انسانوں سے خطاب کر کے انہیں ہدایات کی نشاندہی اور تعلیم نہ دے سکتا تھا۔ یقیناً وہ ایسا کر سکتا تھا لیکن اُس پاک ذات نے اس کے لیے انسانوں میں سے ہی وسیلہ و پیامبر کے طور پر چند پاک روحوں کو چن لیا، منتخب کر لیا۔ اور اُنکے ذریعے ہی انسانوں کی ہدایت فرمائی گئی۔ قرآنِ کریم کا مطالعہ اس امر کا بین ثبوت ہے

Marfat.com

کہ کلامِ خداوندی میں اکثر و بیشتر خداوندِ کریم اپنے پیارے محبوب ﷺ کو فرما رہے ہیں "قل"۔ کہہ دیجئے، کیا براہِ راست طریقہ اختیار کرنا رب کے اختیار میں نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے "قل ھو اللّٰہ احد" جبکہ براہِ راست اللہ واحد بھی انسانوں تک اللہ ایک ہے کا پیغام پہنچا سکتا تھا۔ لہٰذا اس کی ترجیحات اور مصلحتوں کو صرف وہی بہتر جاننے والا ہے۔ کیا قرآن کریم میں حضور کی آمد کے مقاصد میں اُمت کی تربیت، علم اور تزکیۂ نفس شامل نہ ہے تو پھر انسان جو مٹی اور امرِ ربی روح کا مجموعہ ہے اگر جسم کی دنیاوی تعلیم علم اور شرعی علوم کے لیے استاد اور علماء مقرر ہیں تو جن روحوں کو رب نے امر فرمایا ان روحوں کی تربیت اور رہنمائی کے لیے مرشد پاک کا ہونا کونسی ایسی بات ہے جو قابل اعتراض ہے۔ کسی مغربی مفکر نے کہا میرا استاد میرے باپ سے زیادہ قابلِ احترام ہے کیونکہ میرا باپ مجھے (روح) کو آسمان سے زمین پر لایا اور میرے استاد نے مجھے زمین سے علم کے ذریعے دوبارہ آسمان پر پہنچا دیا لہٰذا مرشد روحانی بھی وسیلہ کی زنجیروں کی بہت اہم کڑی ہے۔ اللہ پاک نے انسانوں کو موت پر دنیا سے اسکی روح واپس لے جانے کے لیے بھی حضرت عزرائیلؑ کو وسیلہ مقرر فرمایا۔ قرآنِ پاک میں اس امر کی تصدیق سورۃ کہف کی آیت نمبر ۶۵ اور ۶۶ میں واضح طور پر کر دی گئی کہ "تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جس پر آپ کا علم محیط نہیں۔" اگر رب اپنے عہد کے صاحبِ شریعت و کتاب نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو سکھانے کے لیے اپنے ایک بندے کی طرف بھجوا رہا ہے تو کیا ربِ عظیم خود براہِ راست جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرماتا تھا تو وہ نیک بات جو اپنے اس بندے

Marfat.com

کے ذریعے تعلیم کی ،خود تعلیم نہ کر سکتا تھا۔ اس سے دو باتوں کی تصدیق ہوئی کہ رب جس بندے کو چاہے اُسے وقت کے پیغمبر کے لیے نیکی کی بات کی تعلیم دینے کے لیے وسیلہ فرما دے اور دوسرا انسانوں کا انسانوں کے پاس نیک بات کی تعلیم سیکھنے کے لیے سفر کر کے جانا ثابت ہو گیا اور مُرشد کی انسانوں کو روحانی تربیت اور فیضان کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ حضرت سرمد جو اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے کے ایک درویش تھے۔ وہ جمعہ کی نماز دہلی کی شاہی مسجد میں ادا کر رہے تھے بادشاہ سلامت نماز میں موجود تھے اور حافظ/ قاری صاحب اپنی قرات کے تمام لسانی حربے استعمال کر رہے تھے۔ اور اعلیٰ مراتب کا مظاہرہ گلا پھیر پھیر کر کر رہے تھے۔ دورانِ نماز مقتدیوں میں سے ایک زوردار آواز اُبھری ''ملا کی نماز میرے پاؤں کے نیچے'' اور یہی الفاظ دورانِ نماز دو تین دفعہ با آوازِ بلند دہرائے گئے۔ بادشاہ سلامت کی طبع نازک پر جو خود بھی دیانت دار باشریعت بادشاہ تھا، یہ بات گراں گزری۔ اُس نے سلام پھیرنے کے بعد پہلا حکم جاری کیا کہ آواز لگانے والے شخص کو حراست میں لیا جائے اور نماز ختم ہونے پر پیش کیا جائے۔ نماز ختم ہونے پر بادشاہ سلامت کے سامنے حضرت کو پیش کیا گیا اور دریافت کیا گیا تم نے شرع کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دورانِ نماز با آوازِ بلند آوازہ کیوں کسا۔ جس پر حضرت نے فرمایا میں نے دورانِ نماز کوئی غیر شرعی کام نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت نماز ہو ہی نہیں رہی تھی جس کی وجہ امام صاحب کی نیت تھی۔ ان کی توجہ اُس وقت بالکل اللہ کی طرف نہ تھی۔ وہ تو اعلیٰ قراءت کا نمونہ اس نیت سے بادشاہِ سلطنت کے گوش گذار کر رہے تھے کہ بادشاہ ان کی قراءت کی وجہ سے نماز سے فارغ ہونے پر اُنہیں انعام واکرام کی دولت سے نوازے گا۔ اور اُسکی دولت پانے کی غایت تو میرے قدموں کے نیچے تھی۔ چونکہ امام صاحب کی نیت اور توجہ اللہ کی بجائے بادشاہ سلامت سے ملنے والے انعام/ دولت تھی، لہٰذا نماز نہ ہو رہی تھی۔ میں نے صداقت با

Marfat.com

آوازِ بلند بیان کردی۔ بادشاہ سلامت چونکہ شرعی امور کی پابندی کرتے تھے لہٰذا حکم ہوا کہ اگلے جمعہ کو حضرت کی دیگر غیر شرعی افعال کی کوئی شہادت ہو تو اسے پیش کیا جائے تا کہ شریعت کے مطابق اگر وہ سزا کے مستوجب ہوں تو انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔ اگلے جمعے کو عدالت شاہی مسجد میں ہی لگائی گئی اور شہادت کے طور پر پہلا شخص پیش ہوا جس نے بیان کیا کہ ''حضرت ایک روز اس کے پاس آئے تو وہ نامکمل کلمہ شریف اول ذکر کر رہے تھے جو صرف لا اِلٰہ تھا۔'' دوسرے شہادتی نے بیان کیا کہ ''ایک روز حضرت میری دوکان پر تشریف لائے جہاں میں جوتیاں بناتا ہوں۔ آپ نے اپنا پاؤں میرے آگے رکھ کر کہا کہ اللہ کے پاؤں کی جوتی بناؤ'' ان اور دیگر شہادتوں کی بنیاد پر فتویٰ لگاتے ہوئے حضرت سرمد کا سر قلم کر دیا گیا۔ سر قلم کرنے پر دھڑ سر سے علیحدہ ہو کر گرا اور خلقت کی موجودگی میں دھڑ سے علیحدہ اور سر سے علیحدہ کلمہ اوّل کا ذکر شروع ہو گیا۔ دھڑ نے بغیر سر کے بریدہ حالت میں مسجد کے مینار کی سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیں۔ یک بیک حاضرین میں سے کسی شخص نے زوردار آواز دی ''سرمد بس کرو'' جس پر دھڑ واپس اُتر آیا اور آواز دینے والے بزرگوں کے پاؤں میں گر کر ساکت ہو گیا۔ اورنگزیب نے ان بزرگوں سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ اُنہوں نے بتلایا کہ وہ سرمد کے پیر صاحب ہیں اور یہ کہ بادشاہ نے ناحق سرمد کو شہید کروا دیا ہے۔ اُنہوں نے بادشاہ کو بتایا کہ اُن کی صداقت کے لیے یہ کافی ہے کہ جس جگہ کھڑے ہو کر سرمد نے ملا کی نماز میرے پاؤں کے نیچے کہا تھا، کی کھدائی کروائی جائے اور یہ کہ سرمد کیونکہ ابھی روحانی طور پر ''لا الٰہ'' کا ہی عمل پورا کر سکے تھے لہٰذا ان کا صرف ''لا الٰہ'' کا ورد کرنا غلط نہ ہے مزید جہاں تک اللہ کے پاؤں کی جوتی بنانے کا تعلق ہے تو یہ تو فرمانِ ربی ہے کہ جب وہ کسی کو پسند کر لیتا ہے اور پسندیدہ شخص اپنے اعمال سے اس کا حق ادا کر دیتا ہے اور اپنے نفس اور جان کو اس کے حوالے کر دیتا ہے تو وہ خود اسکے کان بن جاتا ہے، جس

Marfat.com

سے وہ سنتا ہے، وہ خود اسکے ہاتھ بن جاتا ہے اور وہ خود اسکی زبان اور پاؤں بن جاتا ہے تو پھر سرمد نے کونسی ایسی غلط بات کہہ دی۔ کھدائی کرنے پر اس جگہ نیچے سے پرانے زمانے کا دفینہ برآمد ہو گیا۔ اور یوں حضرت کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ اس روز کے بعد بادشاہ اورنگزیب کو موت تک کبھی چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا اور اسکی تمام عمر دکن اور دیگر علاقوں میں اپنے خلاف بغاوتیں فرو کرتے ہوئے ہی گزر گئی۔ بادشاہ اورنگزیب سے متعلقہ ایک مزید روایت بیان کیے بغیر شاید تشنگی باقی رہ جائے لہٰذا یوں بیان ہوا ہے کہ ایک دن درویش بادشاہ دہلی میں جامع مسجد میں نماز کی ادئیگی سے فارغ ہوا تو اس نے موقع پر موجود وزیر سے کہا کہ اہلکاران کے ذریعے معلوم کرواؤ کہ آج نماز میں کوئی نیا شخص/ مسافر تو شامل نہیں تھا اور اگر ایسا ہو تو اسکا پیچھا کر کے اسکی رہائش کا پتہ کیا جائے۔ اہلکاران نے جب نمازیوں کو دیکھا تو ایک شخص ایسا پایا جو لباس اور چہرے سے غیر شناس سا محسوس ہوا۔ اہلکاران نے مسجد سے نکلنے پر انکا تعاقب کیا۔ واپس آ کر اطلاع کی کہ ایک شخص جو فلاں جگہ/ گھر میں مہمان ٹھہرا ہوا ہے۔ وضع قطع سے اجنبی اور شہر میں نیا آیا معلوم ہوتا ہے۔ رات کے دو پہر ڈھلنے پر بادشاہ نے اہلکاران کو طلب کیا اور خلعت شاہی اتار کر سادہ کپڑوں میں اس گھر پر چلنے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے از خود مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے مالک کے دروازہ کھولنے پر اس سے پوچھا کہ آپ کے گھر جو مہمان ٹھہرے ہیں وہ ان سے ملاقی ہونا چاہتا ہے۔ میزبان نے اسے سادہ کپڑوں میں نہ پہچان کر بتلایا کہ وہ آرام فرما رہے ہیں لہٰذا اس وقت ملاقات نہ ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے ابھی کوئی اصرار شروع نہ کیا تھا کہ مہمان کے کمرے کا دروازہ کھل گیا اور انہوں نے میزبان سے کہا کہ "بادشاہِ سلطنت کو اندر آنے دو۔" میزبان کی حیرت اور پریشانی کی وجہ سے حالت خراب ہو رہی تھی کہ مہمان نے اشارہ کر کے بادشاہ کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ مہمان نے بادشاہ سے دریافت کیا

Marfat.com

کہ اسے کیا مسئلہ ہے؟ کہ وہ اتنی رات گئے انکے پاس چلا آیا ہے۔ جس پر بادشاہ نے بتلایا کہ نماز میں آج میں نے محسوس کیا کوئی غیر مرئی روحانی قوت ہر چیز پر حاوی ہے اور خضوع و خشوع کو تتر بتر کر کے توجہ اپنی طرف مبذول کروا رہی ہے۔ لہٰذا آپ تک آ پہنچا ہوں۔ اب آپ برائے مہربانی اپنا قیام مستقل دہلی میں فرمائیں۔ آپ کے لیے شاہی مہمان کے طور پر ہر سہولت اور آرام کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اور مزید مجھے بیعت کریں۔ جس پر بزرگوں نے بادشاہ کو بتلا دیا کہ فقیروں اور درویشوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا لہٰذا دہلی میں مستقل قیام نہ ہو سکتا ہے۔ مزید بیعت کی بھی ضرورت نہ ہے جس پر بادشاہ نے اپنے رہنمائی کا اصرار کیا تو اسے کہا گیا کہ میں ایک دو روز میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور یہ کہ تمہاری صرف یہ مدد کر سکتا ہوں کہ تمہارے لیے تحریر چھوڑوں گا جن پر عمل کرنے سے رہنمائی عطا ہو گی اور میں چلا جاؤں تو میرے میزبان سے وہ تحریر حاصل کر لینا۔ اب تم جاؤ اور دوبارہ کبھی نہ آنا اس میں تمہاری بہتری ہے۔ بادشاہ چلا گیا اور تین دن بعد اسے ایک تحریر میزبان کے ہاتھوں مل گئی جس کا سرنامہ ''اورنگ شاہی'' تھا۔ جس میں حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو نے شاہ کو روحانی رہنمائی کے اصول عطا فرمائے تھے۔ کتاب فارسی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ ہو کر آج بھی بازار میں دستیاب ہے۔ مگر قارئین اس کے سرنامے اور اصل حقیقت سے پوری طرح واقف نہ ہیں۔

بندہ حضرت محمد علی شاہ صاحب کی ظاہری زندگی مبارک تک عرس مبارک کی حد تک بہت کم دیگر ملاقات کے لیے حاضر ہوتا رہا۔ حضرت کی وفات کے بعد وہاں اٹھنے والے جھگڑوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ حاضری کم ہوتی گئی۔ مگر اب بھی اگر اس علاقے سے گزر ہو تو پھر کم ہی وہاں سے حاضری کے بغیر گذرا جاتا ہے۔ حضرت کی مریدی کے عرصہ میں بات نمازِ فرض اور درود پاک کی تسبیحات سے آگے نہ بڑھ سکی، دینے والوں کی طرف

Marfat.com

سے کوئی کمی نہ تھی ہمیں ہی لینے کی تمیز اور طریقہ نہ آیا۔ اور ویسے بھی یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ تو خدائی فیصلے اور حکم ہیں۔ کوئی شخص اپنی محنت اور ریاضت سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اسکے مقسوم میں کوئی ترقی نہ لکھی گئی ہو اور ہدایت بھی تو ربِ ذوالجلال نے اپنے ہی قبضہ میں رکھی اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا مگر پھر دنیا کا کھیل، امتحان اچھائی، برائی، نتیجہ، یوم الدین، پوچھ گچھ، معافیاں، سزائیں، شفاعتیں اور اپنے پیاروں اور محبوبوں کی دلنوازیاں اور پوری مخلوق کے سامنے ان کی سفارشوں پر بخشش اور مخلوق کے دلوں میں اپنے محبوبوں کی عزت افزائیاں اور انکے مقامات سے آگاہی کا عمل کس طرح ہو سکتا تھا۔ ہدایت کے لیے وقت بھی خود ہی مقرر کیا اور وہ عہد بھی خود ہی منتخب کر دیے جن کے ذریعے ہدایت نصیب ہونا ہے۔ اگر انبیاء کرام کے اختیار میں بھی یہ بات ہوتی تو اپنی پوری اُمت کو ہدایت یافتہ بنا دیتے اور قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں یہ سورہ نہ اُترتی کہ اے پیارے نبی ﷺ آپ پریشان نہ ہوں ہدایت دینا آپکی ذمہ داریوں میں شامل نہ ہے۔ آپ کی ذمہ داری صرف اور صرف میرا پیغام پہنچا دینا ہے اگر حضور ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو وہ سب سے پہلے اپنے چچا ابی لہب کو ہدایت فرما دیتے اور سورۃ لہب میں یوں نہ ارشاد فرمایا جاتا کہ " ٹوٹ جائیں ہاتھ ابی لہب کے ٹوٹ جائیں" غور طلب بات ہے کہ جو ہاتھ رب کے محبوب کے لیے دکھ اور تکلیف کی وجہ بنیں انہیں اپنے محبوب کی تکلیف پر رب خود کہہ رہا ہے کہ ٹوٹ جائیں اور دوسری طرف کفار جو رب کے وجود اور اسکے ایک ہونے سے انکاری ہیں اور بتوں کو ہی اپنا اللہ اور رب مانتے ہیں انکے بارے میں رب اپنے محبوب ﷺ کی زبانِ حق سے فرما رہا ہے" قل یا ایھا الکفرون " جبکہ حضور ﷺ کے دشمن سے رب خود مخاطب ہے اور اسکے ہاتھ ٹوٹنے کی آیت اُتاری جاتی ہے۔ جبکہ رب کے منکروں سے حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے کہلوایا جا رہا ہے۔" قل یا ایھا الکفرون "تو محبّ اور محبوب کے عشق

Marfat.com

اور محبت کا ذرا ظاہری طور ہی اندازہ لگایئے اور اندر کے راز تو اللہ اور اسکا محبوب ہی بہتر جانتے ہیں۔ان کے علاوہ صرف وہ جن کو خبر کی جاتی ہے وہ جانتے ہیں اور وہی جو اس راز کی حقیقت جان گئے وہی تو ''انعمت'' والے لوگ ہیں جن کے رستے پر چلنے کی توفیق کی دعا ہر نمازی ہر نماز میں سورۃ الحمد شریف میں کرتا ہے۔قبولیت اور منظوری تو اس کا کام ہے۔ چاہے تو فوراً کر دے، چاہے تو موخر کر دے اور چاہے تو آئندہ کی زندگی میں اس کے بدلے میں کوئی نعمت اور جزاء دے دے۔حدیثِ قدسی شریف کہ اگر لوگوں کو آئندہ زندگی میں اس زندگی میں قبول نہ ہونے والی دعاؤں کی جزا کا علم ہو جائے یا جب ان کو آئندہ زندگی میں جزاء بعوض دعا دی جائے گی تو وہ سوچیں گے کاش ان کی پچھلی زندگی میں کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔

آمد کا سلسلہ جاری وساری اور وقت تیز رفتار براق کی طرح رواں دواں تو جب بھی موقع ملتا خادم اپنے سیدی مرشدی کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش میں مصروف رہتا۔خصوصاً عرس کے موقع پر حاضری لازم کرتے ہوئے اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی اپنی ٹورنگ کی ڈیوٹی کے دوران حاضری کا شرف حاصل کرتا رہا۔نمازوں کی قدرے پابندی شروع ہوئی مگر رات کا پچھلا پہر جو اصل وقت مقررہ ہے پر مداومت کی کوئی تدبیر پیدا نہ ہو سکی اور باوجود کوشش تدبیر کو تقدیر نے پچھاڑ دیا اور تہجد ہمیشہ ہی تشنہ رہ گئی، نفس امارہ کا قبضہ سخت اور ارادہ کمزور ہونے کی بناء پر اس نعمت سے محروم ہی رہا یوں کبھی خاصۃ الناس میں شامل ہونے کی توفیق ودیعیت نہ کی گئی مگر عامۃ الناس میں ہو کر بھی اپنے فاسد رزق کی وجہ سے شرمندگی اور ناقصی اور بے کسی و بے بسی کا خیال زور پکڑتا گیا۔ایک دن خصوصاً اپنے پیر ومرشد کے پاس حاضر ہو کر باوجودیکہ ''پر نہیں طاقتِ گفتار مگر'' کے مصداق عرض کیا حضور آپ نماز کی پابندی اور تسبیحات کے ساتھ تہجد اور درود شریف کا سبق دیتے ہیں مگر اس کم

Marfat.com

ظرف پر کوئی اثر ظاہر نہ ہو رہا ہے۔ میری سمجھ کے مطابق صرف میرے فاسد رزق نے دل پر تالے ڈال رکھے ہیں اور کوئی صورت آزادی کی نظر نہ آتی ہے۔ اگر رزق خالص نہیں ہو سکتا اور جملہ عبادات جسمانی اٹھک بیٹھک تک ہی محدود رہیں گی تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ ”لقمہ حرام چالیس سال کی عبادت کو غارت کر دیتا ہے۔“ تو پھر کیوں یہ تگ و دو اور کوشش کی جائے کیونکہ حرام کا چھوڑنا مشکل ہے۔ اور آپ کی ہدایت پر عمل کرنا آسان ہے مگر اس بے سود کام کا کیا فائدہ جس کا کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آ رہا۔ سرکار شاہ صاحب نے میری بات غور سے سننے کے بعد وہ ارشاد فرمایا جو میرے وہم اور عقل سے بالکل ماوراء تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ سب باتیں جو تم نے بیان کی ہیں شیطانی توہمات کے زمرہ میں آتی ہیں۔ کیا تم اس بات کو جواز بنا کر کہ تمہارا رزق درست نہ ہے نماز پڑھنا چھوڑنا چاہتے ہو؟ اور یہ کہ دس برس قبل تمہارا رزق کی پاکیزگی کے بارے میں کیا خیال تھا؟۔ کیا تم اُس وقت بھی رزق کی ناپاکیزگی کی بابت اتنے باہوش تھے؟ جس پر میں نے عرض کی حضور 10 برس قبل تو میں خود پہنچ کر آپ اس فاسد رزق کے لیے خواہش مند اور کوشاں رہتا تھا مگر اب شرمندگی اور ندامت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا بے شک نماز برائیوں سے روکتی ہے تو یہ اُس نماز کا کمال ہے کہ تم اب مختلف طور پر سوچتے اور محسوس کرتے ہو۔ ربِ قدیر جس نے نماز کی بدولت معاملہ زبردستی سے تنگدستی میں رزق فاسد قبول کرنے پر ندامت محسوس کرنی کی توفیق دی، کیا وہ ربِ ذوالجلال مزید بہتر صورت پیدا کرنے سے عاجز اور قاصر ہے؟ اور شاید تم بھول رہے ہو کہ شیطان پریشانی کی حالت میں اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہے جب اُس کا کوئی بندہ اُس سے ناطہ توڑ کر وضو کر کے رب کے حضور نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور دلوں میں وسوسے ڈالنا اُسی کا کام ہے۔ جس کی تشریح سورۃ الناس میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کی ہدایت کے ساتھ کی گئی ہے۔

Marfat.com

تو یہ یقیناً شیطان ہی ہے جو تمہیں اس آڑ میں نماز سے ہٹا رہا ہے کیونکہ تمہارا رزق فاسد ہے اِس لیے نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہ ہے۔ پھر فرمایا:

ع روزِ محشر کہ جاں گداز بود اولین پُرسش نماز بود

اگر پہلے سوال پر ہی ناکامی ہوگی تو دوسرے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ لہٰذا اللہ کا حکم حضور کی ہدایت اور ہماری تاکید نماز میں بالکل کوتاہی اور غفلت نہ کرنا اور اُس کے حکم بابت رزقِ حلال کے لیے کوشاں رہنا اور اُس ربِ ذوالجلال سے ہر نماز کے بعد دعا کیا کرو کہ ربِ عظیم میں بالکل کمزور اور بے بس ہوں اپنی کمزوریوں پر قابو نہیں پا سکتا تو سب سے طاقتور اور کارساز ہے۔ میرے لیے رزقِ حلال کا کوئی وسیلہ قائم فرما تا کہ میں بھی تیرے پیاروں میں شامل ہو سکوں۔ جب میں نے نوکری کو خیر باد کہنے کی بات کی تو آپ نے سختی سے منع فرماتے ہوئے کہا کہ رزق رب کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اور لگے ہوئے رزق کو چھوڑ دینا کفرانِ نعمت ہے۔ سو رب اور رسول کے احکامات کی تعمیل کی مکمل کوشش کرو کیونکہ اہلِ خانہ کی ذمہ داریاں بھی تو پورا کرنا ہے۔ دعا اور کوشش ساتھ ساتھ کرو، رب کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا اور یوں انجن کے پٹڑی سے اترے ہوئے دو پہیوں کو سیدی مرشدی نے دوبارہ پٹڑی پر رکھ کر اُسے دوبارہ دھکا دے کر چلا دیا۔ آئندہ برسوں میں کبھی اس توضیع پر نماز ترک کرنے کا خیال دوبارہ پیدا نہ ہوا اور یوں خدائے ذوالجلال نے اپنے کرم کے بادل سے شرابور کر دیا۔

مزید قرآنِ کریم کے سرسری مطالعہ کے دوران بندہ کو نماز نہ ادا کرنے کی ایک ہی شرطِ خصوصی علم میں آئی کہ ''مت نماز کے قریب جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو'' اگر رزقِ حرام اور حرام پوشاک اور دیگر ایسے حالات میں نماز کی ادائیگی سے روکنا مقصود ہوتا تو ایسے احکامات میں کونسی رکاوٹ تھی۔ خداوند قدوس نے مسلمانوں پر کمال مہربانی کرتے

Marfat.com

ہوئے مردوں کو صرف حدث/ نشے اور غیر پاکیزہ حالت میں نماز سے روک کر احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ کیونکہ وہ دلوں کی نیتوں اور تا قیامت پیش آنے والے حالات و واقعات سے مکمل طور پر آگاہ ہے۔ اور نماز کا برائی سے روکنا جو اس کے پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، کی حقانیت ثابت کرنا مقصود ہے۔ رزقِ حلال کی قرآنِ کریم اور حدیث قدسی میں بار بار سختی سے تاکید کی گئی ہے۔ اور حدیث شریف کے مطابق "لوگوں کی دعاؤں کی عدمِ قبولیت کی وجہ اُن کے رزق میں خرابی کا ہونا ہے۔" اور رزقِ حلال کو عبادت کی قبولیت اور روحانی منازل کے طے کرنے اور روح کی طاقتِ پرواز سے مشروط کیا گیا ہے۔ خداوندِ کریم نے جملہ قوانین اور پابندیاں بنی نوع انسان کے لیے مقرر کی ہیں مگر وہ خود بے نیاز ذات کسی کی پابند اور جواب دہ نہ ہے اور صاحبِ قدرت اور مکمل طور پر صاحبِ اختیار ہے جسے جب چاہے، جیسے چاہے، جہاں چاہے اور جس حالت میں چاہے اپنے فضل اور کرم سے بھرپور کر دے۔

احکامات کی تعمیل اور عدم تعمیل میں انسان پستا ہوا، گرتا پڑتا، چلتا چلتا اور اپنا حساب کرتا ہوا پچھلے گناہوں کی معافی طلب کرتے کرتے جہدِ مسلسل سے کراہتا ہوا نادم اور پریشان کبھی ناشکری سے یوں بھی گویا ہوتا ہے۔

ع

زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جُرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

تو جناب اُن جرموں کی سزا پاتے ہوئے جو کبھی کیے ہی نہیں تھے کیونکہ دار العمل سے قبل تو کوئی فعل سرزد نہ ہوا تھا یا یوں سمجھ لیجئے زندگی میں کیے ہوئے گناہوں کی سزا پاتے ہوئے اور اپنے آپ کو معصوم سمجھتے ہوئے سارا الزام تقدیر کے سر مڑھتے ہوئے کہ رب نے اُسکی تقدیر میں ہی یہ سب کچھ لکھ دیا تھا۔ ہر انسان اپنے کردہ گناہوں پر پانے والی سزا کو بھی

Marfat.com

رب کے کھاتے میں ہی ڈالنے کے لیے کوشاں اور سرگرداں ہے اور ہر اچھا نتیجہ اپنے کھاتے میں ڈالتے ہوئے اپنی محنت اور کوشش سمجھتا ہے۔

عبدالحکیم

ایک دن حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کس طرف کا ارادہ ہے۔ عرض کیا کہ موسیٰ وِرک جارہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کبھی عبدالحکیم جانے کا بھی اتفاق ہوا ہے؟ نفی میں عرض پر فرمایا حضرت عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری ضرور دینا چاہیے یہ کہ آپ دہلی میں قیام پذیر تھے اور ظاہراً دھوبی کا کام کرتے تھے۔ مغلوں کے زمانے میں جب جامع مسجد دہلی کی تعمیر شروع کرنے کا ارادہ کیا گیا تو بادشاہِ وقت نے اپنے ملک کے سب سے قابل اور لائق انجینئر کو طلب کر کے اُسے اپنے مسجد کے خیال اور خاکہ سے آگاہ کرتے ہوئے مقررہ مدت کے اندر مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ بکار سرکار خزانہ کے منہ کھل گئے اور مسجد کی مقررہ مدت میں تعمیر مکمل کر دی گئی۔ جب بادشاہ سلامت مسجد کے معائنہ کے لیے پہنچے تو کسی عالم نے جو ساتھ تھا اس امر کی نشان دہی کی کہ مسجد کا رُخ قبلہ کی طرف درست نہ ہے۔ جس پر بادشاہ سلامت جلال میں آئے اور تحقیق کے بعد تصدیق ہونے پر فوراً انجینئر پر بگڑ گئے کہ لاکھوں کی رقم غارت کر دی اور اُسے حکم دیا کہ اندر مقررہ یوم مسجد کا رُخ قبلہ کی طرف درست کر دیا جائے عدم تعمیل کی صورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔ انجینئر اس بات پر سخت گڑبڑائے کیونکہ ساری مسجد کو گرائے بغیر اور تعمیر نو کے بغیر کوئی صورت سمت قبلہ درست کرنے کی نہ تھی۔ دن گذرتے گئے اور باقی مقررہ مدت گھٹتی رہی اور انجینئر کی سزا کی مدت بھی کم سے کم ہوتی رہی۔ اُس کے انجینئرنگ کے سب نظریئے اور قانون قاعدے ریت کے گھروندے کی طرح ہر دفعہ گرتے رہے۔ وہ حیران و پریشان اپنی زندگی سے مایوسی کے عالم میں دریا کے کنارے چلا گیا۔ گہری سوچ میں غرق اپنے

Marfat.com

انجام سے باخبر موت کے انتظار میں وہاں بیٹھ گیا۔ اتفاقاً وہاں پر ایک دھوبی کپڑے دھو رہا تھا اُس کو پریشان دیکھ کر دھوبی نے پوچھا کہ تم کیوں اس قدر پریشان اتنی دیر سے یہاں پر بیٹھے ہو۔ اُس نے کہا بزرگو آپ کے کام کی بات نہیں ہے۔ دھوبی نے دو تین دفعہ دریافت کیا مگر وہ وہی جواب دیتا رہا آخر پھر پوچھنے پر اُس نے بتلایا کہ مسجد کا رُخ ٹیڑھا ہو گیا اور قبلہ رُخ درست نہ ہے اور بادشاہ نے اسے درستگی کے لیے جو مدت مقرر کی تھی آج اسکا آخری دن ہے اور کل میری موت لازمی ہو گی کیونکہ میرے پاس ایسی کوئی تدبیر نہ ہے۔ جس پر دھوبی نے کہا اگر میں مسجد کا رُخ قبلہ درست کر دوں تو؟ مگر اس پر اسے یقین نہ آیا اور وہ مسکرایا اور کہا بزرگو آپ کیوں میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ اس پر حضرت نے نچوڑنے کے لیے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے کو بل دینا شروع کر دیا اور بل دیتے دیتے آخر جھٹکے دینے شروع کیے تو کپڑے میں سے گڑگڑاہٹ کی آوازیں پیدا ہوئیں۔ آپ نے مسکرا کر اسے فرمایا جاؤ جا کر دیکھو تیری مسجد کا رُخ قبلہ درست ہوا یا نہیں۔ اس پر گومگو کی کیفیت میں وہ انجینئر چلا گیا اور جا کر مسجد دیکھی تو صحن کی دیواروں میں دراڑیں پڑی ہوئی تھیں اور مسجد کا رُخ قبلہ کی طرف درست ہو چکا تھا۔ دوسرے روز اطلاع ملنے پر بادشاہ خود مسجد دیکھنے کے لیے آیا تو اسکی عقل حیران رہ گئی کہ مسجد کو بغیر گرائے قبلہ رُخ کس طرح درست کر دیا گیا۔ اور دیواروں کی دراڑیں اس کو حیرت زدہ کر رہی تھیں۔ جس پر اس نے انجینئر کو طلب کر کے اصل بات معلوم کرنا چاہی تو اس نے گذشتہ روز کا واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت درویش کی تلاش شروع کر دی مگر درویش فقیر نے نہ ملنا تھا نہ ملا صرف بادشاہ اس قدر معلوم کر سکا کہ وہ دِلّی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ جس پر بادشاہ نے سراغ رسانوں کی مدد سے عرصہ کے بعد یہ معلومات حاصل کیں کہ درویش اُسی شام جب یہ واقعہ پیش آیا اپنے ظاہر ہونے پر دِلّی چھوڑ کر ترکِ سکونت کر کے ملتان کے قریب علاقہ میں

Marfat.com

رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ بادشاہ مکمل معلومات حاصل کر کے دِلّی سے چلا اور حضرت عبدالحکیم کے پاس پیش ہو گیا اور حق ادا کرنے میں کوشاں ہوا۔ حضرت کی زندگی میں اور بعد میں مغل بادشاہ ہر سال آپ کے پاس حاضر ہوتے رہے۔ آپ کے وصال پر آپ کو اُسی زمین میں سپردِ خدا کیا گیا اور آپ کے نام پر ہی قصبہ عبدالحکیم ضلع خانیوال موجود ہے۔

قبلہ محمد علی شاہ کی ہدایت اور حکم پر مزارِ اقدس حضرت عبدالحکیم حاضری دی۔ مزار کی حالت زیادہ اچھی نہ تھی اور صحن کا فرش کچا تھا اور روضہ مبارک کے اندر ٹوٹا ہوا فرش جس پر پٹ سن کی بوریاں بچھی تھیں۔ جہاں دنیا و مافیہا سے بے خبر اُنکے چاہنے والے اپنی اغراض سنانے میں مصروف یوں جیسے حضرت خود اُنکے سامنے ظاہری جثے میں موجود ہوں۔ اندر تو یقیناً ایک جہان ہی آباد ہے جسے ہم جیسے کوتاہ اندیش کوتاہ نظر دیکھنے کے قابل نہ ہیں۔ جہاں حضرت پوری شان بان سے فروکش مزار پر حاضر ہونے والے زائرین کی آوازوں کو سُنتے ہوئے اُن کے قلبی حالات کو اور نیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ربِ ذوالجلال کے حضور اُن کے لیے جائز دعاؤں میں مصروف ہونگے۔ کسی ایک زائر کا انتظار کرتے ہوئے جو اُن کے پاس کسی دنیاوی غرض سے حاضر نہ ہو رہا ہو بلکہ صرف خدا اور رسول ﷺ سے ملاقی ہونے کے شوق میں رہنمائی اور دستگیری کا طالب ہو یقیناً ایسے مریض بھی آتے ہونگے جن کی دوا اور علاج حضرت بہت پیار محبت اور چاہت سے کرتے ہوں گے چونکہ اُن کے اپنے نقشِ قدم پر چلنے والا کوئی ملے تو یقیناً وہ مسرّت سے باغ باغ ہوتے ہوں گے۔

اس سلسلہ میں ہی ملتان شریف کا بھی حسب الھدایت و حکم سیّدی مُرشدی جانا پڑا اور مدینۃ الاولیاء کو ایک نئے رنگ ڈھنگ کے ساتھ دیکھا۔ اوّل اوّل دورانِ قیام حضرت بہاؤالدین ذکریہ سہروردیؒ اور پھر اُن کے پوتے حضرے شاہ رکنِ عالمؒ کے مزارات پر حاضری کے دوران عجیب و غریب انکشافات ہوئے۔ حضرت شاہ رکنِ عالمؒ

Marfat.com

کے مزار پر حاضری کے وقت وہاں کافی زائرین موجود تھے۔ آپ کے روضہ اقدس پر فاتحہ کے بعد دل نے چاہا کہ حضرت کوئی انکشاف فرمائیں مگر آنکھیں بند کر کے کچھ عرصہ بیٹھنے پر بھی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئی تو دل میں اپنے جدِّ امجد حضرت سیّد محمد ہاشم شاہؒ کا خیال آیا اور اُن سے فریاد کی کہ حضرت شاہ رکنِ عالمؒ کے لیے سفارشی ہو جائیں کہ نور کی ایک کرن ہمارے نصیب میں بھی ہو جائے اور پھر زبان سے اور نیت سے حضرت کے حضور اپنے آباؤ اجداد کا تعارف کروایا اور حاضری کی درخواست کرتے ہی کہ اگر میرا کوئی تعلق سرکار غوث پاک اعظمؒ کے خانوادہ پاک سے ہے تو پھر کیوں اتنی دیر ہے، فوراً حالت غیر ہونا شروع ہو گئی۔ نامعلوم مدت کے لیے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنا پھڑکنا جاری رہا اور بعد ازاں جب حالت درست ہوئی تو اپنے ساتھ موجود ریاض مصطفٰے صاحب کو پریشان پایا۔ اُنہوں نے گمان کیا کہ مجھے کوئی عارضہ لاحق ہو گیا جسکے دورے کی وجہ سے ایسی کیفیت طاری ہوئی۔ موقع پر موجود زائرین میں سے اکثر نے نیم بے ہوشی کی کیفیت میں ہی گھیرا کر لیا اور مختلف دنیاوی اغراض کے لیے دعا کے طالب ہوتے رہے یہ نہ جانتے ہوئے کہ میں تو خود گندگی اور غلاظت کا ڈھیر ہوں۔ جس پر ستار العیوب پردہ پوش رب نے پردہ ڈال رکھا ہے اور اگر میری اصلیت اور حقیقت کا اُنہیں ذرا برابر بھی علم ہوتا تو وہ مجھے خود دھکے دے کر مزار کے احاطہ سے باہر نکال دیتے کہ کس قدر غلیظ شخص ہے اور کس ہستی کے دربار پر حاضری دینے کی جرأت کی ہے۔

وہاں مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ اپنے آباؤ اجداد کے صرف نام کا واسطہ دینے سے حضرت شاہ رکنِ عالمؒ نے صرف ایک نگاہِ کرم کر کے جانے کتنے گناہ دھوڈالے اور یہ کہ وہ نگاہ میرے ظرف اور طاقت سے باہر تھی جبھی تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنا شروع کیا کیونکہ مچھلی کو اگر کسی بھی قسم کے پانی سے چاہے وہ گندہ ہی کیوں نہ ہو باہر پاک اور صاف

Marfat.com

ستھری جگہ پر ہی رکھا جائے تو اُس نے پانی کے بغیر تڑپنا ہی تڑپنا ہے۔اور اگر 220 وولٹ کی تار میں سے 1100 وولٹ کی بجلی کی روگزاری جائے تو کیونکہ وہ اس قدر طاقت برداشت نہیں کرسکتی لہٰذا وہ فوراً جل جاتی ہے۔جب کسی انسان کو بجلی کا جھٹکا لگتا ہے تو وہ تڑپتا ہے۔اسی طرح شدید روحانی بجلی کا جھٹکا لگنے سے تڑپنے پھڑکنے کے علاوہ اور کوئی ردِ عمل نہ ہے۔ظاہری اجمال اور باطنی اجمال کا فرق بہت زیادہ اور ناقابلِ بیان جسکے بیان کی اجازت اور ضرورت نہ ہے۔اس امر کا تیقن بھی حاصل ہوا کہ میرا سرکار غوث پاک اعظمؒ کے ساتھ انتہائی درجے کی روحانی عقیدت کے ساتھ جسمانی رشتہ بھی ضرور موجود ہے۔ جس کی وجہ سے فوراً میری فریاد یا حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ شیئً لِلّٰہ امداد کن فی سبیل اللہ'' پر آپ نے میری دلی مراد اور برسوں کی آس پوری فرمادی۔جس کا تمام تر سہرا میرے سیّدی مرشدی کی زیارات کی ہدایت اور حکم میں پوشیدہ نظر آرہا تھا۔کیونکہ مرشد اپنی فراست سے وہ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے جو مرید کبھی نہیں دیکھ سکتا۔اور اسی فراستِ مومنانہ سے حضورﷺ کی حدیث میں ڈرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

سمندر نے آج پھر اپنے سکوت کو توڑ دیا۔مدوجزر کا عالم آسمان پر رحمت کی گہری گھٹائیں برسنے کو بے چین اور بپھرے ہوئے سمندر کی طوفانی لہریں آسمانی رحمت سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے پھنکارتی ہوئی ''ھَل مِن مَّزِید'' کے نعرے لگارہی ہیں۔ وحدت کا سمندر جوش اور غیض وغضب میں پھنکارتے ہوئے ناگ کی طرح اپنی منی باہر پھینکنا چاہتے ہوئے سب ہیرے موتی سیپ اُگل کر ساحل کو باخبر کرنا چاہتا ہے کہ اُسکے عمیق اندھیروں میں کس قدر قیمتی اور نایاب موتی ہیں۔جو سیپوں نے صدیوں تک اپنے منہ کھول کر رکھنے پر آسمانِ خداوند سے برستی ہوئی رحمتوں میں سے وصول کیئے ہیں اور قطرے کو گہر اور صدف ہونے میں کن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔اس عمل کا علم شاید سیپ اور موتیوں تک

Marfat.com

ہی محدود ہے یا شاید کچھ جوہری اِن موتیوں کی قدر و قیمت سے آگاہ ہوں۔ عامۃ الناس تو صرف اُس کی آب و رنگ تک ہی واقفیت حاصل کریں تو ان کے لیے غنیمت ہے۔ اِنہیں موتیوں میں خداوندِ قدوس کی جلوہ گری کے نظارے ہیں۔ غور و فکر اور تدبر و تفکر کی علامتیں ہیں کہ وہ کس طرح اپنے جلوے کو عرصہ تک مخفی رکھ کر پھر ظاہر فرماتا ہے۔ اور اپنی نگاہِ کرم سے پانی کے قطرے کو گوہر اور صدف بنا دیتا ہے۔ اللہ کے جلوے کے لیے خاص آنکھ درکار ہے۔ موتی کی پرکھ صرف جوہری کا کام ہے۔ اسی طرح اللہ کی شانِ بے نیازی کی جھلک کے لیے انبیاء، رُسل اور انکے نقشِ قدم پر چلنے والے اولیاء کرام ہی وہ ہستیاں ہیں جو باطن کی کھلی آنکھ سے ہر لحہ نظارۂ یار میں مدہوش اور سرمست رہ سکتے ہیں۔ جن کا مقام لحہ لحہ، گھڑی بہ گھڑی ترقی پذیر ہے اور ربِ ذوالجلال سے قریب تر ہوتے ہوتے آخر انکی ذات کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور باقی صرف رہے اللہ اور اس کا نام اور یوں ''موتوا قبل تموتوا'' کا عملی نمونہ سامنے آ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔ صحابہ اجمعین ؓ کو فرمایا کہ ''اگر تم نے کسی مردہ کو چلتے پھرتے دیکھنا ہو تو ابوبکر صدیق ؓ کو دیکھو کہ وہ اپنے نفس سے مر چکے ہیں مگر اُن کا جسم چلتا پھرتا اور حرکت کرتا ہے۔ صرف رب کے جاری شدہ احکامات کی تعمیل کے لیے اور اُنکی کوئی ذاتی خواہش نہ ہے''۔ یہ کیفیت دیکھنا بھی جوہری کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کون جوہری اس کائنات میں ہے۔ جو فوراً موتی کو جانچ کر اُس کی قیمت اور قدر سے آگاہ ہو کر آگاہی فرما دیتے ہیں۔ اور اسکے سب سے بڑے خریدار ہیں۔

ع

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
حضور ﷺ آپ نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

جو انمول ہو گیا اُس کی کوئی خریداری نہیں کر سکتا۔ نہ کسی کے پاس خریداری کی طاقت ہو نہ کوئی خریدے اور سب موتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ میں ہوتے ہوئے، علیحدہ علیحدہ

Marfat.com

لڑیوں میں پروئے ہوئے سلاسل روحانیت قادری، چشتی، نقشبندی، اور سہروردی و دیگر ہو گئے اور یوں اُمتِ مسلمہ کے لیے دینی و روحانی تربیت گاہوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے رہتی دنیا تک ربِ ذوالجلال اور اُس کے پیارے محبوب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی پیامبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کے طور پر چمکتے رہیں گے اور دارین کے لیے، پیروکاروں کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوں گے۔ قصیدہ غوثیہ شریف میں سرکار غوث پاک اعظم سیّد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے مریدوں کو اس بارے میں مطلع فرمادیا ہے۔

موتی جانے کب انبار کی صورت اختیار کرلیں اور جب بھی کسی موتی پر نورِ احدیت واحمدیت کی ایک کرن پڑے تو اس کی روشنی تمام کائنات نوری وناری اور دنیاوی کو خیرہ کردے اور دنیا کے سوداگروں کو تو نظر ہی نہ آئے۔ تا آنکہ ذات پاک اُن کے ظاہری کے ساتھ باطنی حواس بھی وا کردے مگر عشق احدی واحمدیؐ کے پروانوں کی آنکھیں چندھیا جائیں اور وہ اس کی تاب نہ لاسکیں کہ اس کے نور کی تاب نہ کوئی لاسکا نہ لاسکے گا، ماسوائے اُس کی دی ہوئی توفیق سے، اُن مخصوص روحوں کے جو صرف نور ہی سے تخلیق کی گئیں اور جن میں دنیاوی آلائش نام کی کوئی چیز باقی نہ رکھی گئی چونکہ روشنی جب روشنی کے مقابل آتی ہے تو بغیر سایہ کے طاقتور اور مدہم روشنی آپس میں مل جاتی ہیں جیسے چاند اور سورج کی روشنی کوئی آواز اور تاثر پیدا کیے بغیر ملتی ہیں۔ اِس کے برعکس جب آسمانی بجلی زمینی بجلی کے مقابل آتی ہے۔ تو وہ زمینی بجلی کو نگل لیتی ہے۔ اسے اپنے اندر مدغم کرلیتی ہے۔ اسی طرح خدا جب کسی شخص کو اپنا ولی و دوست بناتا ہے تو اُس شخص کی ہستی ختم ہوجاتی ہے، وہ اُس کی ذات کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے اور باقی صرف خدا رہ جاتا ہے۔ بظاہر چلتے پھرتے نظر آنے والے شخص کے اندر خود اس کا خدا اس کی ہستی کو نیست ونابود کر کے سما جاتا ہے اور ظاہر ہوجاتا ہے۔ جبھی اُس شخص میں وہ صلاحیتیں جنم لیتی ہیں جو خدا کی صفاتی خوبیاں ہیں۔ وہ

Marfat.com

علیم وبصیر کے ساتھ ساتھ دیگر صفات سے نواز دیا جاتا ہے اور رب ہی اس کے ہاتھ اُس کی آنکھیں بن جاتا ہے اور رب ہی اس کے تمام جسم میں سماتے ہوئے اُسے اپنے گونا گوں مظہرات سے پُر کر دیتا ہے۔ لوگوں کو اُس کی تعظیم کا حکم اپنے فرشتوں کے ذریعے اَن دیکھے، اَن سنے اور اَنجانے طریقوں سے پہنچا دیتا ہے۔ تو نور کی ایک کرن موتی کے لیے ابد تک کافی ہے۔ اگر خداوند قدوس نہ چاہے تو اس کے اثرات ومضمرات نہ تو مرتب ہو سکتے ہیں اور نہ عکس ''Reflection'' کے طور پر مزید چھوٹے چھوٹے موتیوں تک وہ نور کی لہر پہنچ سکتی ہے۔ جس کی مثال قرآن کا نور ہے اور یوں کئی حفاظ اور قاری بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ نصیب والا وہی ہے جس کے نصیب جاگ جائیں اور نصیب اُس کے جاگتے ہیں جس کے نصیب جگانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ جیسے حج مبروک پر وہی روحیں حاضر ہو سکتی ہیں جنہوں نے ''لبیك اللهم لبیك'' کا نعرہ لگایا تھا اور صاف ظاہر ہے نعرہ بھی خود نہیں لگایا جا سکتا نعرہ بھی وہی لگا سکتا ہے جسے توفیق اور امر کیا جائے۔ یوں ہی نصیب بھی اُسی کا جگایا جاتا ہے جسے توفیق اور امر ہو۔ تو وہ نصیب والے ہیں جن کے نصیب جگانے کا روز ازل ہی فیصلہ فرما دیا گیا۔ اور رب ذوالجلال نے اپنی داہنی مٹھی کی روحوں کو جنتی اور بائیں مٹھی کی روحوں کو دوزخی قرار دیا تھا۔ سو جو روحیں دائیں ہاتھ میں تھیں اس میں اُن کا کوئی ذاتی کمال نہ ہے اور نہ ہی بائیں ہاتھ میں آنے والی روحوں کی کوئی ذاتی خرابی ہے۔ یہ تو کُن کہہ کر کائنات تخلیق کرنے والے رب ذوالجلال کی مرضی ہے، جیسے چاہے کرے۔ اُسے نہ کوئی روکنے والا نہ ٹوکنے والا۔ اگر اُسے بھی کوئی روکنے ٹوکنے والا ہو تو وہ خدا نہیں ہے۔ اگر وہ خدا ہے تو وہ واحد ہی اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جس کی وحدانیت کی شان خود سورۂ اخلاص میں واضح کر دی گئی کہ'' کہہ دیجئے اے محبوب اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اور تیسری شرط رب ہونے کی نہ اُسے کسی نے جنا اور نہ اُس نے کسی کو جنا اور آخری شرط یہ کہ نہ اُس کی

Marfat.com

مثل اور نہ مثال۔

حضرت محمد علی شاہ صاحب کی حیات مبارک میں حاضری کا سلسلہ جاری رہا اور آپ وقتاً فوقتاً ارشادات سے نوازتے رہتے۔ آپ کی حیات میں ہی آپ کے لخت جگر آپ کی اولاد نرینہ صاحبزادہ غضنفر علی شاہ صاحب جو چندے آفتاب چندے ماہتاب آپ کی آنکھوں کا نور اور مریدین کے دلوں کا سرور تھے۔ خاندان سادات بخارا کے حسن یوسف کا نمونہ، کم عمری میں ہی جانکاہ صدمہ فراقت دے کر رحلت فرما گئے۔ جس کا گو حضرت صاحب نے بڑی پامردی اور ہمت سے مقابلہ کیا مگر یہ غم اُنہیں اندر ہی اندر کھا گیا اور آپ بھی زیادہ عرصہ اپنے پیارے بیٹے سے جُدا نہ رہ سکے اور داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے باپ دادا اور جد امجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت اور پُرنور محفل میں حاضر ہو گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

بے شک "کل نفس ذائقة الموت" اور موت جسم اور نفس کے لئے ہے۔ جس کا نفس پہلے ہی رب ذوالجلال نے ختم کر دیا ہو اُس کے لئے کیسی موت؟ وہ تو صرف اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما کر باطنی دنیا میں چلے گئے۔

ع
جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

Marfat.com

سلطان العارفین
حضرت سلطان باھو رحمہ اللہ تعالیٰ

فیروز سنز لاہور سے لوک ورثہ، اسلام آباد کی طبع شدہ کتاب ''عکس باھو'' خرید کر پڑھنے کی کوشش کی تو خود کو پنجابی کہلاتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ مادری زبان بھی درست نہ پڑھی جاتی تھی اور اکثر الفاظ کے معنی کی سمجھ نہ آئی مگر بار بار پڑھنے کو جی چاہا بوجوہ حضرت کے کلام کی سمجھ آتی گئی مگر اپنے ظرف کے مطابق جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

زبدۃ الفقرا حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی ذات فقرا کے لئے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ آپ کے پنجابی کلام نے فقر کے راستے کے بہت سے راہیوں کی مشکل آسان فرما کر اُنہیں فقر کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اگر کلام کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کی رمزوں میں اُترنے کے لئے توفیق الٰہی اور کلیم سے استعانت کی بھیک مانگی جائے تو کلیم خود ہی کلام میں چھپی رمزوں کی سمجھ عطا کر کے مشکل آسان فرماتے ہیں۔ جس طرح قرآن کریم کو پڑھ کر سمجھنے کے بعد عمل کرنے میں توفیق الٰہی اور ''ایاك نعبد و ایاك نستعین'' کہتے ہوئے استعانت کی بھیک مانگی جائے تو اللہ پاک قرآن فہمی اور اُس پر عمل کو آسان فرما دیتے ہیں اور بقول جناب علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ:

ع
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

کی سی عملی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

جب اللہ پاک کسی کو دین کی سمجھ عطا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسباب پیدا فرماتا ہے اور پھر ''لیس الانسان الاماسعٰی'' کی صورت میں جس قدر کوشش کی جائے اسی قدر عطا کر دیا جاتا ہے۔ خدائے ذوالجلال والاکرام نے جب اس ناچیز کے لئے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے دینی سمجھ کے اسباب عطا فرمائے تو بندۂ گنہگار کبھی اپنے گناہوں کے فرش تا عرش ڈھیروں کو دیکھتا اور کبھی اس کی رحمت کی طرف نظر اُٹھاتا کیونکہ رحمت الٰہی تو نیت کا حال جانتے ہوئے گنہگاروں کی معصیت کے ڈھیر لمحوں میں ختم کر کے نیکیوں کا اندراج فرما سکتی ہے۔ دراصل گناہوں کے ادراک اور ستّارُ العیُوب کے روبرو انہیں تسلیم کرتے ہوئے معافی کا دامن پھیلانے اور آئندہ اُس کی پناہ مانگنے سے اصلاح احوال کا عمل شروع ہوتا ہے۔ یہی عمل رب العالمین کی پسندیدگی کا باعث ہے کہ وہ تو رب قدیر ہے اور اس کے لئے کچھ بھی محال نہیں ہے۔ جو ایسا نہیں کر سکتا وہ خدائی کی تعریفوں اور اپنے ذاتی وصفاتی اختیارات پر قادر نہ ہونے کے سبب ربِ محمد ﷺ نہیں ہے کہ وہ ''ستّارُ العیُوب'' اور ''قادر مطلق'' رب ہے جیسا چاہے کرے۔

1980 سے 1985 تک کا عرصہ حیات میرے لئے رحمت خداوندی اور عشق مصطفوی کا ابتدائی دور ہے کہ اسی عرصہ میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کی روحانی کشش کے سبب آپ کے مزار شریف گڑھ مہاراجہ اور آپ کے والدین کے مزارات شریف شورکوٹ ضلع جھنگ میں اکثر حاضری دینے کا شرف حاصل رہا۔ یاد نہیں پہلی بار حضرت نے کب حاضری کے لیے طلب فرمایا محمد تنویر بٹ عرف (کالا بٹ) اور حامد بٹ، ڈپو ہولڈر نولکھا وارڈ لاہور کے ہمراہ بذریعہ بس لاہور سے راتوں رات سفر کرتے ہوئے صبح دربار پر حاضر ہو گئے۔ یوں زُبدۃ الفقراء کے مزارِ پُر انوار کے جلوے نصیب ہوئے۔ مزار مبارک پر آپ کا مطبوعہ کلام موجود پا کر خوشی ہوئی اور حتی المقدور زیادہ سے

Marfat.com

زیادہ کتابیں خریدیں جو فارسی سے اُردو میں ترجمہ کی گئی تھیں۔صوفیانہ پنجابی کلام کو متعدد بار پڑھنے پر فقر کے رموز واسرار سے لبریز کلام دل میں ہی اُترتا چلا گیا، بار بار کی دُھرائی سے پنجابی زبان کے اکثر مطالب کی بھی سمجھ آنا شروع ہوئی مگر فقیری رمزیں اور کنائے سمجھ سے باہر رہے۔حاضریوں کا سلسلہ جاری رہا ہے اور فقر کی رمزیں آہستہ آہستہ کھلنا شروع ہوئیں جوں جوں سمجھ آ رہی تھی حضرت کا قرب نصیب ہو رہا تھا۔حسب الحکم والدین شریفین کے مزارات واقع شورکوٹ پر بھی حاضریاں ہونے لگیں اور فقر کے در بھی فقیر کے در سے وا ہونے شروع ہو گئے۔

اس سلسلہ میں اپنے فرزند محمد فہد کو بھی اُس کے ماموں اور ممانی کے ساتھ دربار شریف پر بذریعہ کار حاضری کروائی، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ انعام الحق، سعودیہ سے چھٹی پر آئے ہوئے تھے۔ان کی بیوی جو فقرا کے تصرف کو نہ مانتی تھی اُسے کسی عورت نے سلطان العارفین کے در پر حاضری کے لیے کہا کہ فقیر تو اولا دِ نرینہ بھی اللہ پاک سے مانگ کر عطا کر دیتے ہیں۔اُن کی فرمائش پر ہم نے انعام الحق، اس کی بیوی اور محمد فہد جاوید کو ساتھ لے کر دربار پر حاضری دی تو انعام الحق کی بیگم نے حاضری کے بعد دربار کے دائیں طرف کی قبروں کے اردگرد عورتوں کو چادریں بچھائے دیکھا کہ وہ احاطہ میں لگی ہوئی بیری کے پتے گرنے کی منتظر تھیں۔اُن کے مطابق پتوں کو کھانے سے اولادِ نرینہ خدائی حکم پر فقیر کے در سے عطا کی جاتی ہے۔فہد کو زمین پر پڑے تین پتے ملے جو اس نے اپنی ممانی کو دے دیئے اور یوں حضرت نے انعام الحق کو پہلی دو بیٹیوں کے بعد تین بیٹے بحکم ربی عطا فرمائے مگر بیگم انعام الحق نے باوجود یاد دہانی کے بچوں کو دوبارہ کبھی حاضری کے لیے دربار پر پیش نہ کیا بوجوہ سب سے چھوٹا بیٹا باوجود درست نظر آنے کے درست نہ ہے اور حضرت نے اُسے بظاہر دُنیاوی کاموں سے فراغت عطا کی ہوئی ہے۔

Marfat.com

انفورسمنٹ فوڈ ڈائریکٹوریٹ، لاہور میں تعیناتی کے دوران جب بھی جھنگ ضلع کا دورہ کیا تو ضرور حاضری سے مشرف ہونے کا موقع ملا۔اور شیخوپورہ میں تعیناتی کے دوران بھی سٹاف کے ہمراہ مشترکہ حاضری ہوئی کہ زندگی میں پہلی مرتبہ ملک ارشد سعید صاحب نے ہنڈا اکارڈ گاڑی میں سفر کی سہولت مہیا کر دی تھی، جبکہ ریاض مصطفٰے صاحب ہمیشہ کی طرح ہمرکاب تھے۔جبکہ فیصل آباد میں تعیناتی کے دوران بھی متعدد بار حاضری نصیب ہوئی۔

اپنے ہم زُلف جناب راشد پرویز صاحب کے ہمراہ بھی رات 11 بجے والی بس سے جو ملتان جاتی تھی، صبح فجر کے وقت گڑھ موڑ اُتر کر نماز کی ادائیگی کے بعد ڈالہ میں سفر کر کے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ایک مرتبہ گڑھ موڑ اُتر کر بوقت فجر نزدیکی چھوٹی سی مسجد میں نماز کی غرض سے داخل ہوئے تو وہاں پر 5/6 بزرگ لوگ موجود تھے جو ہر لحاظ سے بندہ سے بہت بہتر تھے، اُن کی درخواست پر بندہ کو فجر کی نماز کی امامت کا شرف بخشا گیا جو آج بھی میرے نہاں خانے میں موجود اسراریت سے بھرا ہوا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا کہ انہوں نے بار بار اصرار کر کے امامت پر مجبور کیا۔

حضرت کی وہ کتابیں جو دربار شریف پر دستیاب تھیں اُن پر اکثر پر ''چنن دین اینڈ سنز کشمیری بازار، لاہور'' کا پتہ درج تھا۔لہذا کتب کے حصول کے لئے میں نے ریاض مصطفٰے صاحب جو کشمیری بازار کے رہائشی تھے سے مذکورہ دوکان ڈھونڈنے کی فرمائش کر دی۔انہوں نے کچھ عرصہ بعد لاعلمی کا اظہار کیا تو پھر میں حضرت کے کلام کی تلاش میں ازخود کشمیری بازار پہنچا اور دوکان دوکان پھرتے ہوئے آخر ایک چارپائیاں بُننے کے لیے بان والے کی دُوکان پر پہنچ کر پوچھا تو دوکاندار نے کہا کہ دوکان تو یہی ہے، مگر ہم نے اب کتابوں کا کام چھوڑ دیا ہے۔مزید دریافت پر اُس نے بتایا کہ اسی دوکان کے پیچھے سٹور میں

Marfat.com

پرانی کتابیں پڑی ہیں اگر آپ خود مطلوبہ کتابیں ڈھونڈ سکتے ہیں تو اندر جا کر تلاش کر لیں۔ سوبھو کے کو تو روٹیاں ہی چاہیے تھیں سو مل گئیں۔ میں نے تقریباً 2 گھنٹے کی کوشش سے حضرت کی زیادہ سے زیادہ کتابیں تلاش کیں۔ اُن کتابوں میں کیا کیا راز ہائے فقر و مستی پوشیدہ ہیں اس کی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے۔ اورنگ شاہی، کلید توحید کلاں، عین الفقر، رسالہ روحی اور متعدد اُردو میں ترجمہ شدہ کتابیں ایسی ہیں جنہیں پڑھنے اور سمجھنے کے لیے ایک عمر درکار ہے۔

حضرت کی ایک کتاب ''اورنگ شاہی'' جس کا ترجمہ میرے دادا حضور نے مجھے عطا کیا تھا کے مطالعہ کے دوران کچھ اس طرح روحانی انوار کی بارش محسوس ہوئی جو ناقابل بیان ہے۔ جس پر کتاب متعلقہ کی حضرت کی اس تصنیف کے بارے علم میں آیا کہ اورنگ زیب عالمگیر جب دلی میں ہوتا تو بصد کوشش نماز با جماعت جامع مسجد دہلی میں ادا کرتا۔ ایک روز مغرب کی نماز کی ادائیگی کے دوران بادشاہ نے خاص قلبی کیفیت کا مشاہدہ کیا تو اُس نے نماز مغرب کے بعد اپنے ہمراہ آنے والے محافظوں کو حکم دیا کہ مسجد کے باہر نکلنے والے راستوں پر دیکھو کہ آج کوئی پردیسی نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں آیا ہے تو واپسی پر اُس کا پیچھا کر کے پتہ چلاؤ وہ کہاں پر کس کے ہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ محافظوں نے ایک ایسے نمازی کو نماز کی ادائیگی کے بعد جاتے ہوئے دیکھا جس کا رنگ ڈھنگ لباس اور قد کاٹھ اُسے دوسرے نمازیوں سے بالکل علیحدہ کر رہا تھا۔ محافظ حسب الحکم اُس کا پیچھا کرتے ہوئے اُس گھر تک پہنچے جہاں اُن کا قیام تھا اور واپس آ کر بادشاہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

بادشاہ نے محافظوں کو آدھی رات کو اس کے ہمراہ اس کی نشاندہی کے لیے جہاں وہ پردیسی بزرگ رہائش پذیر تھے کی ہدایت کی۔ اس طرح آدھی رات بادشاہ اورنگ زیب

Marfat.com

عالمگیر نے بھی محافظوں کا لباس زیب تن کیا اور محافظوں کے ہمراہ اُس مکان پر پہنچ گیا۔ بادشاہ کی ہدایت پر مکان کا دروازہ کھٹکھٹانے پر صاحب خانہ برآمد ہوئے اور شاہی محافظوں کو دیکھ کر گھبرائے۔ محافظوں نے اُن سے اُن کے مہمان کی بابت دریافت کیا تو میزبان نے کہا کہ اس کے مہمان اس وقت آرام فرما رہے ہیں اور ملاقات صبح ہی ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے جو محافظوں کے لباس میں تھا اصرار کیا تو اُس وقت مہمان خانہ کا دروازہ کھلا اور مہمان نے میزبان سے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر ملاقات کے لیے آیا ہے۔ جس پر میزبان اور زیادہ پریشان ہوا کہ میں دلی کا رہنے والا ہوں مگر مہمان نے بادشاہ کو محافظوں کے لباس میں بھی پہچان لیا ہے۔ وہ مہمان حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہور حمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آپ نے صرف بادشاہ کو اپنے کمرے میں طلب کیا اور آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ بادشاہ نے نماز مغرب میں اپنی کیفیات بیان کیں اور حضرت سے درخواست کی کہ آپ مستقلاً دِلّی میں قیام فرمائیں تاکہ وہ اور دیگر بندگانِ خدا ان کی سنگت اور روحانی علوم سے بھی فیض یاب ہوتے رہیں۔

بادشاہ نے حضرت کے قیام کے لیے متعدد بار درخواست کی مگر حضرت نے فرمایا کہ درویش اور فقیر کا کوئی دیس اور گھر نہیں ہوتا وہ تو جگہ جگہ جاتا ہے اور دنیا دیکھتا ہے لہٰذا اُن کا مستقل قیام دِلّی میں ممکن نہ ہے، جس پر بادشاہ نے آپ سے روحانی ہدایت کے لیے درخواست کی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ تم یا تمہارا کوئی ساتھی اب میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں دو تین روز میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم اپنا کوئی آدمی بھیج کر اس گھر سے میری تحریر منگوا لینا اور اُسے پڑھ کر اس پر عمل کرنا۔ دو چار روز بعد بادشاہ کا آدمی اُس گھر پر حاضر ہوا اور فارسی میں تحریر کردہ کتاب ''اورنگ شاہی'' حضرت کے میزبان نے اُس کے حوالے کر دی جو صرف 20 صفحات پر مشتمل ہے مگر اُسے سمجھ کر پڑھنے کے لیے اور عمل کے لیے

Marfat.com

لطافت اور علم لطائف کی باریکیوں کو جاننا از حد ضروری ہے۔

حضرت کی دیگر کتابوں میں تصوف کی حقیقی روح، اُس کے مدارج اور منازل کی بابت تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ مرشد کے تصور اور اُس کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ انسانی جسم میں لطائف کی حقیقت اور اُن کے مقامات کی مکمل تفصیلات درج کی گئی ہیں۔ مزید تصور کی حقیقت کو اُجاگر کرنے کے ساتھ عملی اقدامات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ علومِ شریعت، طریقت اور حقیقت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ فنافی الشیخ، فنافی الرسول، اور فنافی اللہ کی مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے۔ کشف القبور کی بابت وضاحت اور عملی طریقوں سے استفادہ کے راستے کھولے گئے ہیں۔ شیخ و مرشد کی ضرورت اور تلاش کے ساتھ مرشد کامل اور مرید حقیقی کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ حضرت نے بیان فرمایا ہے کہ جس کو روحانی مرشد کی تلاش کے باوجود کامیابی نہ ہو تو میری کتاب اپنے گھر میں رکھے اور اُس کا روزانہ چاہے ایک صفحہ ہی پڑھے تو میں اُس کا مرشد بن کر اُس کی رہنمائی کروں گا اور اُسے کسی ظاہری مرشد کی ضرورت نہ رہے گی۔

حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''رسالہ روحی''، جو ملک چنن دین نقشبندی مجددی، لاہور نے بامحاورہ اُردو ترجمہ کروا کر نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ طالبانِ مولا و عاشقانِ سرکار عالیہ جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے لیے سلسلہ تصوف نمبر ۸۶ کے تحت شائع کروائی ہے جس کے مندرجات اصل سے اُردو ترجمہ کر کے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ عوام الناس صاحب ایمان اور تصوف اور صوفیائے کرام سے محبت رکھنے والے فقر کے عنوان اور اُس پر حضرت کے ارشادات سے مستفیض ہو سکیں۔

Marfat.com

"رسالہ روحی"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں نیک بختی عطا فرمائے، ہن کُنۡتُ ہائے ہویت ہے۔ کَنۡزًا یاہوت ہے۔ مَخۡفِیًا لاہوت ہے۔ فَاَرَدۡتُ ملکوت ہے۔ اَنۡ اُعۡرَفَ جبروت ہے۔ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ ناسوت ہے۔ ہائے ہویت کی حقیقت کے چشموں کی سرچشمہ کی ذات یعنی حضرت عشق دونوں جہان کے اوپر کبریائی بارگاہ میں سلطنت کا تخت آراستہ کئے ہوئے ہے۔ نہایت عبرت کی وجہ سے اُس کی ذات پاک کی ماہیت دریافت کرنے سے عقل کے بے شمار قافلے سنگسار ہیں۔ سبحان اللہ! خاکی عناصر کے اجسام ہزارہا طرح پر اپنی قدرت کاملہ کے جلال و جمال کے آثار کے لیے آئینہ باصفا بنائے اور پھر خود اپنے روئے زیبا کا تماشائی بنا۔ گویا خود ہی اپنے ساتھ عشق بازی کرتا ہے خود ہی نظر، خود ہی منظر، خود ہی ناظر، خود ہی منظور، خود ہی عشق اور خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق ہے۔ اگر تو اپنے آپ سے پردہ ہٹادے تو سب ایک ہی ذات تجھے دکھائی دے۔ یہ دُوئی صرف چشمِ احوال کی وجہ سے ہے۔

مصنفِ تصنیف ہویتِ حق کی "ہا" کے جلال و جمال کی چار دیواری کا معتکف، ذاتِ مطلق کے شہود کا محو، مشہود و معبود علی الحق کے شہود سے گہوارے میں ہی عنایت یافتہ سُبۡحَانِیۡ مَا اَعۡظَمَ شَانِیۡ کا ناز، صدرِ عزت پر، معرفت و وحدتِ مطلق کا سرتاج سر پر رکھے ہوئے اَنۡتَ اَنَا وَ اَنۡتَ اَنَا کے تزکیہ و تصفیہ کی چادر اوڑھے ہوئے۔ الملقب مِنَ الۡحَقِّ بِالۡحَقِّ، اور ذاتِ ہُو کا سِرّ فقیر بَاھُو عرف اعوان ساکن قرب و جوار شورکوٹ (اللہ تعالیٰ اُسے فتنہ وفساد اور آشوب سے محفوظ رکھے۔) وَسِعَتۡ رَحۡمَتِیۡ کُلَّ شَیۡءٍ کی ذاتِ ہویّت کے مقام کے فقر کی تحقیقات کے اظہار سے معنی المعنی اور خاص الخاص تفسیر سکھاتا ہے کہ جو عارفِ واصل ہے وہ جدھر نگاہ کرتا ہے اُسے ذاتِ حق کا دیدار دکھائی دیتا

Marfat.com

ہے اور اپنی خودی اور غیریّت کا نقش مٹا دیتا ہے۔ تب ذاتِ مطلق کے ساتھ وہ بھی مطلق ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ جب احدی نور نے تنہائی وحدت کے چھپر کھٹ سے مظاہر کثرت پر اظہار کا ارادہ کیا تو اپنے حسن کا جلوہ دیا اور گرم بازاری کی۔ جس سے دونوں جہان اُس کی شمع جمال پر پروانے کی طرح جل بُجھے۔ پھر میّم احمدی ﷺ کا نقاب پہن کر احمدی ﷺ صورت اختیار کی۔ اور جذبات وارادات کی کثرت کے سبب سات بار جنبش کی۔ جن جنبشوں سے فقرائے باصفا فنافی اللہ بقاباللہ، خیالِ ذات میں محو ہمہ مغز بے پوست کی سات رُوحیں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے بحر جمال میں غرق درخت یقین پر پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے ازل سے ابد تک سوائے ذاتِ حق کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور اُس کے ذات کے سوا کچھ نہ سُنا۔ کبریائی بارگاہ میں وصالِ لازوال کے سمندر میں کبھی نوری جسم میں ہو کر تقدیس وتنزیہہ میں کوشش کرتے رہے۔ کبھی سمندر میں قطرہ اور کبھی قطرے میں سمندر کی مثال ہو رہے ہے۔ اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ جب فقیر انتہا کو پہنچتا ہے تو وہی اللہ ہے، کہ فیضِ عطا کی چادر اُنہیں کو زیبا ہے۔ پس وہی حیاتِ ابدی اور عزتِ سرمدی کے تاج اَلْفَقْرُ لَا يَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَلَا اِلٰی غَيْرِهٖ (فقر کو نہ خدا کی طرف سے کوئی حاجت باقی رہی نہ غیر خدا سے کسی طرح محتاج ہے) سے معزز اور مکرّم ہیں۔ انہیں آدم کی پیدائش اور قیامت کے قائم ہونے کی کچھ خبر نہیں۔ اور تمام اولیاء۔ غوث اور قطب پر مقدّم ہیں۔ اگر اُنہیں تو خدا سے جانے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر بندۂ خدا کہے تو بھی بجا ہے۔ عَلَّمَ مَنْ عَلَّمَ سکھایا جس نے سکھایا اُن کا مقامِ ذاتِ کبریا کی چار دیواری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوا حق کے اور کچھ طلب نہیں کرتے اور کمینی دُنیا، آخری نعمتوں، بہشتی حور وقصور اور دوزخ کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اور اُن پر انوار ذات کے ویسے لمعے ایک لحظہ میں ستر ہزار پڑتے ہیں (جس ایک ہی لمعے

Marfat.com

سے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے اور طور پاش پاش ہو گیا) پھر بھی وہ دم نہیں مارتے۔ اور اُف تک نہیں کرتے۔ بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کچھ اور بھی ہے، ہی پکارتے ہیں۔ وہ سلطان الفقراء اور دونوں جہان کے سردار یہ ہیں:

اوّل: خاتونِ قیامت کی رُوح مبارک

دوم: خواجہ حسن بصری کی رُوح مبارک

سوم: ہمارے شیخِ حقیقت الحق نورِ مطلق مشہود علی الحق حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح مبارک

چہارم: سلطان انوار سرّ السرّ مد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رُوح مبارک

پنجم: اس کی ہائے ہویّت کے چشمان کا چشمہ فقیر باھو ذات یاھُو کے اسرار کا سرّ اور دو رُوحیں اور ہیں۔ جن کی حُرمت کے یُمن سے دُنیا قائم ہے۔ جب تک وہ دو رُوحیں آشیانۂ وحدت سے مظاہر کثرت پر اُڑ کر نہ آئیں گی، قیامت نہ ہو گی۔ اُن کی نظر سراسر نُورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس پر اُن کے عنقا کا پرتو پڑتا ہے، اُسے نورِ مطلق بنا دیتا ہے۔ انہیں طالبوں کو ظاہری وِردِ وظائف میں مشغول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

واضح رہے کہ نورِ مطلق کا فقیر یعنی اس کتاب مستطاب کا مؤلف تمام حجابوں کے پردے دُور کر کے عین العین وحدت ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ! اس بندے کے جسم کو اپنے اور بندے کے مابین ایک نازک سا پردہ برائے نام کھڑا کر کے ہزارہا عجیب اسرار اور عمدہ لطائف فرمائے۔ خود ہی ناطق اور خود ہی منطوق (بولی ہوئی چیز) خود ہی کاتب۔ خود ہی مکتوب۔ خود ہی دلالت کرنے والا اور خود ہی مدلول، خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق۔ اگر انہیں قدرتِ ربانی کے آثار سمجھو تو بھی بجا ہے۔ اگر نازل ہونے والی وحی سمجھیں تو بھی بجا

Marfat.com

ہے۔ معاذ اللہ! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ لطیف وثیقہ بندے (مصنف) کی زبان ہے۔ بلکہ یہ حق کی طرف سے ہے۔

اگر کوئی صاحب واصل ولی جو عالم روحانی یا عالم قدس شہود کی رجعت کے سبب اپنے درجے سے گر گیا ہو، اس کتاب مستطاب کو وسیلہ بنائے۔ تو یہ اُس کے لیے مرشد کامل کا کام دے گی۔ اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اُسے بھی قسم ہے۔ اور اگر ہم اُسے خدارسیدہ نہ بنائیں تو ہمیں بھی قسم ہے۔

اگر سالک سلوک کا طالب اسے وسیلہ بنائے۔ تو اُسے فوراً زندہ دل اور روشن ضمیر عارف بنادوں گا۔

ابیات

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم ‏ ‏ زابتدا تا انتہا یک دم برم

کوئی حق کا طالب ہو تو میں حاضر ہوں ‏ ‏ اک دم میں اُسے ابتدا سے انتہا میں پہنچادوں گا

طالب بیا طالب بیا طالب بیا ‏ ‏ تا رسانم روزِ اوّل باخُدا

اے طالب حق آ۔ اے طالب آ۔ اے طالب آجا ‏ ‏ تاکہ پہلے دن ہی تجھے خدا تک پہنچا دوں

واضح رہے کہ کامل عارف ہر ایک قدرت قادر اور ہر مقام میں حاضر ہوتا ہے، ہائے ہویّت مطلق میں محو۔ مصنّف تصنیف فرماتے ہیں کہ جب سے لطف الٰہی سے عین سرفرازی اور حق الحق عنایت حاصل ہوئی اور نبوی حضور فائق النور سے ارشاد خلق کا حکم ہوا۔ کیا مسلمان کیا کافر۔ کیا بانصیب کیا بے نصیب، کیا زندہ، کیا مردہ سب نے اور مصطفےٰ لاثانی و مجتبےٰ آخر زمانی نے زبانِ گوہر فشانی سے یہ فرمایا:

شد اجازت باھُو از مصطفےٰ ‏ ‏ خلق را تلقین بکن بہرِ خُدا

باھو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت دی گئی ‏ ‏ کہ لوگوں کو خدا کے لیے تلقین کراؤ

Marfat.com

دست بیعت کرد مارا مصطفٰے　　　فرزندِ خود خوانداست مارا مجتبٰے

رسول اللہ ﷺ نے مجھے مرید بنایا اور مجھے اپنا فرزند فرمایا

خاکپائم از حسین و از حسن　　　معرفت گشت است مارا انجمن

میں حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام کے قدموں کی خاک ہوں　　　معرفت ہماری انجمن بن گئی ہے

اور فقر کی منزل میں کبریائی بارگاہ سے حکم ہوا کہ تو ہمارا عاشق ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ اس عاجز کو بارگاہِ کبریائی کے عشق کی توفیق نہیں۔ فرمایا: تو ہمارا معشوق ہے۔ پھر میں خاموش رہا۔ تو حضرت کبریائی کی شعاع نے مجھے ذرّے کی طرح استغراق کے سمندر میں مستغرق فرمایا۔ کہ تو عین ہماری ذات ہے اور ہم عین تیری ذات حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں ہمارا یار اور جبروت میں یاھُو کا شیر۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِ خَیْرِ خَلْقِہٖ

مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ

اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَااَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

Marfat.com

پیر سید علی احمد شاہ نوشاہی قادری

بدوملہی تحصیل و ضلع نارووال

1975 میں میری تعیناتی تحصیل نارووال کے چاول خریداری کے مرکز بدوملہی تھی، رہائش نارووال میں تھی اس لیے روزانہ ''گڈی آئی گڈی آئی نارووال دی'' کی سواری کرنا پڑتی تھی۔ زندگی ریل گاڑی میں گزر رہی تھی۔ ہر دو گاڑیوں میں سے کوئی نہ کوئی گاڑی ضرور ایک آدھ گھنٹہ تاخیر کا شکار ہو جاتی یا انجن کی خرابی درمیان سفر پیش آجاتی، ہم بندۂ ہونق کی طرح منہ اُٹھائے سوچوں میں غرق انتظار میں شُد پلیٹ فارم ہائے نارووال و بدوملہی پر چہل قدمی فرماتے رہتے کہ کب وہ آئے اور ہم مسافرت کا آغاز و انجام کریں۔ (اُن دنوں ہمارے رشتہ کے چچا مشتاق احمد بدوملہی میں بوجوہ چاکری نیشنل بینک آف پاکستان رہائش پذیر تھے)۔ جب کبھی گاڑی ہمارے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ایک دو تین ہو جاتی تو ہم منہ لٹکائے، مہمان از خود چچا جان عرف چچا جانی کے گھر سنگ آستاں پر اپنا سر ہی نہیں مکمل خود کو ہی جا دھرتے، اس طرح بعض اوقات اُن کی رہائشی سہولیات میں کھلبلی پیدا کرتے ہوئے وہاں رات گزارتے چونکہ فون کی سہولت اُن دنوں عنقا تھی لہذا ہمارے گھر والے نارووال میں محوِ انتظار اور ہم بدوملہی میں قیام کی ایذا رسانی سے گزرتے اور دوسرے روز بینک کھلنے پر فون کی سہولت ملنے پر خیریتِ اہلِ خانہ دریافت کرنے میں کامیاب ہوتے۔

Marfat.com

بدوملہی میں ہماری تعیناتی بطور انچارج انسپکٹر فوڈ تقریباً ایک سال تک معلق رہی۔ ہم کولہو کے بیل کی مصداق تمام دن سفر کرنے کے بعد اکثر و بیشتر وہیں پائے جاتے جہاں سے سفر آغاز کیا تھا۔ اپنے تئیں صوفی بزرگوں کے بقول کولہو کے بیل کو جب کھوپے چڑھا کر چلا دیا جاتا ہے تو وہ اپنے حساب میں شام تک 40،30 کلومیٹر کا سفر طے کر چکا ہوتا ہے اور اُسے نارووال سے سیالکوٹ تک پہنچ جانا چاہیے مگر آنکھیں کھولنے پر وہ سارا دن چلنے کے باوجود شام کو پھر نارووال میں ہی پایا جاتا۔ تصوف میں ایسے انسان کو جو دن رات ایسی عبادت سرانجام دیتا ہے جس کا کوئی حقیقی نتیجہ نہیں نکلتا کولہو کا بیل ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ''زمین جنبد نہ جنبد گل محمد'' والا معاملہ ہے۔

اُن دنوں اپنی صوفیائی دُنیا صرف علی پور سیداں شریف تک ہی محدود تھی اور پیر سید جماعت علی شاہؒ کے سجادہ نشین پیر سید نور حسین شاہؒ صاحب خصوصی شفقت اور محبت فرماتے تھے، مگر ہمارے نصیب میں نہ تو اُن سے بیعت اور نہ ہی روحانی فیض لکھا تھا جس کی تمام تر تفصیل علی پور سیداں شریف کے باب میں علیحدہ درج کی جا چکی ہے۔

ایک دن جب گاڑی ایک دو تین ہوگئی اور قیام بدوملہی میں ہی کرنا پڑا تو رات بھر ڈھولوں کی آواز سے بدوملہی گونجتی رہی۔ دریافت پر چچا جانی نے بتایا کہ حضرت سید فقیر محمدؒ نوشاہی قادری کا عرس پاک شروع ہو گیا ہے اس لیے خلق خدا دور دراز سے حاضری کے لیے بدوملہی کی طرف رواں تھی اور ڈھولوں کی گونج حضرت فقیر محمدؒ کے فقر کا بانگ دُہل اعلان کر رہی تھی۔ چونکہ ہمارے اجداد سید ہاشم شاہؒ بھی نوشاہی قادری تھے اور وہاں تھرپال میں بھی ہر 4 جون پر ڈھولوں کی دھمک سے پورا علاقہ گونجتا تھا۔ لہٰذا ہماری سمجھ میں اتنی بات ضرور آئی کہ ہر دو پیر صاحبان سرکار نوشہ پاک کے فقیر ہیں تبھی ہر دو جگہ پر عرس مبارک کے موقع پر خوب دھوم دھڑ کا ہوتا ہے زمانے اور وقت کا فرق ضرور ہوگا۔ (ہمارے بزرگوں نے

Marfat.com

تو قبیلہ قریش اور جیلانی سادات ہونے کے باوجود بطور جاگیر نذر کیے گئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حال پاکستان میں تھر پال ضلع نارووال اور ہندوستان میں جگدیو ضلع امرتسر کے محکمہ مال کے اندراجات میں اپنے آپ کو قریش، سادات لکھوانے کی بجائے نوشاہی فقیر کے اندراجات کروائے۔ جوں تا حال جوں کے توں چل رہے ہیں۔ کسی صاحبِ الم نے سید محمد ہاشم شاہ جیلانی کی ذات ہی فقیر بنادی۔ نوشاہی فقیر کے رمز یہ معنی اخذ نہ کرتے ہوئے، جہالت نے نوشاہی فقیر کو قوم بنا دیا۔ اعتراض اور دشنام طرازی تو ہمیں وراثت میں ملی ہوئی وہ برچھی ہے جسے دیکھے بھالے بغیر ہی ہم ہر سینہ میں اُتارنے کو بے قرار رہتے ہیں۔ سید ہاشم شاہ جیلانی کی نسل نے تکرار کرنے اور غیر ضروری بحث میں اُلجھنے کی بجائے اپنے اصل قبیلہ کی طرف رجوع کر لیا اور قریشی ہاشمی کہلانے کو پسند فرمانے لگے۔ قرآنِ کریم واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ ہم نے لوگوں کو قبیلوں اور گروہوں میں بانٹ، تقسیم کر دیا تا کہ اُن کی پہچان ہو سکے، جبھی ہم اپنے اصل قبیلہ کی طرف لوٹ گئے۔ سید کا لغوی معنی تو سردار ہی کا ہے عربی زبان میں ہر سردار کو سید کہا جاتا ہے' بوجوہ ہندوستانی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کی سعودی عرب آمد پر وہاں ''یا سیدی یا نہرو'' کے خوش آمدیدی بینر لگائے گئے تھے۔ بعینہٖ شاہ بھی کوئی قبیلہ نہیں ہے بلکہ فارسی میں پادشاہ کا لفظ اردو میں بادشاہ بن گیا اور یوں شاہان سید نہ ہونے کے باوجود شاہ ہی کہلوائے کیونکہ وہ مملکتوں کے بادشاہ تھے۔ مزید ہندوؤں میں بھی پروہت، برہمن اور دیگر مذہبی لوگ بھی شاہ جی کہلواتے ہیں۔ لہٰذا ہر دو الفاظ سید اور شاہ کسی قبیلہ کی نشاندہی نہ کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے کسی مسلمان کے مقام کا تعین صرف تقویٰ کو بنایا ہے اور کوئی غیر متقی شخص جو اسلام کے اصولوں کے مطابق تقویٰ کے معیار پر پورا نہیں اُترتا وہ قابل تقلید اور قابل ذکر نہ ہے۔ جس نے حدیث مبارکہ کے مطابق کہ ''انبیاء کی میراث علم ہے'' کو بنیاد نہ بنایا اور اسلامی علوم میں دسترس تو کجا بنیادی علم بھی حاصل نہ کیا اس کا دعویٰ

Marfat.com

باطل ہے۔ تصوف کی رُو سے دعویٰ ہی تو انسان کو ''اسفل السافلین'' میں شامل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ فانی مخلوق کا کیا دعویٰ اور کیا اُس کی دلیل، دعویٰ تو صرف اللہ حیی و قیوم کا ہی ہے، باقی سب دعوے انسان کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم سے خارج کر کے ''اسفل السافلین'' کی طرف لے جاتے ہیں۔ ''مہر منیر'' جو قبلہ عالم حضرت سید مہر علی شاہؒ گولڑوی کے حالات زندگی کا مجموعہ ہے میں درج ہے کہ ''اگر کوئی شخص اپنے آپ کو سید کہلواتا ہے اور اگر وہ شریعت کی پابندی نہ کر رہا ہو تو پھر بھی اُمت کے افراد میں سے کسی کو یہ حق نہ ہے کہ وہ اس پر شک کرے کیونکہ وہ اس کے لیے خدا اور رسول ﷺ کو خود جواب دہ ہو گا۔'' موجودہ حالات میں تو صرف شجرہ شریف کے چند نام یاد کر کے بھی اِلاّ ماشاء اللہ سرٹیفکیٹِ سادات حاصل کیا جا سکتا ہے چاہے از خود ہی تخلیق کردہ ہوں۔ امامینِ کریمینؓ شریفین نے اپنی زندگیوں کو شریعتِ محمدی ﷺ کے چلتے پھرتے نمونے بنا کر اس امر کی تصدیق فرمادی کہ صرف نام سے بات نہیں بنتی کام ہی اصل بنیاد ہے، جس طرح حدیث قدسی ''کُل اعمالُ بِالنِیّات'' میں نیت کو ہی بنیاد قرار دیا گیا ہے اسی طرح صرف نیت کرنے سے نماز کی ادائیگی نہیں ہوتی اُس میں نیت اور اس کے نتیجے میں عمل پر ہی کام مکمل ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک ''انسانوں کو اُن کے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔'' صاف ظاہر کرتا ہے کہ روز قیامت اعمال کا ہی حساب کتاب ہے لہٰذا اعمال صالحہ ہی نجات کا واحد ذریعہ ہیں۔ وہاں قوم اور قبیلہ کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اعلیٰ قبیلہ والوں کی باز پرس اور اُن کے اعمال پر حضور ﷺ کے سامنے روز حساب شرمندگی سے بچاؤ کیلئے تمام اُمتیوں سے زیادہ کوشش اطاعت مقصود ہے۔ امامینِ کریمینؓ نے اپنے نانا نبی اکرم ﷺ کی اُن کے بارے میں جنت کے سردار ہونے کی خوشخبری کو اپنے نانا ﷺ کے دین کی سلامتی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ بارگاہِ رب العزت میں پیش کر کے آپ ﷺ کی فرمائی ہوئی خوشخبری کی تصدیق فرما

Marfat.com

دی۔ حالانکہ اُن کے پاس اپنی جان بچانے کے کئی دیگر راستے اور طریقے موجود تھے۔ مگر سیّدکو سردار جنت بننے کے لیے اس عارضی دنیا میں راہِ حق اور دین اسلام کی بقا اور راستی کے لیے صرف شہادت عظمیٰ کا راستہ ہی پسند فرمایا۔ یوں سادات کرام کے ننھے بچوں اور جوانوں نے بھی وہی راستہ جامِ شہادت اختیار کیا جس کا تقدیر بہت پہلے فیصلہ کر چکی تھی۔ یوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو مؤخر کرنے کے بدلے اُسی خاندان میں جب آخری نبوت عطا کی گئی تو 72 جانوں کا نذرانہ بارگاہِ ربُّ العزت میں پیش کرنا پڑا۔ اور نیزوں پر قرآن کی حقانیت ثابت کرنا پڑی۔ یوں جان کی قربانیوں سے سادات کرام کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کی ریت کو سادات کرام نے تادیر جانی اور نفسانی قربانیوں کی صورت برقرار رکھا اور تاحال سید سردار وہی ہے جو دین کی خاطر اپنی جان اور دنیا کی نفسانی لذتوں کو خیرباد کہہ دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید سرداری صرف دین کی حد تک مروج فرمائی جبکہ دنیاداری کے حساب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید بھی سید و سردار اور شاہ تھے، جو یزید کے کسی کام نہ آئی اور تاریخ گواہ ہے کہ امامینِ کریمینؓ کے سامنے دینی طور پر اُن کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہ ہے، نہ ہی آنے والی زندگی میں کچھ نظر آتا ہے، اگر خداوند قدوس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابی اور کاتب وحی کی خدمت قبول فرمائی تو پھر وہ حقیقتاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

فرمانِ ربی ہے کہ ''اللہ پاک نے قلم کو تخلیق فرمایا۔'' پھر لفظوں اور حرفوں کی تخلیق بھی اُسی نے فرمائی، اِن الفاظ اور حروف اور جملوں کا لکھنے، پڑھنے اور سننے والے میں تاثر بھی پیدا فرمایا۔ انسان کو جو ''احسن تقویم'' بہترین صورت میں پیدا کیا گیا کو قلم کے استعمال کا طریقہ بذریعہ الفاظ، حروف اور جملے بھی ودیعت فرمایا، لکھنے والے، پڑھنے سننے والوں کے تاثر کو یکجا بھی فرما دیا۔ خلیفۃ الارض حضرتِ انسان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے

Marfat.com

مین کمال شفقت اور کمال مہربانی کا مظاہرہ فرما دیا۔آج اُسی قلم کے کمالات اور عقل سلیم کی حشر سامانیوں نے علومِ اسلامیہ کو پورے کرۂ ارض میں اولون سے آخرون تک اپنے اپنے فہم و ذکاوت کے مطابق محفوظ کر دیا، جو رہتی دُنیا تک یونہی اُس میں اضافے کا موجب بنتا رہے گا۔قلم کار اپنے افکار دوسروں تک پہنچانے کے لیے اِسی نعمت خداوندی کا استعمال کرتا ہے جس کے لیے وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جوابدہ ہے، کہ اُس نے اس نعمت کا استعمال درست کیا یا غلط کیا۔جیسے دولت تو خداوندِ ذوالجلال نے اپنی مرضی سے تقدیر میں لکھے کے مطابق ہی تقسیم کی ہے اور دولت مند ہونا کسی صورت بھی قابل مواخذہ نہ ہے اگر اُس کے حصول کے لیے جائز اور حلال ذرائع استعمال کیے جائیں اور اس کا تصرف خداوندِ قدوس کی خوشنودی اور احکامات کو بجالاتے ہوئے کیا جائے۔تاریخ گواہ ہے کہ ہامان سے زیادہ دولتمند شاید ہی کوئی ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے مگر اُس کے بخل اور دولت کی ہوس نے اُسے اُس کے محلات اور دولت سمیت حکم ربی پر زیرِ زمین کر دیا جبکہ دولت تو چند صحابہ کرامؓ کے پاس بھی موجود تھی جن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔مگر وہ دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور انسانوں کی فلاح کے لیے خرچ کی گئی اور عثمانؓ بن عفان، حضرت عثمان غنیؓ بن گئے۔اُن کی دولت خوشنودیٔ رب کا موجب بن گئی۔اولیائے کرام میں سے بھی چند اولیاء صاحبِ ثروت اور صاحب تجارت لوگ تھے مگر دولت کا حصول اور اُس کا تصرف احکامات خداوندی اور سنت نبوی کے مطابق کرنے پر اُن کی دولت بھی یقیناً اُن کے لیے اُن کے درجات میں بلندی کا باعث ثابت ہوگی۔کسی دانا کا قول ہے کہ "دُنیادار وہ نہیں جو دنیا میں رہتا ہے بلکہ دنیادار وہ ہے جس کے دل میں دُنیا رہتی ہے۔" اگر احکامات خداوندی کے مطابق اللہ، بے نیازی جس کی اہم صفت ہے کو قرضِ حسنہ دیا جائے تو دنیا میں 1 کا 10 گنا تک اضافہ فرما کر واپس کر دیا جائے اور آخرت میں

Marfat.com

اس قرضِ حسنہ کا اجر اور ثواب علیحدہ دیا جائے تو کون ہے جو مالک کائنات ربِ لم یزل سے جس کیلئے وعدہ "لاتخلف المیعاد" کی گارنٹی کے ساتھ کاروبار کرنے کے لیے تیار ہے، اُس کی راہ میں کون اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار ہے، ہم سود کے کاروبار میں شریک ہو کر زیادہ سے زیادہ 15۔10 فی صد تک منافع حاصل کرنے کے لیے حکم خداوندی کے مطابق کہ "سود کا کاروبار اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ ہے۔" از خود ہی اللہ اور رسول کے خلاف اس جنگ میں مخالف فریق بنے ہوئے ہیں اور یہودیوں کی اس مکارانہ سازش میں یہودیوں کے ساتھ فریق بنے ہوئے ہیں۔ وہ قوم جو اللہ کو بہت پیاری تھی، نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان نہ لانے اور احکامات خداوندی کو سبوتاژ کرنے پر ہی اُس کے عتاب اور ذلت کی زندگی کی سزاوار ٹھہر گئی اور فلسطین سے نکلی ہوئی یہ قوم جو نصر بخت بادشاہ اور رومیوں کی قتل و غارتگری کے بعد وہاں سے راہ فرار اختیار کر کے دنیا کے تمام کونوں میں پھیل گئی اور دنیا کو مصیبت کا گھر بنا دیا۔ آج بھی دنیا کے اکثر ممالک جن میں امریکہ اور یورپ کے اکثر ممالک شامل ہیں کی تمام تر اکانومی اسی قوم کے سود پر مبنی ریاکاریوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ اکثر اقوامِ عالم ان کی سیاسی اور غیر سیاسی ہدایات ماننے پر مجبور ہیں۔ مسلمان ممالک کی یہ خصوصی خبر رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے ہوئے ہر وہ ظاہری اور خفیہ مشن سرانجام دیتے ہیں جس سے اُنہیں نقصان پہنچایا جا سکے۔ یہودی قوم حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ہزاروں سال نبی آخر الزمان ﷺ کے واسطے دے کر جنگ اور دیگر امور میں خداوند ذوالجلال سے دعائیں کرتی رہی۔ بنی اسرائیل حضور نبی کریم ﷺ کو اُن نشانیوں کی وجہ سے جو اُن کی کتاب میں درج تھی اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے حقیقی بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ ان کے دیگر اولیائے کرام نے سینکڑوں سال تک حضور کی آمد کی بشارتیں دیں اور یثرب کی سرزمین کو حضور ﷺ کی

Marfat.com

ہجرت گاہ کے طور پر وہ دیگر اقوام عالم خصوصاً اہل کتاب سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ حضور ﷺ کی یثرب آمد پر وہاں کے یہودیوں نے اوس وخزرج کے ساتھ مل کر آپ کی آمد پر جشن میں شرکت کی اور خوشیاں منائیں۔ مدینۃ المنورہ میں مواخات کے ساتھ ہی حضور ﷺ نے وہاں کے یہودیوں سے بھی ایک معاہدہ فرمایا جس کے اہم نکات پر غور وفکر سے علم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو کس طرح اُن کی مذہبی آزادی، معاشرتی اور معاشی مساوی حیثیت سے بہرہ ور فرمایا۔

تھوڑے عرصے بعد جب یہودیوں نے محسوس کیا کہ مسلمان قوم ہر صورت اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کے درپے ہے اور وہ یہودیوں پر انحصار کرنے کے لیے تیار نہ ہیں اور نہ وہ اُن کے سیاسی آلۂ کار بننے کو تیار ہیں ایک اور اہم وجہ سودی کاروبار کے خلاف قرآن کے احکامات نے مہیا کردی کہ شریعتِ اسلامی کے احکام جن کا تعلق، معاشی، اخلاقی زندگی سے تھا وہ سراسر اُن کے مفادات سے ٹکراتے تھے۔ اوس وخزرج قبائل کا یثرب میں حضور ﷺ کی آمد کے بعد آپس میں میل ملاپ بھی اُن کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، وہ تو امریکہ کی طرف دیگر ممالک میں جنگ کروا کر ہر دو فریقین کو وسائل اور تیاری کے لیے سود پر سرمایہ فراہم کرتے تھے اور آج بھی امریکہ اور یورپ کے ذریعے یہودی یہ چال چل رہے ہیں۔ مزید مسلمانوں کا استحکام جو وہ آہستہ آہستہ حاصل کر رہے تھے انہیں ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور اُن کا یثرب اور اُن کی گڑھیوں سے (از خود بصورت مجبوری) انخلاء مسلمانوں سے اُن کی ازلی دشمنی کی وجہ بن گیا۔ جس پر اُن کی انگیخت پر عیسائی سینکڑوں سال سے اُن کے آلۂ کار کے طور پر صلیبی جنگوں اور اندرونی طور پر دینِ اسلام کی بنیادی فکر پر حملے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آج بھی اسرائیل ہی تمام دنیا خصوصاً مشرق وسطیٰ اور ایشیاء میں شر اور فساد کی بنیادی وجہ ہے۔ جہاں بھی دنیا میں مسلمانوں کو کسی تکلیف کا سامنا ہوگا جیسے مسئلہ فلسطین، کشمیر،

Marfat.com

لبنان ودیگر وہاں پر یہودی بلاواسطہ یا بالواسطہ مسلمانوں کے دشمن سے گٹھ جوڑ کرتے ہوئے اُس کے امدادی نظر آتے ہیں۔

قلم تو اللہ پاک نے انسان کو عطا فرمادیا اور ساتھ ہی اُس کے استعمال کرنے کی توفیق۔ کے ساتھ جذبات وخیالات کا لامحدود سلسلہ بھی تو اُسی ربّ علیم کا عطا کردہ خزانہ ہے اُن خیالات کو کاغذ پر اُتارنے کا فنِ عظیم بھی اُس ذات علیم وخبیر نے ہی عطا کیا ہے۔ حروف کو الفاظ اور پُرتاثیر جملوں میں ڈھالنے اور فقرے مرتب کرنے اور اُس سے ایک باربط تحریر کا نسخہ بھی اُس ربّ قدیر کا ہی انسان کو ایک نادر تحفہ ہے جسے وہ درست یا غلط طور پر استعمال کرنے کا جوابدہ ہے اور اُس تحریر سے مرتب شدہ نتائج کے لیے تا قیامت ہر دو صورتوں میں ذمہ دار رہے گا۔

بات کہاں سے شروع ہوئی اور کیا رُخ اختیار کرتی گئی اس میں میرے نہ کسی ارادے کو دخل ہے اور نہ ہی میں از خود ایسا کرنے پر قادر ہوں کیونکہ قادر مطلق اور اصل فاعل تو پاک پروردگار ربُّ العالیٰ کی ذات ہے۔ لہٰذا اب شروع کرتا ہوں عنوان کے مطابق اپنا اصل مدعا جب ایک اعلیٰ فقیر سے اس ادنیٰ دنیاوی فقیر نے ملاقات کی اور آپ کی درویشانہ صفات کو قاری تک پہنچانا مقصود ہے۔ سو عرس مبارک حضرت فقیر محمدؒ نوشاہی قادری کی تقریبات میں اپنے چچا کی معیت میں بدوملہی سے ملحقہ روضہ مبارک اور قبرستان جس کے ساتھ ہی ڈیرہ نوشاہیاں ہے، پہلی بار رونق افروز سید صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ 1975 کو گزرے ہوئے 38 سال کا عرصہ ہو چکا، مگر میرے کریم رب نے اپنی کرم نوازی سے یوں نقشہ ڈیرہ نوشاہیاں تازہ کر دیا ہے جیسے کسی فلم کی ریل چل رہی ہو اور میں اُسے دیکھ کر خداوند ذوالجلال والاکرام کی دی ہوئی توفیق سے قلم کو صرف کاغذ پر رکھتا ہوں تو تحریر از خود مرتب ہوتی محسوس ہوتی اور نظر آتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خرقہ پوشوں کا ایک

Marfat.com

ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔

جناب پیر سید علی احمد شاہ صاحب جو کئی ملاقاتوں کے بعد ایک مکمل درویش صفت انسان کے عملی نمونے کے طور پر سامنے آئے۔ اُس وقت حضرت فقیر محمد نوشاہیؒ کے عرس مبارک پر دولہا کے ساتھ اُس کے سربھالے کے طور پر پوری طرح بنے سنورے بیٹھے نظر آئے، کیونکہ شمع کے گرد لاتعداد پروانے منڈلا رہے تھے اس لیے باری آنے پر ہی خود سوختگی کا موقع ملتا تھا۔ ہمیں بھی شرف باریابی نصیب ہوا مگر صرف مصافحہ کی حد تک اور یوں شمع پر سوختگی کا خیال خام ہی رہ گیا۔ اُس کے بعد میری تعیناتی چند ماہ مزید بدوملہی میں رہی اور ہم نے لاہور کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ اس طرح مزید تفصیلی ملاقات کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ شاید ایک آدھ نامکمل ملاقات ہوئی اور یوں بندہ جوں کا توں ہی رہ گیا۔

عرصہ تقریباً 15 برس کے بعد اپنے چچا جانی بعد از ریٹائرمنٹ از نیشنل بینک آف پاکستان، بدوملہی برانچ لاہور یاترا کو نکلے تو اس بھولے بسرے بھتیجے کے ہاں بھی آوارد ہوئے اور حکم دیا کہ سید علی احمد شاہ صاحب کے پاس چلنا ہے۔ گاڑی میں بیٹھ کر منہ سمن آباد کی طرف کر دیا، ہم چند منٹوں میں اقبال ٹاؤن سے سمن آباد مین مارکیٹ کے ساتھ دہی بڑوں والی دکان سے چند قدم کے فاصلے پر قبلہ شاہ صاحب کے دولت خانہ کے سامنے حاضر تھے۔ جو بیک وقت دولت خانہ، مطب خانہ اور چڑیا خانہ کا منظر پیش کر رہا تھا اندر داخل ہونے پر مریدوں اور مریضوں کے ساتھ ساتھ برآمدے میں از قسم دیگر طوطے، چڑیاں، کبوتر اور دیگر پالتو جانوروں کے ساتھ ساتھ ایک قد آور السیشین نسل کا کتا بھی گھومتا پھرتا نظر آیا جو فقیر منش شاہ صاحب کے خدمتگار اور حفاظتی دستہ کا رکن معلوم ہوتا تھا۔ مرید ادویات کی تیاری میں مصروف نظر آئے، مرید اور مریض بیک وقت درویشِ کامل کے منتظر نظر آئے جو ملحقہ دو تین کمروں کے دولت خانہ میں فروکش تھے۔

Marfat.com

زیادہ تر لوگ زمین پر بچھی چٹائیوں پر بیٹھے تھے کہ پیر صاحب کے سامنے صوفہ یا کرسی پر بیٹھنا آداب کی خلاف ورزی ہے مگر ہم چونکہ نہ حضرت کے مرید تھے اور نہ ہی مریض اور ہمارے اندر بھی خاندانِ نوشاہیہ کا ورثہ کہیں کلبلا رہا تھا لہٰذا ایک کمرے میں موجود صوفہ پر براجمان ہوئے۔ چند لمحے بعد حضرت کمرہ میں تشریف لائے تو یوں محسوس ہوا کہ درویش قلندر دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے رب کی ذات میں گم، جسے نہ اپنے لباس کی درُستگی کا کوئی ہوش نہ ہی اردگرد بیٹھے لوگوں سے کوئی واسطہ ہو، دھوتی باندھے جس کا ایک کونہ اوپر دوسرا نیچے، ململ کی سفید قمیض بغیر بنیان پہنے جو ایک طرف سے نیچے ڈھلکی ہوئی اور دوسری طرف سے کندھے کے اوپر چڑھی ہوئی، قمیض کے بٹن بھی پوری طرح بند نہ تھے۔ یوں یہ نابغۂ عصر درویش چند مریدوں کو دواؤں کی تیاری کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پہلی ہی نظر میں آنکھ میں فقیری مستی کا رنگ کھل کر سامنے آیا۔ تو عین الفقر کا مطلب واضح ہوگیا۔ آپ نے بے ساختگی سے جو ایک درویش کا خاصہ ہے دریافت کیا مشتاق صاحب ''تسی کس طرحاں آ گئے او'' جس پر چچا جانی اور میں نے فوراً صوفے سے اُٹھتے ہوئے سلام عرض کیا۔ مصافحہ پر چچا جانی نے میرا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ ''شاہ جی! ایہہ جاوید اے، بدوملہی وچ فوڈ انسپکٹر رہیا اے، اَج تہانوں ملن نوں جی کردا سی میں اینہوں نال لے کے آیاں۔'' جس پر قبلہ حضرت صاحب نے اپنے کسی مرید کو دو بوتلیں لانے کے احکامات صادر فرمائے اور جس طرح شانِ بے نیازی سے آئے تھے اُسی طرح دوسرے کمرے سے ہوتے ہوئے دولت خانہ میں واپس چلے گئے۔ مجھے اپنا تفصیلی ملاقات کا خواب پھر ادھورا محسوس ہونے لگا۔

مگر جو ربِّ خبیر کے بندے دلوں کے بھیدوں سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں اور دلوں کی نیتوں کو جانتے ہیں وہ سخی اپنے در پر آئے ہوئے سوالیوں کو کبھی خالی واپس نہیں

Marfat.com

جانے دیتے اور بن مانگے جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ اس کا عملی نمونہ میں نے اس وقت صوفے پر بیٹھے بوتل پیتے ہوئے کیا۔ جاگتے ہوئے صوفے پر بیٹھے بیٹھے 15 منٹ کا وقت میری زندگی سے نکال کر قبلہ شاہ صاحب نے مجھ سوالی کو خانہ کعبہ کی عمارت کی یوں سیر کروائی کہ کعبہ شریف کی دیوار میں نے اتنے قریب سے دیکھی، کہ اُس پر آویزاں پتھروں میں جو درز پتھروں کے درمیان جوڑ کی جگہ خالی تھی اُس کو بھی بخوبی اور مکمل طور پر میرے سامنے رکھ دیا۔ تقریباً 15 منٹ بعد جب میرا رابطہ خانہ کعبہ کی عمارت سے جُڑا ہوا تھا تو جناب شاہ صاحب نے رابطہ منقطع کرنے کے لیے چچا جانی سے مخاطب ہو کر فرمایا ''مشتاق صاحب کس طرحاں آؤناں ہویا اے۔'' جس پر چچا جانی نے پھر میری آڑ لی اور بولے ''شاہ جی! ایہہ جاوید تہاڈے نال کلیاں گل کرنا چاہندا اے کچھ پچھنا چاہندا اے۔'' میں ابھی تک اُس روحانی واردات میں گم تھا، جو قبلہ شاہ صاحب کی پہلی خاص نظر نے روپذیر کروائی تھی، اور انسانوں کے روپ میں چھپے ہوئے خدائی طاقتیں رکھنے والے اخص الخواص کی وارداتوں پر حیرت زدہ تھا کہ قبلہ شاہ صاحب کا حکم برگوش سنائی دیا۔ ''آؤ جی جاوید صاحب تُہاڈی گل وکھریاں چل کے سنئے آں۔'' چچا جانی اور میں آپ کے پیچھے چل پڑے۔ آپ دو کمروں سے گزر کر نسبتاً ایک چھوٹے کمرے میں تشریف لے گئے جہاں ایک لوہے کے فریم کا دروازہ جس میں شیشے لگے تھے جس میں سے باہر رواں ٹریفک نظر آرہی تھی۔ آپ نے اُس کرسی پر تشریف رکھی جس کا رُخ دروازے کی طرف تھا اور ہمارے طرف دیکھے بغیر باہر دیکھتے ہوئے فرمانے لگے ''جاوید صاحب تُسی نقشبندیاں دی بیعت کیتی اے؟'' جس پر میں نے بہ زبان اقرار کیا۔ آپ نے دریافت کیا ''تہاڈے پیراں نے تہانوں نفی اثبات دا سبق کروا دِتا اے۔'' میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ گویا ہوئے ''ایہہ سارا کم تے ایتھوں ای چلدا اے، ساڈھے سلسلے وِچ تے بیعت مگروں سب توں پہلاں ایہوای سبق دتا جاندا اے۔''

Marfat.com

جس پر میں خاموش رہا۔ آپ نے مسلسل باہر ٹریفک کو دیکھتے ہوئے فرمایا ''جاوید صاحب! تہانوں ہُن تک تن مجذوب ملے نیں، اِہنا کولوں بچ کے رہیا کرو، ایہہ بندے نوں اپنے جیہا کر دیندے نیں، تے آیندہ مجذوباں کولوں پراں ایہہ رہیا کرو۔'' میں آپ کے اس انداز بے نیازانہ گفتگو پر سوچ رہا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سرکار کے سامنے میری زندگی کی فلم چل رہی ہے اور وہ اس میں سے اپنے من پسند واقعات بیان کر رہے ہیں۔ میری کیفیت گومگو کی سی تھی اور یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ زندگی میں مجھے کون سے تین ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جو مجذوب تھے۔ ابھی میں یاد کرنے میں مصروف تھا کہ قبلہ نے میری ذہنی سوچ کو پڑھتے ہوئے فرمایا ''یاد نئیں آوندے تے میں ناں دساں۔'' جس پر فوراً مجھے بابا بشیر صاحب کوٹ رادھا کشن والے یاد آ گئے جو عملاً، فعلاً، قولاً ایک مکمل مجذوب نظر آئے تھے۔ باقی دو کسی اور روپ میں ملے ہوں گے جو مجھے یاد نہ رہا تھا مگر میں نے اثبات میں سر ہلا دیا کہ کہیں حضرت مجذوبوں کے نام نہ گنوانا شروع کر دیں۔ پھر آپ نے فرمایا ''میں تہاڈی کیہہ خدمت کر سکناں؟'' میں نے اپنی اس معاملہ میں نالائقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جناب میرے پیر صاحب کے بیعت کرنے اور سبق دینے میں تو کوئی کسر نہ ہے یہ میری ہی غفلت اور کوتاہی کا ہے کہ میں حضرت کرمانوالہ شریف کے عطا کردہ وظائف کی بروقت ادائیگی میں پورا نہیں اُتر سکا، لہٰذا آپ بھی میری راہنمائی فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: ''جاوید صاحب اسیں تے اپنے وڈھیاں دی قبراں دی مٹی پئے وچنیاں آں، محنتاں اونہاں کیتیاں، کھانے اسی آں پئے۔ تہاڈے بزرگ ہاشم شاہ کول وی نوشاہیاں دا بڑا وڈھا خزانہ اے اوتھے دربار تے حاضری دیا کرو۔'' پھر چند لمحے توقف کے بعد فرمانے لگے ''اتھے آئے او تے ہن تہانوں کجھ دسنیں آں۔'' آپ نے فرمایا ''جاوید صاحب! سب تو پہلاں ایہہ کم کرنا پئی فجر دی نماز تو پہلاں وضو کر کے مصلے تے بہہ کے اپنے سارے بدنی

Marfat.com

سوراخ بند کر لینا جیہڑے 9 بند دے نیں۔ دو اکھاں، دو کن، دو راہ نک دے، اک منہ تے دو رستے تھلے والے، تے معتقد دے منہ اگے کھبے پیر دی اڈی جوڑ دینا تے فیر رب دے صفاتی ناواں چوں کسے ناں دا تصور اُس ناں دا مطلب سمجھ کر کرنا تے ہولی ہولی روز بیٹھن دا وقت ودھائی جاناں، فیر رب دے صفاتی ناواں دا جلوہ ویکھ کے میرے کول آوناں تے اگے گل چلاواں گے۔" نہ میں نے آپ سے بیعت کی بابت سوال کیا نہ آپ نے اس سلسلہ میں از خود کوئی بات کی کیونکہ جس کے سامنے میری زندگی کی مکمل تفصیلات موجود تھیں اُس عظیم بزرگ سے ایسا سوال کرنا درست معلوم نہ ہوتا تھا اور یہ کہ بندہ تو پہلے ہی بیعت تھا۔ اجازت لینے پر آپ نے فرمایا" جاوید صاحب! اسی تہانوں راہ دِتا اِے، ہن عمل کرنا تہاڈا کم اے۔" اور یوں چچا جانی اور میں حضرت سے اجازت لے کر واپس چلے آئے۔

میری رائے میں وہ شخص بدنصیب ہی ہوگا جو اس حکم پر عمل نہ کر سکے، اور عرصہ دراز تک دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکے، مگر تقدیر میں لکھی انہونی باتوں کو جہاں میرا مقدرِ روحانی میرا حصہ موجود تھا میں کسی اور جگہ اپنی کوشش سے کیسے بدل سکتا تھا۔ اس امر کا انکشاف کہ حضرت کے حکم کی اس بندہ ناقص و عاجز سے تعمیل کیوں نہ ہو سکی کا علم 1997 میں اُس وقت ہوا جب میرے روحانی امانت داروں نے بذریعہ چچا جانی شیخوپورہ ضلع کے ملحقہ موضع میں طلب کر لیا اور بعد از بیعت میرا مقصوم روحانی بغیر کسی محنت اور مشقت کے دنیا کے کام کرتے ہوئے بچوں کو پالتے ہوئے سرکاری نوکری کرتے ہوئے میری جھولی میں ڈال دیا جس کی تفصیل علیحدہ باب میں درج کی جائے گی۔

حضرت احمد علی شاہ صاحب سے میری آخری ملاقات غالباً 2003 یا 2004 میں ہوئی جب بندہ نے اپنے اجداد سید ہاشم شاہؒ نوشاہی قادری کی فارسی تصنیف "چہار بہار" کے اُردو ترجمہ جو سید شرافت علیؒ نوشاہی قادری جو حضرت پیر نوشہؒ گنج بخش کے اہل بیت میں

Marfat.com

سے تھے نے خانہ فرہنگ ایران کی مدد سے عرصہ دراز قبل شائع کی تھی، جواَب تقریباً نایاب تھی کو دوبارہ سید ہاشم شاہؒ کی اولاد ہونے کے ناطے شائع کیا۔ ایک روز خیال پیدا ہوا کہ کتاب مذکور کا ایک نسخہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے کہ آپ فقر کے اُس مقام پر فائز ہیں جہاں تمام دنیاوی رفعتیں مل کر بھی پہنچنا چاہیں تو نہ پہنچ سکیں۔ کیونکہ آقائے نامدار حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''انا فقر فخر منی۔'' میرا فقر میرے لئے باعث فخر ہے۔ فقراء کی منزل کا پتہ دیتا ہے۔ جب معلومات کیں تو پتہ چلا قبلہ سمن آباد کی رہائش چھوڑ کر جوہر ٹاؤن منتقل ہو چکے ہیں۔ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے چنانچہ چند روز بعد جوہر ٹاؤن میں واقع دولت خانہ، مطب خانہ اور چڑیا خانہ میں حاضر ہونے کی توفیق ہوئی جسے ڈھونڈنے میں میرے بیٹے فہد جاوید کی تلاش رنگ لائی۔ حاضری پر حضرت نے نہایت شفقت اور محبت فرمائی اور کتاب کی جلد پیش کرنے پر خوشی کے تاثرات آپ کے چہرہ پُرانوار پر پھیل گئے جس سے آپ کی مقرر اشاعت کتاب پر حقیقی مسرت کا اظہار عیاں ہو رہا تھا۔ اس ملاقات میں حضرت نے قبل ازیں ملاقات میں دیئے گئے سبق کی بابت دریافت نہ کر کے اور حال بیعت کے بارے میں نہ پوچھ کر بندہ کو شرمندگی سے بچاتے ہوئے، اسمائے ربانی کی صفت ستار العیوب کے ظاہری پرتو ہونے کا ثبوت دے دیا۔ اور ہم حضرت کے وصال کی وجہ سے آئندہ کسی یادگار ملاقات سے محروم ہو گئے۔ آج کل جوہر ٹاؤن میں آپ کے صاحبزادے قبلہ عالی شاہ سرکار مریدوں اور مریضوں کی تسلی و تشفی فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موجودہ سجادہ کو روحانی اور دنیاوی ترقیوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔ گو اس فقیر کی یہ دعا عالی سرکار کے کسی کام کی نہیں مگر میں نے تو سید علی احمد شاہ صاحب کے درجہ فقر اور رتبہ کو سلام پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ وہاں بھی اس حقیر نعلین فقیر کو یاد رکھیں اور دعا گو رہیں۔ وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

حضرت بابا بشیرؒ صاحب

خدائے ذوالجلال والاکرم ہی یقیناً صرف علیم ذات ہے جو ازل سے پہلے اور ابد کے بعد کی چیزوں کا مکمل علم تو رکھتا ہی ہے مگر وہ کائنات کے تمام رازوں کا خبیر بھی ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام حقائق سے باخبر ہے۔ وہ تو انسانوں کی نیتوں سے بھی باخبر ہے۔ ازل سے پہلے اور ابد کے بعد کا علم اور خبر بھی رکھتا ہے۔ اس کی ذاتِ پاک کے علاوہ سب کو فنا ہے۔ انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی زندگی کے تمام فیصلے اور اُس کی موت کا وقت بھی مقرر کر دیا جاتا ہے اور جو کام جس انسان کے لیے مقدر کر دیئے جاتے ہیں اُس کے لیے اسباب پیدا فرما دیئے جاتے ہیں اور عقل سلیم بھی عطا فرما دی جاتی ہے کہ وہ اچھائی اور برائی اور ایمان اور کفر میں تمیز کرتے ہوئے جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ اُن اسباب کو اُس مُسبّبُ الاسباب نے انسان کی طرف ودیعت فرما دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ''لیس الانسان الاما سعی '' کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ سعی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا نیکی کی طرف کوشش کرنے کا انجام اچھائی اور برائی کی طرف کوشش کا انجام خرابی اور برائی پر منتج ہوتا ہے۔ مگر انسان کو اس کی عقل سلیم کو استعمال کرتے ہوئے اُن مہیا کردہ اسباب کے ذریعے کی گئی کوشش یا محنت کا ہی جوابدہ ہونا ہے۔ انسانی جبلت میں تمام اوصاف ودیعت کر کے ہی، اُسے اچھائی اور برائی کی تمیز دے کر ہی، اُس کی گزاری ہوئی زندگی کے اعمال کی جوابدہی قرین انصاف اور عادل بادشاہ کو زیب دیتا ہے۔

Marfat.com

زندگی کے گزرے ہوئے لمحات پر اگر کوئی انسان فکر و تدبر کرے تو اللہ پاک کی دی ہوئی توفیق سے اہم واقعات میں تقدیر اور تدبیر کا بین بین چلنا، تقدیر کی فتح اور اپنی تدبیروں کی ناکامیوں پر گو وقتی طور پر انسان سیخ پا ہوتا ہے مگر بعد ازاں اُسے پتہ چل ہی جاتا ہے کہ خداوند قدوس کی تقدیر میں کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یوں تقدیر کو تو ہر صورت میں چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے قبول کرنا ہی پڑتا ہے مگر جو لوگ رب کی رضا میں راضی ہو گئے، وہ مقام رضا پر فائز کر دیئے گئے۔ میں نے چند سال قبل اپنے دادا حضور سے پوچھا کہ آپ کی درازی عمر صحت اور اطمینان قلب کا کیا راز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا "پتر جی! ساڈھے وچ تے تہاڈے وچ جیہڑا فرق اے اوہ دس دیناں تے فیر آپئی حساب لا لینا۔" فرمایا "اسی رب دے حکم دی تعمیل کر دیاں ہویاں کوئی وی کم اپنی پوری کوشش نال کرنیں آں تے نال ایہہ دعا کرنے آں پئی ربا جے تیری رضا ایدھے وچ شامل اے تے میرے لئی ایس کم دا نتیجہ چنگا تے، جس طرح میں چاہناں اوس طراں ہو جائے' تے جے ایہہ کم میرے لئی بہتر نئیں تے فیر جس طرح توں چاہنا ایں تے راضی ایں ایس کوشش دا نتیجہ اُس طرحاں کڈ دئیں تے فیر اللہ دے سپرد کر دینے آں، تے ناکامی دی صورت وِچ اوہنوں اللہ دی لکھی تقدیر تے اوہدی رضا سمجھ کے اُوہدے نہ ہون تے وی اوہدا شکر ادا کرنے آں، تے پتر جی تُسی کوشش دے نتیجے وچ کم نہ ہون دی صورت وچ اپنی انا دا مسئلہ بنا لیندے او، تے فیر بے سکونی تے اودی وجہ نال دماغی انتشار دا شکار ہو کے اپئی بیماریاں نوں دعوت دیندے او، جے رب دی رضا تے تقدیر دے لکھے نوں من لوو تے فیر اطمینان قلب دی وجہ نال صحت تے درازی عمر رب ولوں دِتی جاندی اے۔"

چند برس قبل میری بیگم کے انتقال پر جب میرے مرشد پاک نے فرمایا کہ "جاوید صاحب اوہناں دے ٹُر جان وِچ اوہناں دی بہتری سی تے تہاڈی وِی بہتری سی اس لئی

Marfat.com

زیادہ فکرمندی نئیں کرنیں، رب دی ایہوای مرضی تے رضا سی۔" آج جب پیرومرشد کی فرمائی ہوئی بات پر غور کرتا ہوں تو پوری سمجھ آتی ہے کہ جانے والی تو جس تکلیف میں بتلا تھی اُس سے نجات پا گئی اور میں کتنا عرصہ اُس کی تکلیف اور اذیت کو برداشت کرتے ہوئے اُس کی اولاد کے ساتھ اُس کی خدمت کر سکتا تھا؟ لہٰذا خداوند قدوس نے اس کا اور میرا پیمانہ صبر لبریز ہونے سے پہلے ہی اُسے دنیائے فانی سے واپسی کا راستہ دے دیا۔ یوں مرنے والے کیلئے موت بھی ایک قسم کی رحمت ہے کہ وہ دنیاوی، جسمانی تکالیف سے چھٹکارا پا کر زحمت سے نکل کر اُس ذات پاک کی رحمت کے سایہ میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ ہونی ہے جو سب کے ساتھ آدم کی تخلیق کے بعد سے تاقیامت ہوتی رہے گی۔ اور کوئی اس سے مبرا نہیں ہے۔ کیونکہ بقولِ درویش "آدم کی مٹی سے تخلیق کے بعد جب امرِ ربی (روح) کو جسمِ خاکی میں ورود کیا گیا تو روح نے اندر داخل ہوتے ہی شور مچا دیا کہ اندر بہت اندھیرا ہے، کیونکہ نور اور خاک کے خمیر میں فرق ہے۔" (درویش نے کہا کہ) "اُس وقت دو وعدے ربِّ لم یزل نے جسم خاکی میں داخل کی گئی روح سے کیے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ تمہیں وہاں مستقل قیام نہیں کرنا ہے اور یہ کہ مقرر مدت گزرنے کے بعد تمہیں واپس بلا لیا جائے گا اور اِس اندھیرے گھر سے نکال لیا جائے گا۔ اس وعدے پر امر ربی (روح) راضی ہوگئی۔ جبکہ دوسرا وعدہ یہ ہوا کہ اے امر ربی روح اگر اندھیرے گھر میں زیادہ تنہائی اور گھبراہٹ محسوس ہو تو مجھے جو تیرا مالک اور خالق ہوں کثرت سے یاد کرنا تو پھر میں بھی تیرے پاس ہی آجاؤں گا اور تیری گھبراہٹ اور تنہائی ختم کر دوں گا۔"

حضرت علی المرتضیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد کہ "میں نے اپنے ارادوں کی ناکامی سے اپنے رب کو پہچانا۔" عقل سلیم کے لیے وہ چراغ راہ ہے جس کی روشنی میں تقدیر اور تدبیر کا فیصلہ صاف اور واضح ہو جاتا ہے، کہ کسی کام کے تمام ظاہری اسباب موجود ہوتے ہیں اور

Marfat.com

بظاہر کوئی وجہ ناکامی کی نظر نہیں آتی مگر کام میں ناکامی ہوتی ہے۔ جو خدائے لم یزل کی ذات کی بین نشاندہی کرتی ہے کہ ظاہری اسباب کے علاوہ بھی کوئی ایسی ہستی موجود ہے جس کی مرضی اور منشاء اور حکم کے بغیر کوئی کام انسان کی حسب منشاء نتائج پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ جب ذاتِ پاک علیم وخبیر کو کوئی کام ہمارے حسب منشاء کروانا مقصود ہوتا ہے تو اسباب ازخود پیدا فرما دیتا ہے۔ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور کام حسب منشاء نتائج کے ساتھ خدا کی طرف سے مقررہ وقت پر انجام پا جاتا ہے۔ حضرتِ انسان کام نہ ہونے پر تقدیر کو ذمہ دار گردانتے ہیں اور کام ہونے کی صورت میں اپنی قابلیتوں اور بروقت اقدام اور کوششوں کا نتیجہ قرار دیتا ہے جو قطعی طور پر نامعقول رویہ ہے۔

میری رائے میں صرف انسان اگر قرآنی احکام کی روشنی میں اپنے اردگرد آنکھ کھلی رکھے تاریخ اور گزرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کرتا رہے اور قرآن پاک میں تفکر اور تدبر کی عادت اپنائے تو تمام پوشیدہ خدائی حکمتیں اُس پر خدا کی دی ہوئی توفیق سے روزِ روشن کی طرف واضح ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر صرف حیوان ناطق کی طرح کی زندگی ہو جو عقل سلیم کی خدائی عطا کردہ فراست اور تفکر وتدبر سے خالی ہو اور کوئی مثبت کوشش نہ کی جائے تو پھر صرف جانوروں کی طرح پیدا ہونا جوان اور طاقتور ہونا، جسمانی حظ اُٹھانا، بچے پیدا کرنا اور انہیں بھی اپنی طرح کا جانور بنانا جنہیں کھانے اور مزے ہی کرنا ہوں اور زندگی جو عطائے ربّ کریم ہے، کھیل تماشہ بنا کر گزار دینا ہو، قیامت کے روز جوابدہی کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی اعمال کو صالحہ کرنے کی کوشش نہ کرنا کیا قرین انصاف ہے۔ ایسی زندگی گزار کر ہم پھر بھی اُس کے کرم اور رحمت کے امیدوار ہونے کے دعوے دار ہوں۔ قرین انصاف تو یہی ہے جیسا عمل ویسا ہی اُس کا ردعمل سزا مگر وہ تو ربّ کریم ہے۔ اللہ پاک کو اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار ہے۔ جس کے ننانوے صفاتی اسمائے مبارکہ میری

Marfat.com

رائے میں صرف ''یامنتقم'' کا اسم پاک ہی گرفت اور بدلے سزا کی نشاندہی کرتا ہے دیگر تمام اسمائے پاک کسی نہ کسی صورت رحیم، کریم، رحمن کا ہی تاثر مرتب کرتے ہیں۔ اگر رب ذوالجلال نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کا وعدہ کر ہی لیا ہے جو ''رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ'' کے علاوہ کسی بات پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں ہونگے۔ پھر ہمیں بھی ربّ کریم کے احکامات جو اُس نے اپنے پیارے محبوب کی زبان پاک سے بصورت قرآن پاک ہم تک پہنچا دیے ہیں، اُن کو پڑھنا، سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا اور حدیث شریف اور سنت مبارکہ کی روح کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے جو ہمارے لیے باعث نجات اور ہمارے آقا و مرشدی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث مسرت ہو گا جس کے باعث وہ دوسرے انبیائے کرام پر فخر محسوس کر سکیں گے۔ تو ہم کیوں وہ راستہ اختیار نہیں کرتے جو ہمارے آقا و مولا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث مسرت اور باعث فخر ثابت ہو، حالانکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے لیے اور اُس کی بخشش کے لیے تمام عمر کس قدر بیقرار رہے ہیں۔ خداوند قدوس جملہ مسلمانان کو اپنے پیارے حبیب کے صدقے مُتّقین کی صف میں شامل ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ہدایت کے چشمے مُتّقین کے لیے ازل سے ابد تک اُبلتے ہی رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ اُس کے محبوب اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا راستہ، وسیلہ اور دامن تھامیں ایاك نعبدو ایاك نستعین کے ساتھ صراط الذین انعمت علیھم کی رٹ بھی لگائی جائے تو تب ہی غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کا سے چھٹکارا حاصل ہو گا۔ آمین ثم آمین!

اپنے ایک گوشۂ حیات کے ایک پہلو سے پردہ سرکانا مقصود تھا مگر وہ ربُّ الاعلیٰ جس نے قلم کو پیدا فرمایا اور پھر اُسے اس عاجز اور فقیر بندے کے ہاتھ میں تھما کر چلنے کا حکم بھی خود ہی عطا فرمایا، نے جو چاہا وہ ضبطِ تحریر میں آتا چلا گیا اور جو نہ چاہا وہ باوجود کوشش کے

Marfat.com

ضبط میں نہ آسکا۔ ایک اور محرمِ راز سے اپنی ملاقات اور حاضری کا شرف کچھ ایسے ہے کہ غالباً 83-1982 میں جب بطور راشننگ انسپکٹر تعیناتی تھی تب اپنے ایک ڈپو ہولڈر (ریلوے) ملک اکرم صاحب سے جو پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، سے تصوف کے سلسلہ دراز کے بارے میں ذکر چھیڑا، تو انہوں نے دعوت دی کہ میں اُن کے ساتھ اُن کے مرشدی بابا بشیر صاحب کے پاس شرفِ ملاقات کے لیے چلوں۔ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ملک صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر صحیح تشخیص کر دی ہو اور میں تو پہلے ہی ایسے موقعوں کے انتظار میں رہتا تھا فوراً حامی بھر لی اور یوں طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم دونوں کوٹ رادھا کشن جانے کے لیے ریلوے اسٹیشن لاہور پر آ ملے۔

مثل مشہور ہے کہ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے سو ہم بھی جلد از جلد کوٹ رادھا کشن پہنچ کر حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے۔ گاڑی رائے ونڈ اسٹیشن پر رُکی تو اگلا اسٹاپ ہماری منزل مقصود تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن کوٹ رادھا کشن پر اُتر گئے، ملک اکرم صاحب کی رہنمائی میں پیدل گلیوں سے گزرتے ہوئے آخر وہ مقام آ گیا جو ہماری منزل تھی۔ گلی میں پرانی طرز کا گھر تھا جس کے باہر کے کمرے میں لوہے کی سلاخوں سے مزین کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں۔ ڈیوڑھی سے گزر کر صحن میں داخل ہوئے تو کافی سارے لوگ صحن میں بیٹھے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد کا وقت تھا، میری حیرانی میں جس چیز نے اضافہ کیا وہ گھر کے اندر صحن کے دوسرے کنارے پر بنی ہوئی ایک کچی قبر تھی۔ میں نے آج تک کسی گھر کے اندر قبر نہ دیکھی تھی، لوگ صحن میں اور قبر کے ارد گرد موجود تھے۔ میں نے اپنی حیرانی کو چھپاتے ہوئے آخر کار ملک صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ ملک صاحب یہ قبر کس کی ہے؟ اور گھر میں کیوں بنائی گئی ہے؟ جس پر ملک صاحب نے بتایا کہ یہ قبر بابا بشیر صاحب کی والدہ ماجدہ کی ہے اور آپ نے ہی گھر میں والدہ کی قبر بنوائی ہے۔

Marfat.com

میرے لیے یہ ایک نئی بات تھی مگر مزید سوال جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ بابا بشیر صاحب اس وقت صحن میں موجود نہ تھے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ چھت پر اپنے حجرہ میں موجود ہیں اور جب جی چاہے گا نیچے آئیں گے، دل بے قرار تھا کہ آپ جلد تشریف لے آئیں۔ حجرہ کا دروازہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کھلا جس کا رُخ صحن کی طرف اُترتی سیڑھیوں کی جانب تھا اور باباجی نمودار ہوئے۔ اُن کی حالت عمومی پیروں سے بالکل مختلف تھی نہ آگے کوئی مرید نہ پیچھے اور تن پر صرف ستر پوشی کے لیے ایک دھوتی باندھ رکھی تھی۔ بال لٹوں کی شکل اختیار کیے ہوئے تھے جو کندھوں سے ذرا طویل تھے۔ آنکھیں دہکتے ہوئے انگارے کی طرح اور سب سے اہم بات جو آپ کی ذات میں میں نے فوری طور پر دیکھی وہ اُن کی شانِ بے نیازی تھی جیسے وہ اپنی ہی ذات میں گم ہوں۔ وہ صحن میں تشریف لائے اور آ کر قبر کی پائنتی کی طرف بیٹھ گئے۔ سب موجود لوگوں پر ایک اُچٹتی ہوئی نظر ڈال کر زمین پر بچھی ہوئی صف پر تشریف فرما ہو گئے۔ اُن کی ظاہری وضع قطع اور بے نیازی سے میں نے اندازہ کیا کہ آپ قلندری سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ چند لمحے وقفہ کے بعد آپ ملک اکرم سے گویا ہوئے اور رُخ میری طرف کر کے فرمانے لگے ''اخیر توں اہنوں ایتھے لیاون وچ کامیاب ہو اِی گیا ایں۔'' ''ملکا تینوں نہیں پتہ توں اَج کینوں نال لیایا ایں۔'' اور پھر وقفوں وقفوں سے اتنی بات دھراتے رہے: ''تینوں نہیں پتہ مینوں پتہ ای۔'' میں آپ کی اس بار بار ایک ہی بات کی تکرار سے کچھ خوفزدہ بھی ہوا مگر آپ کی اس بات پر غور بھی کرتا رہا، تو جو بات اُس وقت میری سمجھ میں آئی وہ یہی تھی کہ اولیائے کرام کو تو موجودہ صورتِ حال کے علاوہ آنے والے وقت کا بھی ادراک ہوتا ہے۔ پھر دوسرا خیال اپنے خاندان اور جدِ اعلیٰ سرکار غوث پاک اعظمؒ کی طرف رجوع ہوا کہ حضرت کو میرے نسبی و حسبی تمام امور کا مکاشفہ کے ذریعے علم ہے۔ اس لیے یہ بار بار اس بات پر تکرار کر رہے ہیں۔ ایک دو دفعہ ایسا بھی فرمایا: ''ملکا

Marfat.com

ایہہ موتی کتھوں لب کے لیائیں۔'' میں کہ اپنے اعمال سے اور اپنی حیثیت سے واقف تھا اُن کی یہ بات بار بار سن کر شرمندگی سی محسوس کرنے لگا کہ آپ میری موجودہ صورتِ حال کو جانتے ہوئے بھی صرف میرے نسب کی طرف توجہ فرما رہے ہیں۔ یہ مجھ سے متعلقہ نہ ہے بلکہ میرے نسب کو دیکھتے ہوئے اس بات کی تکرار کی جا رہی ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ہو گیا مگر نماز کے لیے کوئی اہتمام نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بابا جی نے فرمایا ''لنگر تیار ہو گیا تے لیاؤ۔'' اُن کے سامنے بڑی پرات میں ڈال کر مرغ بریانی رکھ دی گئی، آپ نے پلیٹ پکڑ کر بوٹیاں چن چن کر پلیٹ بھری اور سب سے پہلے اُٹھا کر میرے آگے رکھ دی اور فرمانے لگے ''باؤ جی کھاؤ۔'' میں کیونکہ معدہ کا مریض تھا اور تقریباً ایک سال قبل ہی میرا اپنڈکس کا اپریشن ہوا تھا اس لیے عرض کیا ''حضور لنگر زیادہ ہے۔'' آپ نے اپنی نیم وا آنکھوں کو کھول کر میری طرف دیکھا اور مجھے اپنے بدن میں آگ لگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں نے فوراً نظریں نیچی کر لیں اور پلیٹ اپنے سامنے رکھ کر لنگر کھانا شروع کر دیا۔ باقی تمام مہمانوں کے لیے آپ نے اپنے کسی مرید کو کہا اب تم لوگوں کو تقسیم کر دو۔

یوں میں وہ واحد خوش نصیب تھا جسے آپ نے اپنے ہاتھ سے لنگر پلیٹ میں ڈال کر دیا، میرے لنگر زیادہ ہونے کی عرض پر مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں زبردست ڈانٹ پلائی۔ لنگر کی تقسیم اور کھانے کے دوران کسی شخص کی کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ لنگر کھانے کے بعد بھی لوگ ساکت بغیر کسی آواز بغیر کسی سوال جواب کے ہاتھ باندھے بیٹھے تھے۔ اور قلندری شیر درمیان میں بیٹھا کبھی کبھی بھرپور اور معنی خیز نظروں سے مہمانوں کو دیکھ لیتا تھا۔

مغرب کی اذان کے بعد بھی نماز کی ادائیگی کا کوئی اہتمام نظر نہ آیا۔ ملک صاحب

Marfat.com

کیونکہ ریل گاڑیوں کی لاہور روانگی کے اوقات سے آگاہ تھے اس لئے اُنہوں نے باباجی سے اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ اجازت ملنے پر باہر چلے گئے۔ میں اجازت کے لیے ہمت جمع کر رہا تھا مگر ناکامی ہو رہی تھی۔ ملک صاحب گلی میں سلاخوں والی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار مجھے اشارے کر رہے تھے اور کبھی اپنے بازو پر بندھی گھڑی دکھاتے تھے جس سے میں اُن کا مطلب سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے اجازت طلب کر کے آنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ آخر ہمت کر کے میں نے بھی گھٹنے سے گھٹنے ملائے اور باباجی حضور سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ''تُسی تے اج نئیں جاناں میرے کول رہنا اے۔'' جس پر میں نے خاموشی اختیار کی مگر ملک صاحب گلی میں بدستور مسلسل یاددہانی کروا رہے تھے۔ دوبارہ اجازت طلب کرنے پر آپ نے فرمایا: ''گڈی کنے وجے جانی اے'' میں نے بتایا کہ 8:30 بجے۔ جس پر بادل نخواستہ اجازت مرحمت فرماتے ہوئے فرمایا ''گڈی آئے گی تے جاؤں گے ناں۔'' اور میں باہر گلی میں آ گیا۔ ملک صاحب نے پوچھا کہ اجازت لینے میں اتنی دیر لگا دی۔ میں نے انہیں بتایا کہ باباجی نے کہا تھا کہ تم نے آج میرے پاس رہنا ہے، بڑی مشکل سے اجازت ملی ہے۔ جس پر ملک صاحب نے کہا کہ آج تک باباجی نے میرے علم کے مطابق کسی کو رات رُکنے کے لیے نہیں کہا اور اگر وہ مجھے حکم کرتے تو میں ضرور اُن کے پاس رات قیام کرتا۔

ایک عرصہ بعد جب پیر سید علی احمد شاہ صاحب سے حاضری میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ مجذوبوں سے زیادہ ملاقات نہ کیا کرو تو مجھے فوراً باباجی بشیر صاحب کی یاد آ گئی کہ آپ کبھی مجذوبانہ رنگ بھی اختیار فرما لیتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

حجِ مبرورک

1989 میں بندہ کی عمر 42 برس ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا اور یوں حج کرنے کا ارادہ باندھا۔ انعام الحق سے جو اُن دِنوں سعودیہ میں ملازم تھا سے ذکر کیا تو اس نے قرعہ اندازی میں درخواست کی بجائے وہاں سے رقم ارسال کرنے کا وعدہ کیا اور یوں میں نے اور میری خوشدامن انعام الحق کی والدہ نے تیاری شروع کر دی۔ والدہ محترمہ اور دادا حضور سے اجازت طلب کی دادا حضور نے چچا مختار احمد سے اس سلسلہ میں ذکر کیا تو انہوں نے بھی جانے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر دادا حضور نے مجھے انہیں بھی ساتھ لے جانے کا کہا لہٰذا فی کس -/32000 روپے کے حساب سے رقم سعودی عرب سے پاکستانی بینک میں ٹرانسفر ہوگئی۔

ماہ جون 1989 میں لاہور سے بذریعہ ریل کار سفر کر کے اسلام آباد پہنچے۔ ریلوے سٹیشن پر روانگی کے وقت عزیز و اقارب کا منظر دیدنی تھا۔ اسلام آباد چچا ڈاکٹر بشیر الحق موجود تھے جو ہمیں مری روڈ پر اپنی کوٹھی میں لے گئے۔ دوسرے روز ہم نے حج کیمپ میں رپورٹ کر دی اور تیسرے روز 8 بجے رات ہماری فلائٹ جدہ کے لئے روانہ ہوگئی۔ احرام باندھے حاجی حضرات جہازوں میں بھر کر جدہ پہنچائے جا رہے تھے۔ فلائٹ کے دوران جب جہاز بلندی پر پہنچ گیا تو میری خوشدامن نے انتہائی سادگی سے مجھے پوچھا کہ: ''جاوید جہاز کھلو گیا اے۔'' اور میں پرانے بزرگوں کی سادگی پر مسکرا کر رہ گیا اور انہیں بتایا کہ نہیں چل رہا ہے۔ 4/5 گھنٹے کی فلائٹ کے بعد جدہ ائرپورٹ پر حجاج کرام کو اُتار دیا گیا اور سامان کی پڑتال اور انجکشن لگانے کے لیے عورتوں اور مردوں کو علیحدہ قطاروں میں

Marfat.com

کھڑا کر دیا گیا۔ 3/2 گھنٹے کی تھکا دینے والی اس صبر آزما مشق کے بعد ائرپورٹ سے باہر نکلے تو خان کو اپنا منتظر پایا جسے انعام الحق نے ہماری راہنمائی کے لیے بھجوایا تھا۔ خان نے ہماری بس اور ہمارے گروپ نمبر کو تلاش کر کے بس پر سوار کروا دیا۔ صبح نماز فجر سے قبل بس جدہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوگئی۔ ہم سب گروپ والے اپنے گروپ لیڈر کو اسلام آباد روانگی سے قبل تلاش کر رہے تھے۔ مگر نا معلوم وہ کون صاحب تھے جو ہمیں مل ہی نہ رہے تھے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ کے دوران سفر چیک پوسٹ پر پاسپورٹ، دیگر دستاویزات کی پڑتال کی گئی اور پَو پھٹنے کے قریب مکہ کی پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں سے خانۂ خدا کی پہلی زیارت نصیب ہوئی تو دعایوں کی ''اے اللہ تو پاک اور عظمت والا ہے اور تو ہی وحدہٗ لاشریک ہے اور تمام حمد و ثنا اور پاک تعریفیں تیری ہی ہیں اور تمام ملک تیرا ہے اور تیرا کوئی شریک نہ ہے اور یہ کہ اپنے اس گھر کی زیارت کے صدقے میری دُعاؤں کو زندگی بھر قبول فرمانا۔'' آمین!

مکہ مکرمہ میں مقررہ رہائش پر اُتر کر سامان کمروں میں رکھوا دیا اور طوافِ زیارت کے لیے حرم شریف میں حاضر ہو گئے۔ یکم ذی الحج کا دن تھا اور حجاج کرام کا رش تھا سات چکروں کی سات دعاؤں کی کتاب نکالی اور نزدیک کی عینک لگا کر ہر چکر کی دعا پڑھنا شروع کی تو پہلے ہی چکر میں افریقی حجاج نے ایسا دھکا دیا کہ کتاب اور عینک دونوں ہم سے علیحدہ ہو گئے اور باقی چھ چکروں میں ہم نے کلمہ تمجید ہی کا ورد کرنے پر اکتفا کیا۔ ہمارے گروپ میں شامل PPP کی طرف سے مفت حج کی سہولت سے لطف اندوز ہونے والے ایک صاحب نے طواف زیارت کے بعد مجھے گھیر لیا اور گویا ہوئے: ''مجھے اللہ میاں کی مسجد دکھاؤ'' میں اُن کے سوال پر ٹپٹایا اور خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہی اللہ کا گھر ہے اور حرم پاک ہے مگر وہ بضد رہے کہ نہیں جیسے لاہور میں مسجدیں ہیں مجھے ویسی اللہ میاں کی مسجد دکھاؤ

Marfat.com

وہ سمجھانے کے باوجود سمجھنے سے قاصر تھے۔ شاید اُن کے ذہن میں اللہ میاں کی بھی کوئی خاص مسجد ہوگی جہاں وہ نمازیں گزارتا ہے۔ اس دن کے بعد وہ صاحب مجھے قریباً 30 روز بعد مکہ شریف سے مدینہ منورہ شریف روانگی کے وقت بس میں سوار ہوتے ہوئے نظر آئے دریافت کرنے پر بولے کہ وہ حرم شریف میں صفائی کرنے والے پاکستانیوں کے ساتھ قیام پذیر رہے اور رقم بچا رہے تھے۔

قیام مکہ شریف کے دوران تقریباً 30 یوم میں ان گنت طواف کرنے کی توفیق الٰہی عطا ہوئی اور والدین دوستوں کے لیے عمرہ کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ خانہ کعبہ کا جلال نا قابل برداشت حد تک بڑھتا گیا۔ ایک روز محکمہ کے سینئر افسر سے ملاقات ہوئی خواجہ صاحب نے دریافت کیا کتنے طواف کیے تو میں نے کہا کہ رب تعالیٰ اپنی نعمتیں بغیر شمار اور حساب نازل کر رہا ہے اس لیے میں نے بھی گنتی نہ کی ہے۔ فوڈ ڈائریکٹوریٹ کے نظامی صاحب سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے: آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' جس پر میں نے کہا کہ میں بھی آپ کی ہی طرح حج کر رہا ہوں۔'' اُن کے سوال سے اندازہ ہوا کہ جیسے اللہ پاک صرف علماء اور مولویوں کا ہی رب ہے، دوسرے گناہگاروں کو دیکھ کر مولوی حضرات حیران ہوتے ہیں کہ یہ بھی حج کرنے آیا ہوا ہے۔ اس دوران اپنے محلّہ کی مسجد کے امام قاری عبدالرشید صاحب مرحوم سے بھی ملاقات ہوئی جو اُجلے سفید مایع لگے کپڑے پہنے بازار میں سے گزر رہے تھے میری حالت دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے مگر حج سے واپسی پر محلّہ کے دوستوں کو فرمانے لگے کہ جاوید صاحب وہاں فقیرانہ انداز میں ملے تھے۔

8 ذی الحج مکہ مکرمہ سے روانگی اور جہد کا آغاز تھا۔ اب 13 ذی الحج تک مناسک حج کی ادائیگی کا مشکل مرحلہ تھا۔ رات کو لو چلتی تھی اور دن کو آگ برستی تھی۔ ہم بس کی چھت پر سوار تھے مگر ترک، ایرانی اور دیگر مسلمان یہ سفر پیدل کر رہے تھے۔ جواُن کی حرارت ایمانی

Marfat.com

کا منہ بولتا ثبوت تھا۔منا میں مستقل خیمے نصب تھے اور وسیع انتظامات خورد ونوش و دیگر کیے گئے تھے۔ میدانِ عرفات میں خیموں کا مناسب انتظام تھا اور درخت بھی لگے ہوئے تھے۔ میری خوشدامن جو میرے ساتھ تھیں نے یوم عرفہ خطبہ حج سے پہلے یہ کہہ کر کہ وہ دوسری خواتین کے ساتھ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے پیر صاحب کی تقریر سننے جا رہی ہیں حیران کر دیا۔ جس پر اندازہ ہوا کہ دین کے علم کے بغیر زندگی اور اعمال نامکمل ہیں کہ حج کے خطبہ کی جگہ پیروں کی تقریر کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ عرفات کے میدان میں خطبہ کے بعد اپنی عمر بھر کے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے رب ذوالجلال والاکرام سے معافی ہی مانگتا رہا اور نماز مغرب سے قبل روانگی ہوئی۔ رات مزدلفہ میں قیام اور کنکریاں اکٹھی کرنے میں تھوڑی سی خنکی محسوس ہوئی اس طرح صبح قربانی بذریعہ بینک ادا کی گئی مگر قربانی کے بعد شیطان کو کنکریاں مارنا خاصا مشکل ثابت ہوا اور رش اور دھکم پیل کی وجہ سے ایک دفعہ تو موت کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ صوبہ سرحد کے پٹھان حجاج نے قربانی کے گوشت کی وصولی کے بعد کیمپوں میں گوشت پکانا شروع کر دیا اور کچھ نے اُسے دھوپ میں سکھانے کے لئے رسیوں پر لٹکا بھی دیا۔ شائد گوشت خوری اور اس کی ذخیرہ کاری ان کا کلچر اور کمزوری ہے۔ قربانی کے بعد طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ جانا پڑا جہاں حرم شریف میں ایک اژدھام کثیر تھا۔ طواف کیا نہیں بلکہ دوسروں نے کروا دیا۔ اس دوران کبھی کبھی پاؤں زمین پر لگتے رہے۔ اکثر حجاج نے ایسے ہی طواف کیا۔ منا میں قیام اور شیطان کو مسلسل تین روز تک کنکریاں مارنے کے بعد 13 ذی الحج کو مکہ مکرمہ واپسی ہوگئی۔ غالباً 15 ذی الحج کو انعام الحق اپنی والدہ کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہاں کھانے کے اور دیگر جملہ اخراجات اس نے اپنی ذاتی گرہ سے کیے اور خوب خوب حق میزبانی ادا کر کے ثواب دارین بھی کماتا رہا۔ مکہ شریف میں قیام کے دوران چچا مختار کی طبیعت خراب

Marfat.com

ہونے پر پاکستان ہاؤس جانے کا اتفاق ہوا تو گروپ لیڈر کی بابت معلومات پر حیرانی ہوئی جب اپنا ہی نام کمپیوٹر پر ظاہر ہوا۔ یوں محکمہ حج واوقاف کی کارکردگی پہلے تو رہائش گاہوں کی دوری اور خستگی سے عیاں ہو رہی تھی اب مزید نکھر گئی کہ بغیر آگاہی و تربیت ہمارے نام کی بطور گروپ لیڈر خانہ پُری کر دی گئی تھی۔

یکم محرم الحرام کو مکہ شریف سے مدینۃ المنورہ کے لئے روانگی پر حضور ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضری کے تصور میں حضرت بیدؔم کا یہ شعر:

ع
عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں بیدؔم
کہ سب ہوں پیش خدا اور میں رُو بروئے رسول

عقیدت اور فرطِ جذبات سے دوران سفر بھی کئی بار آنکھ بھر آئی کہ گناہوں اور بداعمالیوں کی طویل فہرست کے باوجود آقا دو جہان رحمۃ اللعالمین ﷺ نے حاضری کے لیے طلب فرمایا۔ اسی کیفیت میں مدینۃ المنورہ شہر رسول ﷺ پہنچے۔ سامان مقررہ ہوٹل میں رکھنے کے بعد مسجد نبوی میں روضہ اقدس مواجہہ شریف کی طرف روانگی ہوئی تو شرمندگی کے مارے قدم ساتھ نہ دے رہے تھے۔ کہ کس منہ سے حضور ﷺ کے روبرو حاضر ہوں گا۔ مگر تصور میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی فارسی نعت کا ورد کرتے ہوئے مسجد نبوی شریف میں داخل ہوا۔

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام
ہمچو کاہِ عاجزم کوہِ گناہ آوردہ ام
غیر تو ملجاوماویٰ نیست من در دوسرا
رحم کن یا سیدی حالِ تباہ آوردہ ام
چشم رحمت برکشا موئے سپید من نگر

Marfat.com

گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

گرچہ عصیاں بے عدد اما نظر بہ رحمتت

آیت لَاتَقْنَطُوْا برخود گواہ آوردہ ام

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ درگنج تو نیست

بے کسی و ناقصی عجز و گناہ آوردہ ام

کیفیت کچھ عشق و مستی میں ڈوبی لڑکھڑاہٹ کی سی تھی کہ انعام الحق نے کان میں کہا کہ بھائی جی جالیوں پر مامور شُرطہ کی آپ پر نظر ہے۔ میں نے شاید سنی اَن سُنی کر دی۔ کیونکہ شُرطے حجاج کرام اور حضور کے اُمتیوں اور عاشقوں کو جالیوں کے سامنے رُکنے نہیں دیتے، جس کی وجہ پیچھے آنے والا ہجوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں سرکتا سرکتا بابِ جبریل کے بالکل نیچے حضور کے مواجہہ شریف کی طرف رُخ کر کے دیوار سے پیٹھ ٹکا کر کھڑا ہو گیا اور یوں دیوانے کو اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنے کا موقع مل گیا مگر چند ثانیے سے زیادہ نہیں مگر حضوری میں گزرا ہوا تو ایک لمحہ بھی صدیوں پر بھاری ہے۔ جو حضور نے اپنے دیوانے فرزانے کو بہم پہنچا ہی دیا۔ حاضری کے دوران زبان پر مسلسل جاری رہا:

''الصَّلوٰۃ والسلام علیك یاسیدی یارسول اللّٰہ۔یانبی الامی یا رحمۃ اللعالمین اغثنی۔''

یارسول اللّٰہ اُنظر حالنا — یاحبیب اللّٰہ اسم قالنا

اِنَّنِیْ فِی بحرھم مُغرق — خُذیدِی سھلنَااشکالنا

تقبلنی ولا تُردر سوالی — اغثنی سیدی اُنظر بحالِی

جنت البقیع کی طرف باہر نکل کر جنت البقیع کے مزارات پر خصوصاً اہل بیت اور خاتون جنت کی کچی قبر کے سرہانے رکھی ہوئی اینٹوں کے ٹکڑوں کی نشاندی ہونے پر سادات

Marfat.com

مسلمہ کی عظیم ماں اور حضور ﷺ کی چہیتی بیٹی حضرت بی بی فاطمۃ الزہرؓ کے قدموں کی خاک سر میں ڈالی اور سلام پیش کیا۔ امامین کرام حضرت حسنؓ اور حضرت زین العابدینؓ بیمار کربلا کو بھی سلامِ عقیدت پیش کیا اور یوں 3۔2 گھنٹے کے بعد ہوٹل میں واپسی ہوئی۔ میرے نزدیکی عزیز محمد فاروق، مدینۃ المنورہ میں محکمہ بجلی میں انجینئر تھے، اُن کو مدینہ شریف پہنچنے کی خبر دی۔

فاروق صاحب کھانا بنوا کر ساتھ لاتے۔ وہ روزانہ ہوٹل میں آتے اور کبھی ہمیں بھی اپنے ساتھ گھر پر لے جاتے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کی تمام زیارات بھی بار بار بھرپور طریقے سے اپنی گاڑی میں ہمیں کروائیں اور یوں حق میزبانی ادا کیا۔ وہ مہمانانِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت اور مودت سے پیش آرہے تھے۔ مگر میرا ایک کام وہ باوجود اصرار کے نہ کر سکے کہ میں کسی طور پر بھی حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مزار پُر انوار پر ''اَبوا'' میں حاضر ہونا چاہتا تھا مگر وہ سعودی قوانین کے آگے بے بس تھے کہ راستہ میں پڑتال کی صورت میں اُنہیں بھی De-Port کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا کوئی صورت نہ بننے پر ایک روز میں سیدھا جنت البقیع میں محو استراحت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرؓ کے مزار پر حاضر ہو گیا یہ جانتے ہوئے کہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مزار پر حاضری نہ ہونے کی صورت میں حضور ﷺ کی سب سے پیاری اور لاڈلی بیٹی سے ہی سفارش کروائی جائے۔ تاکہ دارین کی فلاح نصیب ہو اور ہمارا حج اور حضور ﷺ کے در کی حاضری کو شرف قبولیت بخشا جائے۔ بی بی فاطمۃ الزہرؓ کی قدم بوسی کرتے ہوئے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر اپنی ماں کی گود میں سر رکھ دے، جہاں اُسے دین و دنیا کا سکون میسر آجائے۔ وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے، کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی کہ کافی دیر نذرانہ عقیدت کا سیل رواں جاری رہا۔ پھر دل کو جیسے تسلی ہوگئی کہ آپ نے اپنے والد محترم کے حضور سفارش کر دی ہے۔

Marfat.com

اور دعا کی قبولیت ہوگئی ہے۔ پھر جب بھی روضہ رسول ﷺ پر حاضری کا موقع ملا اور قدموں کی طرف لگی جالی کی قربت نصیب ہوئی، تو جدا ہی رنگ میں حضور ﷺ کی محبت اور شفقت محسوس ہوئی۔

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا واقعہ بار بار ذہن میں اُبھرتا رہا کہ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو مریدین کے ہمراہ ایک گلی میں سے گزرتے ہوئے سامنے سے ایک کتا جو پانی میں بھیگا ہوا تھا آ گیا، اور حضرت کے برابر آ کر جو اُس نے اپنے بدن سے پانی جھٹکا تو چھینٹے حضرت پر بھی پڑ گئے۔ مریدین میں سے کسی نے پتھر اُٹھا کر کتے کو دے مارا۔ جس سے وہ زخمی ہوگیا اور خون بہہ نکلا۔ حضرت یہ دیکھ کر متوحش ہو گئے اور بھاگتے ہوئے کتے کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا۔ مریدین کوشش بسیار کے بعد کتے کو پکڑ کر لانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ نے اپنی دستار مبارک اُتار کر پھاڑی اور اس کے ٹکڑے سے زخمی کتے کو پٹی کر دی۔ جس پر مریدین نے کہا حضرت کتے نے آپ کے کپڑے پلید کر دیئے اور آپ نے اپنی دستار مبارک سے اس کی پٹی کر دی، آپ نے فرمایا کہ مدینہ شریف کے کتے بھی میری دستار سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ یوں اپنے آلِ رسول ہونے کا حق ادا کر کے اُس کا ثبوت دیا۔ اور حضور ﷺ کے شہر مدینۃ الرسول کے سگ کو بھی احترام اور عقیدت کے قابل سمجھا جبھی تو وہ اعلیٰ مقام پایا کہ اولیائے کرام میں ممتاز ٹھہرے۔

مدینۃ الرسول ﷺ کے قیام کے 9 دن 9 گھڑیوں میں ختم ہو گئے، جو اَب تک ایک سہانے خواب کی مانند ہیں کہ:

ع ''دل میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی''

مدینۃ الرسول ﷺ سے واپسی جدہ تک انعام الحق ہمارے ساتھ رہے اور یوں حج مبرور اور زیارات مدینۃ الرسول مکمل ہو گئی۔

Marfat.com

جب بھی اپنے دوست احباب میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو 10۔10 حج اور 25۔25 عمرے کرنے والے دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ بھائی یا تو میری جھولی چھوٹی تھی جو آقا نے ایک بار میں ہی بھر دی یا تمہاری جھولیاں بہت بڑی ہیں جو بھرنے میں ہی نہیں آ رہیں۔ جس پر وہ بلاوے کی رٹ اور حاضری کے بار بار شرف کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں مگر میرا دل اُن کی اِن باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا کہ حج کرنے کا حکم صرف ایک بار فرض ہے اور عمرہ کرنا فرض نہیں سنت موکدہ ہے۔

دوران حج مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز حرم پاک میں ادا کرنے کے بعد باہر بازار میں چائے اور کیک پیس سے ناشتہ کر کے پاکستان فون ملا کر گھر والوں خاص طور پر والدہ کی خیریت دریافت کرنا روز کا معمول تھا۔ ایک روز جب دکان کے سامنے زمین پر بیٹھ کر کسی پاکستانی کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے تو نزدیک ہی دھوتی میں ملبوس ایک پاکستانی سے دو ترک حاجیوں کو انگریزی میں گفتگو کرتے دیکھا جو اُن کی بات سمجھنے اور جواب دینے سے قاصر تھا۔ تو اشارہ سے اُن ترکوں کو اپنے پاس بلا لیا جب اُنہوں نے انگریزی زبان میں پوچھا: ''Pakistani'' تو میں نے انہیں جواب دیا۔ ''Yes I am a Pakistani'' جس پر انہوں نے پوچھا: ''You can under-stand english'' جس پر میں نے جواب دیا: ''Yes I can under-stand and speak english'' جس پر وہ بہت خوش ہوئے اور میرے پاس ہی زمین پر بیٹھ گئے، حالانکہ اُنہوں نے Denum جینز کی نیلی پتلونیں پہن رکھی تھیں۔ پھر ایک ترک بولا ''Turks and Pakistanis Brothers'' اور پھر بولا ''اَخِی'' جو بھائی کے لئے بولا جاتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے پکڑ کر رشتہ کی مضبوطی کا اظہار بھی کر دیا اور پھر سلام کر کے وہ رخصت ہو گئے۔ مگر آج تک مجھے وہ واقعہ نہیں بھولا ہے اور یہ کہ ترک اور پاکستانی حضور

Marfat.com

ﷺ کی محبت، عشق میں مشترک دیوانگی کو ہی ''اَخِی'' کے مضبوط رشتہ سے یاد کرتے ہیں۔ ترک قوم کی عظمت کا احساس ہوا کہ وہ اپنے حضور ﷺ سے وابستگی وعشق کا اظہار بڑے کھلے انداز میں کر کے فخر محسوس کرتے ہیں اور یہی اُس قوم کی دنیا کی تاریخ میں (خلافت) کی وجہ تھی جس کی عظمت آج تک اُن کے دل میں جاگزین ہے۔ اللہ پاک حضور ﷺ کے صدقے میں تمام اُمت مسلمہ، ترک اور پاکستانی قوموں کو حضور ﷺ کے عشق ومحبت میں دیوانگی میں مبتلا رکھے کہ یہ دارین کی فلاح اور عزت وناموس کا باعث ہے۔

اسلام آباد میں واپسی پر اپنے دوستوں چودھری منیر احمد، ریاض مصطفٰے اور مرزا امانت اللہ بیگ کو ائیر پورٹ پر موجود پا کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور چچا جان مختار صاحب کے بھی دو صاحبزادے موجود تھے جو انہیں ڈاکٹر بشیر الحق کے گھر لے گئے۔ مرزا امانت اللہ بیگ ہمیں اپنے ہم زُلف کے گھر راولپنڈی میں لے گئے جو بہت بڑے ٹھیکیدار تھے۔ جس کا اندازہ ان کی رہائش گاہ سے بخوبی ہو رہا تھا۔ میزبان نے ہماری بھرپور خدمت کی اور حق میزبانی ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اگلی صبح ٹویوٹا ویگن پر سامان لوڈ کیا اور چچا جان کو مری روڈ سے لے کر عازم لاہور ہوئے۔ یوں حج مبروک کا سفر بخیر وخوبی سرانجام پایا۔

لاہور واپسی کے چند روز بعد ہی دادا حضور سے ملاقات کے لیے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ اِس دوران چچا مشتاق صاحب نے دربار سے ملحق مسجد میں حجرہ شریف اور خاندانی بیٹھک کا کچھ حصہ ملا کر چھت پر T.R اور گارڈر ڈال کر مسجد کی چوڑائی 26 سے 42 فٹ کر دی تھی۔ جسے دیکھ کر ازحد خوشی ہوئی۔ اتفاقاً چچا مختار صاحب بھی گاؤں میں بزرگوں سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ نماز عصر کے وقت جب اُنہیں مسجد دیکھنے اور نماز کی ادائیگی کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: ''یار حساب کر لے کہ مکہ شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز اور 30 روز قیام میں 150 نمازیں اور مدینہ شریف میں ایک

Marfat.com

نماز کا ثواب پچاس ہزار اور 9 دن قیام اور 45 نمازیں اور میری عمر 60 سال ہے۔اب تورب کی طرف میری نمازیں نکلتی ہیں۔'' اور میں اُن کی منطق اور حساب دانی پر حیران رہ گیا۔ داداجان نے کہا کہ تم نے اپنے چچا کو جدہ پہنچتے ہی علیحدہ کردیا اور صرف جانا اور آنا ہی ساتھ رہا حالانکہ اس کی وجہ میری خوشدامن اور میرا محرم ہونا تھا جبکہ وہ غیر محرم تھے۔اس لیے اُن کا انتظام جدہ پہنچتے ہی سعودی حکومت نے علیحدہ کردیا تھا۔ چچا کی سوچ پر رنج اور افسوس کے علاوہ کیا کیا جاسکتا تھا۔ کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ ''جس سے نیکی کرو اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحیح اور سچ ثابت ہوگیا۔

Marfat.com

پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قادری

جولائی 1994 میں محکمہ میں گزیٹڈ سٹاف میں سٹوریج آفیسر کے طور پر محکمانہ ترقی پانے پر افسران نے ہماری پوسٹنگ لاہور سے اسلام آباد کردی۔ پیپلز پارٹی کی بے نظیر حکومت کا بے نظیر دور تھا اور ہمارے منسٹر ہفتے میں دوبار ہر صورت اسلام آباد کا دورہ فرماتے تھے۔ وہ Marriot ہوٹل میں قیام فرماتے اور کرایہ کی پجارو پر دورہ اسلام آباد/راولپنڈی فرماتے اور پھر جہاز پر واپس لاہور چلے جاتے تھے۔ ایک ماہ تک کام کرنے کے بعد عملہ نے اخراجات کی فہرست سامنے رکھی تو ہوش ہی اُڑ گئے اور تنخواہ بھی جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسلام آباد سنٹر پر میں نے چارج نہ لیا تھا کیونکہ لاکھوں بوری گندم پہلے سے ذخیرہ شدہ تھی اور اس کی گنتی اور وزن کی شماری ممکن نہ تھی۔ سٹاف نے ایک دو دفعہ دباؤ ڈالنے کی کوشش کی مگر انہیں کامیابی نہ ہوسکی۔

ایک شام میں دفتر کے سامنے واقع گودام کے تھڑے پر نماز مغرب ادا کر رہا تھا کہ دوران نماز میں نے محسوس کیا جیسے کسی نے مصلےٰ کے نیچے میرے پاؤں کی طرف کوئی چیز رکھی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے جب مصلےٰ کو اُٹھایا تو کاغذ کی ایک پرچی پڑی تھی جس پر امروز ہونے والی غیر قانونی کاروائی کی مکمل تفصیل درج تھی، مگر کسی کا نام نہ تھا صرف مجھے اطلاع کرنا مقصود تھا۔

ایک ہفتہ بعد دوپہر 2 بجے کے بعد ایک چوکیدار میرے دفتر میں آیا اور آدھے دن کی چھٹی مانگی۔ دریافت پر اُس نے بتایا کہ ”اُس نے پیر صاحب آئے نیں“ جس پر اُسے چھٹی تو دے دی مگر دریافت پر کہ حضرت کہاں پر ہیں اُس نے راولپنڈی کے کسی علاقہ

Marfat.com

کا نام بتایا، میں چونکہ راولپنڈی میں نیا تھا لہٰذا اُس سے پوچھا جہاں تم جا رہے ہو کسی گودام کے اہلکار کو بھی علم ہے۔ اُس نے ایک AFC کا نام لیا اور چلا گیا پھر میں نے گوداموں کے اندر مصروف مذکورہ AFC کو بلوایا تو اس نے آبادی کی جانکاری کی تصدیق کی۔ 4 بجے کے بعد میں اور AFC، محمد آصف جو ان دنوں A.D.F راولپنڈی تعینات ہیں، گاڑی میں اُس علاقہ میں پہنچ گئے، گھر ذرا گلیوں میں واقع تھا۔ گاڑی سڑک پر کھڑی کر کے آگے پیدل جانا پڑا۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت سفید ریش پٹھان دروازہ میں چوکھٹ کو پکڑے کھڑے تھے۔ چوکیدار مذکور جو دروازہ کے باہر کھڑا تھا نے اُنہیں بتایا کہ صاحب آ گیا۔ تو حضرت صاحب ایک قدم دروازہ سے باہر نکلے، معانقہ کیا اور ہم دونوں کو اندر لے گئے اندر ایک چارپائی بچھی تھی جس پر تکیہ پیران پڑا تھا، مریدین دری پر بیٹھے تھے۔ حضرت صاحب نے مجھے بھی چارپائی پر بیٹھنے کو کہا۔ میرے انکار پر وہ تکیہ اٹھا کر میرے ساتھ دری پر بیٹھ گئے۔

دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ علاقہ غیر کے رہائشی ہیں اور گیلانی سادات میں قادری سلسلہ کے پیر صاحب ہیں۔ شام تک وہاں پر قیام رہا۔ شام کے کھانے کے بعد اجازت چاہی۔ بڑی مشکل سے اجازت ملی اور یوں ہم واپس اپنے سٹیلائٹ ٹاؤن کے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ حضرت سید عبدالرحمٰن قادری سے ملاقات سے قلبی اطمینان اور سکون کی بے بہا دولت میسر آئی جس کی طلب ہر وقت بندہ کو لئے لئے پھرتی تھی۔

ربیع الاول کا مہینہ چل رہا تھا۔ 10 / ربیع الاول کو میں نے اپنے سٹاف سے گولڑہ شریف جانے کے لیے ویگن کا روٹ پوچھا تو مجھے گولڑہ شریف پہنچانے کی آفر ہوئی مگر میں صدر اور پھر وہاں سے گولڑہ شریف کے لیے ویگن پر سوار ہو کر 11 / تاریخ کی شام گولڑہ شریف پہنچ گیا۔ رات 12 ربیع الاول شریف کی تھی اور اگلی صبح فجر کا وقت 12 / ربیع الاول۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی دُنیا میں تشریف آوری کا یادگار لمحہ تھا۔ رات جب تک حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کے مزار کے اردگرد چاروں شتر اُٹھے رہے میں مزار پر موجود رہا۔ پھر رات کے 12 بجے کے قریب نیند نے آلیا تو صحن میں بازو کا سرہانہ بنا فرش پر لیٹ گیا، کوئی ایک گھنٹے بعد بارش شروع ہوگئی، سوئے ہوئے زائرین میں بھگدڑ مچ گئی اور برآمدہ میں پناہ لینا پڑی، بیٹھنے کو جگہ مل سکی لیٹنے کو جگہ نہ ملی۔ لہٰذا مناجات کا وقت میسر آگیا آپ سے عرض کی کہ میں یہاں اسلام آباد میں پریشان ہوں کوئی طریقہ ایسا ہو کہ واپس لاہور بچوں میں چلا جاؤں کوئی منظوری کی گھڑی تھی سو منظوری ہوگئی۔

صبح واپس راولپنڈی جا کر دفتر کا کام کاج کیا اور ہفتہ/اتوار کو حسب معمول لاہور کے لیے روانگی ہوئی۔ سوموار کو فوڈ ڈائریکٹوریٹ اپنے انفورسمنٹ آفیسر سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا کہ وہاں کے اصل حالات ڈائریکٹر فوڈ کو نہ بتانا بلکہ کہنا کہ آٹھ آدمی پروموٹ ہوئے سات واپس اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں، اور صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔ دریافت پر DFC-II لاہور میں S.O کی خالی پوسٹ کی بات کرنا۔ میں نے ڈائریکٹر فوڈ کے سامنے پیش ہو کر وہی بات کہی تو اُس نے کہا کہ اسلام آباد سنٹر۔II پر تعیناتی کے لیے تو روز منسٹر فوڈ سمیت کئی لوگوں کی سفارش آتی ہے۔ اللہ کے فضل اور پیر سید مہر علی شاہؒ کی مہربانی سے جان شکنجے سے نکلی اور بہ عافیت لاہور واپسی ہوئی۔

Marfat.com

حضرت شیر شاہ ولیؒ

بیرون شاہی قلعہ، لاہور

ایک رات میں گھر پر سو رہا تھا تو اپنے آپ کو شاہی قلعہ کے شیش محل میں جو کھڑکی یادگار کی طرف کھلتی ہے وہاں پر کھڑے پایا، نیچے جھانک کر دیکھا تو شیر شاہ ولیؒ کا مزار شریف قلعہ کی فصیل سے باہر نظر آ رہا تھا۔ اچانک ایسا محسوس ہوا کہ کھڑکی سے باہر گر رہا ہوں، پھر میرے بازوؤں کے ساتھ ہی پَر نکل آئے اور نیچے گرنے کی بجائے ہوا میں پرواز شروع ہوگئی۔ پرندوں کی طرح سیر و طیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ یادگار اور بادشاہی مسجد کے اوپر اُڑان بھرتے ہوئے خوشی اور مسرت کا انجانا سا احساس ہو رہا تھا۔ کافی دیر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر رُخ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار شریف کی طرف ہو گیا۔ اُن دنوں مزار شریف کے سرہانے کی طرف مزار شریف سے کوئی 100 فٹ کے فاصلے پر قرآن پاک پڑھنے کے لیے الگ عمارت موجود تھی جس میں لوگ قرآن پاک پڑھتے تھے۔

صحن کے اوپر پرواز کرتے ہوئے نیچے دیکھا تو حسب معمول بے شمار لوگ وہاں موجود تھے۔ قرآن محل کی طرف گاؤ تکیہ لگائے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے درمیان میں خالی جگہ کے بعد سامنے صحن میں لوگ موجود تھے۔ لوگ جب مجھے صحن کے اوپر محوِ پرواز دیکھتے ہیں تو متوجہ ہو کر اوپر ہاتھ اُٹھا کر کہتے ہیں کہ دیکھو سید ہوا میں پرواز کر رہا ہے اور میں اُن کی یہ باتیں سن رہا ہوں۔ خالی صحن میں نیچے اُتر آتا ہوں اور لوگوں کی طرف چل پڑتا ہوں۔ پیچھے سے کسی بزرگ نے آواز دی کدھر جا رہے ہو؟ میں نے واپس مڑ کر ادب سے جواب دیا کہ

Marfat.com

وہاں بیٹھنے کے لیے۔ اُن بزرگوں۔ نے فرمایا اُدھر نہیں۔ تم نے اِدھر بیٹھنا ہے اور ایک خالی تکیہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ میں حسب الحکم اُس آخری خالی تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا ہوں۔ درمیان میں بڑا تکیہ خالی پڑا ہے اور کوئی بزرگ اُدھر نہ بیٹھے ہیں۔ جیسے بادشاہ کی جگہ درمیان میں ہوتی ہے۔ یہ سرکار داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی جگہ ہے اور اُن کا تکیہ خالی پڑا ہے کیونکہ بادشاہ سلامت تو دستور کے مطابق آخر میں ہی تشریف لاتے ہیں۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔

چند روز کے توقف سے گاؤں جا کر دادا جان کو یہ خواب سنا دی کیونکہ اس وقت میرے مرشد جناب کرمانوالہ سرکار کا وصال ہو چکا تھا۔ اس لیے دادا حضور سے زیادہ بہتر اور کوئی مرد نہ پایا۔ دادا جان خواب سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے بیٹا مبارک خواب ہے۔ یہ روحانی پرواز کھلنے کی نشانی ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ اس لیے خوشی کی بات ہے۔ اللہ اور زیادہ روحانی ترقی عطا فرمائے۔ یوں جب تک شیخوپورہ شریف میں طلبِ بیعت حضرت حکیم عبدالحمید صاحب قادری چشتی جیون پوری نہ کی اُس وقت تک حضرت شیر شاہ ولیؒ کے مزار پر حاضری کا سلسلہ جاری رہا کہ آپ نے میری روحانی پرواز جاری کی اور مجھے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے دربار تک پہنچایا اور پرواز سے اُترنے پر بزرگوں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب کروائی اور سید گھرانے سے تعلق کی تصدیق کروادی۔ جس پر میں آج بھی حضرت کا مشکور و ماموں ہوں اور وہاں سے گزرنے پر ضرور حاضری اور سلام کا تحفہ بھیجتا ہوں۔

Marfat.com

نابغۂ عصر

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالیہ

1976 میں لاہور میں محکمہ خوراک کے ریاض مصطفیٰ صاحب سے ملاقات ہوئی جو واقعی مصطفیٰ کے ریاض ہی ثابت ہوئے اور اُن سے تعلق دن بدن بڑھتا ہی گیا اور آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ شاید مصطفیٰ کے ریاض نے ہمیں پسند کرلیا اور مستقل پسند کرلیا۔ جبھی تو اُنہوں نے ہماری ملاقاتیں بے شمار عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائیں جن میں حضرت حفیظ تائب، مرغوب ہمدانی، محبوب ہمدانی، اقبال باہو اور دیگر بے شمار نام ہیں۔ گویا ریاض مصطفیٰ صاحب نے ہمیں عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفوں میں بٹھا دیا۔

1981-82 میں ریاض مصطفیٰ صاحب سے ملاقاتیں جاری تھیں ایک روز کہنے لگے آپ کو ایک نوجوان سے ملوانا ہے جو دین اسلام کے لئے بہت کام کر رہا ہے اور تنظیم محمدی، کشمیری بازار کے سب عہدیداران نے اُن سے ملاقات کی ہے۔ وہ بہت اچھے مقرر ہیں اور شادمان میں رحمانیہ مسجد میں درس قرآن اور درس تصوف دیتے ہیں۔ آپ بھی چلیں، چند روز بعد ریاض مصطفیٰ صاحب بوقتِ شام ہمیں ساتھ لینے پہنچے، شادمان پہنچے تو ڈاکٹر محمد علی صاحب کی کوٹھی میں درس تصوف چل رہا تھا۔ لیکچر کے دوران فن تقریر کی گرمی اور علم کی مہک محسوس ہوئی اور پھر لیکچر میں مستقلاً شمولیت شروع ہوگئی۔ میں نے لوگوں کو تقریر سن کر ہچکیوں سے روتے ہوئے دیکھا اور ایک روز میں نے اپنی آنکھوں سے شرقپور شریف کے سجادہ نشین میاں جمیل احمد صاحب کو شریک لیکچر دیکھا تو اور زیادہ خوشی ہوئی کہ 30-25

Marfat.com

ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی تشریف فرما (درمیان) دائیں سے بائیں حاجی مقصود احمد بٹ، ملک فیض الحسن، حکیم منظور احمد ہمدانی اور مرغوب احمد ہمدانی
کھڑے دائیں سے بائیں سید جاوید احمد قریشی (سیکریٹری) حافظ محمد رمضان، محمد ریاض مصطفٰے، بشیر احمد نقشبندی، توقیر احمد ہمدانی بتاریخ 29/7/83

Marfat.com

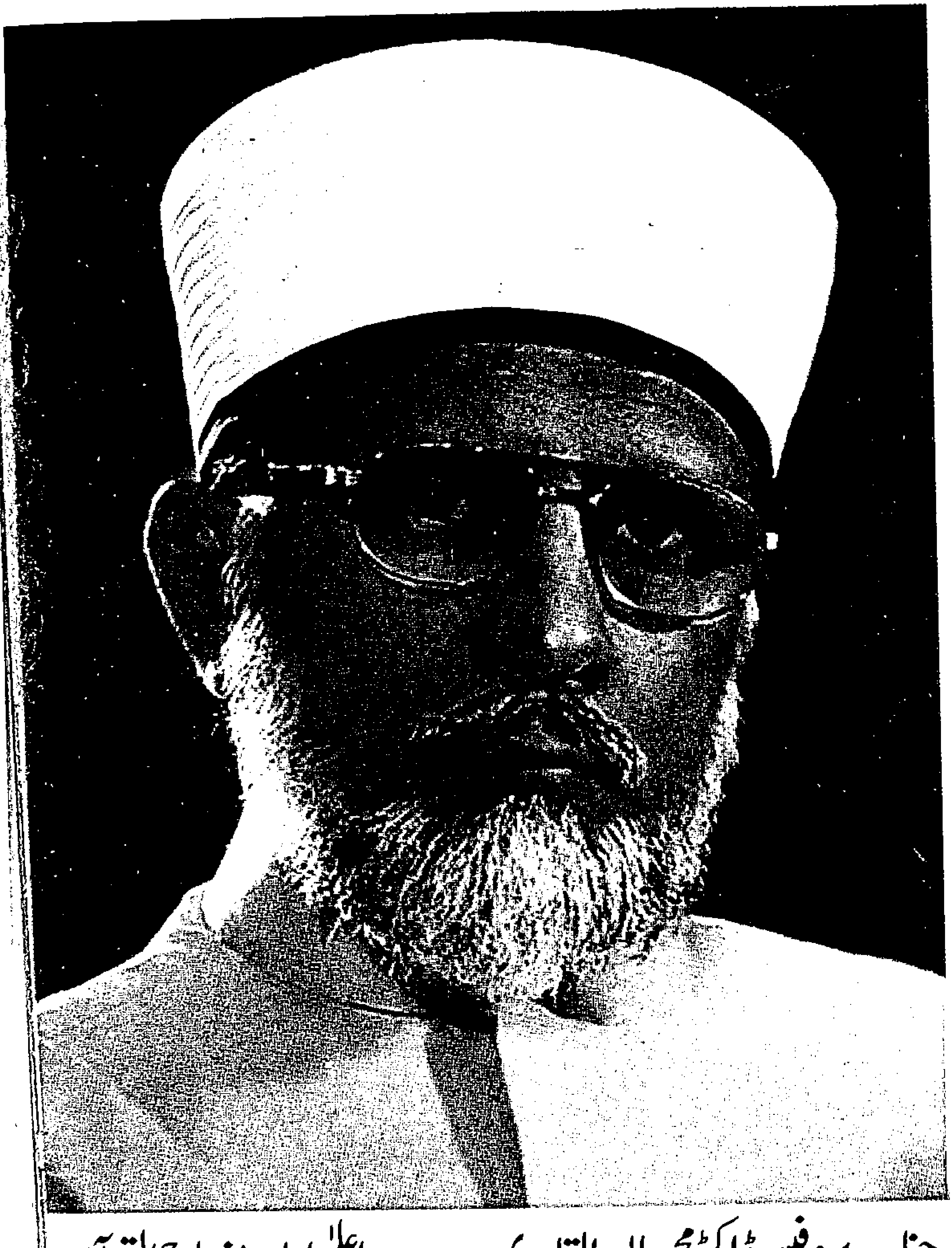

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری سرپرست اعلیٰ ادارہ منہاج القرآن

Marfat.com

سالہ نوجوان کا لیکچر سننے کے لئے کیسے کیسے لوگ تشریف لا رہے ہیں۔اس طرح طاہر القادری صاحب پر اعتماد بڑھتا گیا۔علم میں آیا کہ موصوف گورنمنٹ لاء کالج، نیو کیمپس میں Islamic Jurisprudence کے لیکچرار ہیں۔چندروز بعد ریاض صاحب نے قادری صاحب کے گھر چلنے پر اصرار کیا تو علم ہوا کہ آپ جسٹس شریف سکیم سمن آباد میں کرایہ کے اپر پورشن میں حال ہی میں سرکاری رہائش یونیورسٹی کیمپس چھوڑ کر شفٹ ہوئے ہیں۔لہذا ہم دونوں سمن آباد میں اُن کے گھر پہنچے اور بیل بجائی تو پہلے قادری صاحب نے اوپر سے جھانکا اور پھر نیچے آ کر خود سیڑھیوں کا دروازہ کھول دیا اور یوں ہم اُنکے ڈرائنگ روم میں پہنچ پائے۔

ریاض صاحب نے ہمارے تعارف کے ساتھ راشننگ انسپکٹر کا لفظ ذرا زور دے کر کہا جیسے وہ قادری صاحب کو کچھ یاد دلا رہے ہوں۔اور پھر بات کھل گئی کہ اُن دنوں چینی کی کمیابی زوروں پر تھی۔سو قادری صاحب نے گلہ کیا کہ ہمارا تو راشن کارڈ بھی نہیں بن سکا۔ریاض صاحب نے کہا جناب اب قریشی صاحب آ گئے ہیں اب دیکھنا کتنی جلدی بنتا ہے۔اور ہمیں قادری صاحب سے پہلی ملاقات پر ہی کارڈ کا کام مل گیا۔جو گو ہمارے لیے بہت آسان تھا مگر عام پبلک کے لیے ذرا مشکل کام تھا۔وہاں چائے پینے کو ملی اور ساتھ بھی کچھ تھا۔وہاں سے نکل کر میں نے ریاض صاحب کو کہا جو اُن دنوں غالباً مغلپورہ گندم کے گودام پر تعینات تھے کہ کل نیا راشن کارڈ بنانے کا فارم میرے دفتر سے حاصل کر کے قادری صاحب کو پہنچائیں اور ان سے فارم مکمل کروا کے مجھے پہنچائیں۔تاکہ کارڈ کا کام تو مکمل کیا جائے۔ 8 دن کے اندر یا شاید اس سے بھی قبل ریاض صاحب نے محنت اور کاوش سے کارڈ مکمل کروا کر قادری صاحب کے گھر پہنچا دیا اس طرح محمد طاہر القادری صاحب سے ملاقات کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

جب غلام اسحاق خان چیئرمین سینٹ تھے پروفیسر صاحب نے رحمانیہ مسجد سے ملحقہ ڈاکٹر محمد علی صاحب کی کوٹھی کے سامنے پارک میں قرآن کانفرنس کا اہتمام کیا، چیئرمین سینٹ کو اس میں خطاب فرمانا تھا، جناب ایس ایم ظفر بھی اس کانفرنس میں تشریف لا رہے تھے۔ کانفرنس کی کوریج کے لئے پریس کو بھی مدعو کرنا تھا۔ یہاں ریاض صاحب نے پھر مجھے قادری صاحب کے گھر پر پیش کر دیا کہ ان کے والد منظور انور قریشی بہت پرانے جرنلسٹ تھے، لہٰذا قادری صاحب نے مجھے خود فرمایا کہ ''بھئی اخبار والوں نے تو آج تک ہمارا تعارفی انٹرویو نہیں شائع کیا۔'' یوں میں 4 روز کے بعد روزنامہ ''مشرق'' ایبٹ روڈ پر زیر تعمیر بلڈنگ میں پہنچ گیا۔ جہاں چچا سید سعادت حسن خیالی (مرحوم) مشرق کے کرتا دھرتا تھے، جب میں اس غرض سے ان کے پاس گیا تو انہوں نے مولویوں کے خلاف بہت زہر اُگلا اور بولے ''مولوی نے تو بربادی کر دی اور تم مولوی کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ اوئے تیرا باپ میرا اُستاد تھا وہ تو کبھی مولوی کو نہ مانا اور تو مولوی کی سفارش کرتا پھرتا ہے۔'' میں نے بہت منت سماجت کی تو راضی ہو گئے اور کہا ''مولوی سے اُس کی فوٹو اور تعارفی انٹرویو لکھوا کر لے آنا اندر کے صفحے پر چھپ جائے گا۔'' یوں قادری صاحب کا پہلا تعارفی انٹرویو روزنامہ ''مشرق'' میں چھپ گیا۔ اور ریاض صاحب اخبار کی کاپی گھر لے کر گئے تو قادری صاحب باغ باغ ہو گئے۔ تھوڑے عرصے بعد قرآن کانفرنس کی تیاری شروع ہوئی۔ T.V، ریڈیو، سرکاری ادارے اور سرکاری اخبار کے نمائندے تو آ جائیں گے مگر مشرق، نوائے وقت اور دیگر زوردار اخبار کے نمائندوں کو کون لائے گا پھر قادری صاحب نے ریاض صاحب کی مشاورت سے مجھے ہی مقرر کیا اور میں چچا خیالی صاحب اور دوسرے چچاؤں سید سجاد کرمانی، Pakistan Times، خواجہ افتخار A.P.P اور دیگر کے پاس انہیں کانفرنس میں مدعو کرنے کا کارڈ دینے گیا۔ مقررہ روز اُنہیں لانے کے انتظامات کے لیے اپنی ذاتی گاڑی لے کر

Marfat.com

دفتر دفتر گیا مگر صرف چند ایک نیوز رپورٹر ہی آئے۔ جو پریس ریلیز جاری ہوا وہ پھر قادری صاحب نے میرے ہاتھوں میں تھمادیا اور میں اُسے دفتر دفتر تقسیم کرتا اور منت سماجت کرتا رہا اور یوں اگلی صبح اخبارات میں قرآن کانفرنس کی کوریج سے قادری صاحب کو خوشی محسوس ہوئی۔

اس دوران میاں نواز شریف، پنجاب کے فنانس منسٹر تھے۔ میاں محمد شریف جو ایک محنتی اور اصول پرست انسان تھے، کو قادری صاحب کی تقریر و تحریر اچھی لگی تو انہوں نے ماڈل ٹاؤن میں اپنے گھروں کے سامنے اتفاق مسجد اور اسلامک اکیڈمی قائم کی اور پروفیسر محمد طاہر القادری، جو یونیورسٹی کی نوکری چھوڑ چکے تھے، کو اتفاق اسلامک اکیڈمی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا اور یوں قادری صاحب کا دینی و دنیاوی طور پر ملتِ اسلامیہ کو سنوارنے کا کام شروع ہو گیا۔ اکیڈمی میں درس قرآن، درس تصوف اور جمعۃ المبارک کے خطاب نے لاہور میں دھوم مچانی شروع کر دی اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی شروع ہو گئی۔ میں نے جذباتی ہو کر نوکری چھوڑ کر قادری صاحب کو بطور مشن جوائن کرنے کا فیصلہ کیا مگر ریاض صاحب اور اُن کے چند دوست آڑے آئے اور کہا کہ ایک سال کی چھٹی لے کر کام کرو اگر درست رہا تو پھر نوکری چھوڑ دینا۔ یوں میں محکمہ سے چھٹی لے کر اتفاق اسلامک اکیڈمی میں قادری صاحب کا PA / سٹینو / لائبریرین / سیکرٹری اور سب کچھ سوائے Peon کے مقرر ہو گیا۔ دوسرے روز جب میاں شریف صاحب ظہر کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لائے تو مجھے قادری صاحب کے ساتھ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے بتایا کہ محکمہ خوراک میں انسپکٹر ہے۔ اور ایک سال کی چھٹی لے کر اکیڈمی کو جوائن کیا ہے، مشنری کے طور پر کام کرنا چاہتا ہے۔ میاں صاحب بڑے دیندار اور دنیادار اور تیز کاروباری آدمی تھے۔ بڑے غور سے اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا اور اُن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی کہ جیسے کہہ

Marfat.com

رہے ہوں کہ دنیا دار بندہ ہے دیکھتے ہیں کتنے دن مشنری بن کر چلتا ہے۔ قادری صاحب کو کہا کہ اس کی تنخواہ جو مناسب سمجھیں مقرر کر دیں اور مجھے بتا دیں۔ یوں میں اکیڈمی کا باقاعدہ ملازم بن گیا۔ دوسرے روز قادری صاحب نے اعلان کیا کہ تنخواہ -/1000 روپے ہوگی کیونکہ تمہیں محکمہ سے بھی چھٹی کے دوران تنخواہ ملتی رہے گی اور ہم نے آمنا وصدقنا ہی کیا کہ جذباتی مسلمان کو کون سمجھا سکتا ہے۔

رمضان شریف کے مہینہ میں میاں شریف صاحب نے اللہ کے راستے میں خوب خوب خرچہ کیا اور روزانہ افطاری کا انتظام باقاعدہ دیگیں پکا کر کیا جاتا تھا۔ پھر آخری عشرہ میں اعتکاف کا خصوصی انتظام کیا گیا۔ جس میں کافی معتکفین شامل ہوئے، ساری رات اور دن دیگیں ہی پکتی رہتیں۔ افطاری کے لیے دوپہر سے شروع اور سحری کے لیے رات 12 بجے سے شروع ہو جاتی تھیں۔

قادری صاحب بھی معتکف تھے۔ رمضان شریف میں جمعۃ المبارک کو لوگ پتہ نہیں کس کس علاقے اور شہر سے آ کر تقریر سننے آئے تھے۔ 27 رمضان المبارک (لیلۃ القدر) کی رات خصوصی تقریر اور خصوصی انتظامات۔ فیروز پور روڈ ٹریفک کے لیے ایک طرف سے بند کر دی گئی، ساری رات عید کا سا سماں رہا اور لوگ سڑکوں پر بھی پورے نہ آ رہے تھے۔ میاں صاحبان کی مہربانیوں کی وجہ سے طاہر القادری صاحب کی شہرت دور دور تک پھیل رہی تھی۔ اور جب جناب طاہر القادری جمعۃ المبارک کے خطبہ اور تقریر کے لیے تشریف لاتے تو میاں شریف جو دنیاوی دولتمند تو تھے ہی مگر شرافت میں بھی بہت دولتمند تھے عقیدتاً خود قادری صاحب کی گاڑی کا دروازہ کھولتے تھے۔ لوگ اس موقع پر میاں شریف صاحب کی علم اور اسلام پسندی پر حیران ہوتے تھے۔ جب آخری عشرہ ختم ہوا۔ چاند رات میاں شریف صاحب نے تمام معتکفین کو اپنے گھر پر افطاری کے لیے بلایا۔ وہاں

Marfat.com

یہ خادم اکیڈمی بھی موجود تھا میں نے دیکھا کہ میاں شریف صاحب خود کھانے کی تقسیم معتکفین میں کروا رہے ہیں اور میاں نواز شریف صاحب جو اُن دنوں فنانس منسٹر پنجاب تھے اور میاں شہباز شریف صاحب چاولوں کی ٹرے اُٹھائے معتکفین کی قطاروں میں پھر رہے تھے۔ افطاری کے بعد ہر معتکف کو باہر نکلتے وقت کپڑے اور -/500 روپے لفافہ میں ڈال کر دیئے گئے۔ یوں رمضان شریف کو میاں شریف اور میاں برادران نے خوب الوداع کیا۔

سلسلہ ملازمت اکیڈمی میں چلتا رہا۔ گاہے میاں شریف صاحب سے ظہر کی نماز کے وقت ملاقات ہوتی کہ وہ ڈیوس روڈ اپنے دفتر سے ظہر کی نماز پڑھنے اکیڈمی آتے تھے۔ اکثر امام صاحب اور کبھی کبھی قادری صاحب بھی نماز ظہر پڑھانے کی سعادت حاصل کرتے۔ خوبصورت کشادہ مسجد جس کے ہال میں کئی A.C نصب تھے۔ صحن میں جمعۃ المبارک کو گرمیوں میں بہت بڑے بڑے پنکھے چلتے تھے اور سب نمازیوں تک ہوا پہنچتی تھی۔ ٹھنڈے پانی کا وافر انتظام ہوتا اور کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی۔

ان دنوں ملک فیض الحسن صاحب جو نکلسن روڈ پر اپنا ذاتی کاروبار کرتے تھے۔ غالباً فیکٹری تو لاہور سے باہر تھی مگر دفتر نکلسن روڈ پر واقع تھا انداز اُوہی قادری صاحب اور میاں صاحبان کے درمیان رابطہ بنے تھے۔ وہ قادری صاحب سے ہر وقت رابطے میں رہتے تھے اور جہاں بھی قادری صاحب نے جانا ہوتا تو وہ اپنی گاڑی خود چلا کر ساتھ رہتے تھے۔ اور قادری صاحب سے بے انتہا محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔

مجھے اتفاق اسلامک اکیڈمی میں خدمات سرانجام دیتے تقریباً ایک سال کا عرصہ نہ ہوا تھا اور اس دوران کبھی کبھی سمن آباد قادری صاحب کے گھر جانے کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ ایک دفعہ قادری صاحب کے بچے گھر پر نہ تھے۔ نماز کے وقت قادری صاحب نے اندر بلایا

Marfat.com

اور دو جائے نماز بچھوائے اور ان کے بیڈروم میں 1+1 نماز ادا کی گئی یعنی ایک امام اور ایک مقتدی۔ قادری صاحب امام اور ہم مقتدی۔ اس دوران اکیڈمی میں وہ وہ کام کرنے کی کوشش کی جو زندگی میں کبھی سوچے بھی نہ تھے۔ مثلاً Steno Set فون کا استعمال بطور P.A سیکھنا پڑا اور مزید لائبریرین کے لئے رجسٹر اور اُن میں کتابوں کے اندراجات اور کتابوں کا الماریوں اور شیلفوں میں رکھنے کا سلیقہ تاکہ ڈھونڈنے پر فوراً مل جائیں۔ ایک روز قادری صاحب نے لائبریری کا معائنہ کیا اور پوچھا یہ کس کی کتاب ہے میں نے کہا احمد رضا خان کی۔ جس پر سخت جھاڑ کھانا پڑی کہ آئندہ اگر تم نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پورے الفاظ نہ بولے تو اچھا نہ ہوگا۔ اور یہ ادب ہی تو اصل بنیاد ہے۔ ہم سیکھتے رہے اور قادری صاحب ہماری غلطیوں کی اصلاح کرتے رہے۔

1980 سے بعد کے زمانہ میں قادری صاحب ریاض مصطفٰے کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اُن کی تعیناتی کی جگہ مغلپورہ سنٹر بھی اُن کے ساتھ چلے جایا کرتے تھے اور بقول راوی کبھی کبھی دوپہر کا کھانا بھی وہاں تناول فرمالیتے تھے۔ اُن دنوں میاں اعجاز احمد مغل پورہ گندم گودام پر انچارج AFC تعینات تھے۔ اس امر سے صرف قادری صاحب کی سادگی اور لوگوں سے محبت کی نشاندہی کرنا مقصود ہے۔ اکثر قادری صاحب کے ساتھ لاہور کے اندر ملک فیض الحسن وغیرہ کی گاڑیوں میں اُن کے ساتھ جانے کا بھی اتفاق ہوتا، جب گاڑی سے نیچے اُترتے تو لوگ بھاگ کر مجھ سے سلام دعا کرتے، جس کی مجھے فوراً وضاحت کرنا پڑتی کیونکہ ان دنوں زیادہ لوگوں کی قادری صاحب سے ذاتی شناسائی نہ تھی۔ اور قد کاٹھ اور پہناوے میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا۔ اس لیے یہ قدرتی امر تھا کہ جس سے پہلے ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی اسے تو غلطی لگنے کے امکانات ہو سکتے تھے۔

جناب حکیم حافظ مرغوب احمد ہمدانی جو اب معروف نعت خواں ہیں اُن دنوں بھی

Marfat.com

نعت پڑھتے تھے مگر اُن کے ابتدائی ایام تھے اُن کے والد مرحوم حکیم منظور احمد ہمدانی بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت اور فارسی اور اُردو کے بہت ہی اچھے نعت خوان تھے مگر وہ پیشہ ور نعت خوان نہ تھے بلکہ صرف اپنے گھر میں یا نجی ذاتی محفلوں میں ہی پڑھتے تھے کیونکہ وہ اصل میں بہت ہی ماہر طبیب حکیم حاذق تھے۔اور پانی والا تالاب پر اُن کا قدیمی دواخانہ تھا۔ منظور احمد ہمدانی کے گھر ذاتی محافل نے ہمدانی خاندان میں اُن کے بیٹوں اور پوتوں تک کو نعت کی دنیا میں اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔اُن کے مطب پر طاہر القادری صاحب کے ساتھ حکیم منظور احمد ہمدانی،مرغوب احمد ہمدانی، ریاض مصطفےٰ،جناب حافظ رمضان اور ہماری بطور سیکرٹری تصویر اُن دنوں کی یادگار ہے۔قادری صاحب کسی طور نہ پسند کرتے تھے کہ گاڑی سے اُترتے ہی چند لوگ ہی سہی اور غلطی سے ہی سہی مجھے قادری صاحب سمجھیں۔ایک روز مولوی احمد علی قصوری صاحب کا فون آیا کہ وہ طاہر القادری صاحب سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا تو آپ نے مصروفیت کا کہا۔اُسی طرح مولانا احمد علی قصوری صاحب کو جواب دے دیا گیا۔اس دوران ڈاکٹریٹ کے لیے تیار کیا جانے والا Thesis جو''Punishments in Islam'' جیسا کوئی موضوع تھا کے چند صفحے بھی ٹائپ کرنے کا اعزاز حاصل ہوا جو سارے دن میں 1 یا 1/2 صفحہ ٹائپ ہوتا تھا کیونکہ بندہ تو محکمہ خوراک میں انسپکٹر بھرتی ہوا تھا جس کی نوکری کی شرائط میں ٹائپ شامل نہ تھی۔

ایک دن وہ وقت آ گیا جس کا شاید قدرت انتظار کر رہی تھی اور ملک فیض الحسن جو شاید اُن دنوں زکوٰۃ کے صوبائی محکمہ کے کسی اہم ترین عہدہ پر اعزازی فائز تھے کہ وہ میاں صاحبان کے خاص لوگوں میں شامل تھے کا فون آیا۔انہوں نے ہیلو سے گفتگو شروع کر کے قادری صاحب سے بات کرنے کا اظہار کیا،فون ملا دیا گیا مگر جب فون بند ہوا تو قادری صاحب نے فون پر مجھے اندر طلب کیا اور پوچھا کہ میں نے ملک فیض الحسن کے فون پر

Marfat.com

ہیلو کیوں کہا تھا جبکہ اتفاق اسلامک اکیڈمی اور طاہر القادری کے سیکرٹری کو وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔ جس پر میں نے کہا کہ اگر فون کرنے والا السلام علیکم کہے گا تو میں وعلیکم السلام کہوں گا لیکن اگر کوئی ہیلو کہے گا تو میں بھی ہیلو ہی کہوں گا اور ہیلو کا جواب وعلیکم السلام میں نہیں دیا جا سکتا۔

اس طرح میری اسلامک اکیڈمی کے ملازمت کے دن مکمل ہو گئے۔ میری جگہ پر جھنگ سے ظہور نامی آدمی کو منگوایا جا چکا تھا جو شخصیت میں واقعی قادری صاحب کا سیکرٹری کم اور کا ما زیادہ نظر آتا تھا۔ بعد میں ملنے والی معلومات کے مطابق وہ جھنگ میں کسی پٹرول پمپ پر پٹرول ڈالنے کا کام کرتا تھا۔ مگر کیونکہ مشنری ہونا، ذاتی شخصیت اور خاندانی بیک گراؤنڈ تو اس ملازمت کی کوئی شرط ہی نہ تھی اس لیے اُسے ہی Prefer کیا جانا چاہیے تھا۔ اُس کا جھنگ کا رہائشی ہونا قادری صاحب کے لیے اصل میرٹ تھا۔ گویا مرے کالج سیالکوٹ سے 1968 میں گریجوایشن کرنا اور پنجاب یونیورسٹی سے M.A, Economics کی تعلیم اور پنجاب یونیورسٹی لاء کالج سے L.L.B کرنا کوئی اعزاز کی بات نہ تھی۔ بعد ازاں جب محکمہ خوراک میں انفورسمنٹ میں تعیناتی کے دوران اٹک سے رحیم یار خان تک گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کا اتفاق ہوا تو ضرب المثلوں پر یقین ہو گیا کہ لوگ کہتے تھے: ''سو ڈھنگی تے اِک جھنگی، سو جھنگی تے اِک ملتانی، سو ملتانی تے اِک ڈیرہ غازی خانی'' اور یہ ضرب المثل جھنگ کے سیاسی خانوادوں جو پیر صاحبان ہیں اور ملتان کے پیروں اور وڈیروں اور ڈیرہ غازی خان کے وڈیروں، سیاسی شخصیات پر بالکل درست اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔

اگلے ہی روز مجھے دفتر میں بلا کر قادری صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنا حساب لے لیں اور واپس اپنے محکمہ میں چلے جائیں اور وہاں ہمارے مشن کے لیے کام کریں جس پر

Marfat.com

میں نے عرض کی کہ میں تو مشن کے تحت آیا تھا، آپ اگر مجھے واپس بھیجنا چاہتے ہیں تو پھر اس کی ذمہ داری آپ پر ہی عائد ہوگی۔ خداوند تو نیتوں کے حال جانتا ہے اور یوں ہم اپنا حساب چکتا کر کے واپس محکمہ خوراک میں جا پہنچے۔

میری عقل ناعاقبت اندیش کے مطابق کسی تناور درخت کے نیچے خدائی قانون کے تحت کوئی دوسرا بڑا درخت نہ اُگ سکتا ہے اور صرف گھاس یا ننھے خودرَو پودے ہی نکل سکتے ہیں کیونکہ تمام غذا پانی و دھوپ تو بڑا درخت حاصل کر لیتا ہے اور دوسرا ایسی صورت حال میں بڑا درخت تناور اور مضبوط ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے درخت کو اپنے Substitute کے طور پر اُبھرنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ جس کی مثال راؤ ارتضٰی حسین اشرفی پروفیسر اسلامیات ہیں، قادری صاحب کے ذہن میں کہیں خطرہ موجود تھا کہ کوئی کبھی اُن کی تربیت کا فائدہ اُٹھا کر فن تقریر میں ماہر نہ ہو جائے۔ ادارہ منہاج القرآن جس کو M-365 بلاک اور کوٹ لکھپت / بغداد ٹاؤن کی ساری جگہ میاں نواز شریف کے پنجاب کے چیف منسٹری کے دوران ادارہ کو دی گئی۔ جس کے لیے یقیناً کوئی قانونی طریقہ ہی اختیار کیا گیا ہوگا۔ مگر جب میاں صاحبان اور قادری صاحب میں رنجش عروج پر پہنچی اور اخبارات میں فائرنگ تک کی خبریں لگتی رہیں تو میرے علم کے مطابق کبھی ان دو پلاٹس جو نہایت قیمتی تھے کی بابت کوئی خبر نہ آئی اور میاں صاحبان نے ازخود کنارہ کشی اختیار کر لی کہ تماشا بننا اور بنانا اچھی بات نہ ہے۔

جبکہ کسی فقیر اور درویش / صوفی کا کسی صاحب الامر / راجہ مہاراجہ سے روابط رکھنا ہی فقر اور تصوف کے منافی ہے۔ جبکہ علماء سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ یہ باتیں حقیقت پر مبنی ہیں اور میں کسی ذاتی بنا پر ایسا نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں بے روزگار نہ ہوا تھا بلکہ خدا کا شکر کہ میں نوکری چھوڑ کر نہ آیا تھا جیسے خلیل صاحب شرقپور شریف والے MCB کی نوکری

Marfat.com

چھوڑ کر آ گئے تھے اور تمام عمر کشمکش روزگار میں گزار کر اب تک مشن اور محسن کو یاد کرتے ہیں۔

1990 کے بعد ایک مرتبہ ملک فیض الحسن صاحب کے گھر پر میرا اور ملک صادق کے جانے کا اتفاق ہوا کہ ہم سمن آباد میں تھے سوچا ملک صاحب کو مل لیں ملاقات پر وہ بولے تم نے کچھ سنا؟ ''قادری چند روز میں نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔'' میں نے سوچا F1 جو اول اول ساتھ چلے تھے، قادری صاحب سب کی گردنوں اور سروں پر پاؤں رکھتے ہوئے اگلی صف میں پہنچ گئے۔ پھر آپ نے سیاسی جماعت بنالی اور یوں اپنے اصل عزم کا اظہار کر دیا اور ساتھ اُس ٹیپ کی باتیں بھی چل نکلیں۔ جس میں آپ نے خطابت کے جوش میں فرما دیا کہ حضور ﷺ نے مدینہ شریف واپسی کا مجھ سے کرایہ مانگا تو لوگوں میں دھوم مچ گئی کہ حضور ﷺ بھی کرایوں کے ضرورت مند ہیں۔ اس بات سے قادری صاحب کی شہرت کو شدید دھچکا لگا۔ سیاسی جماعت میں مولوی احمد علی صاحب قصوری جن سے آپ بات کرنا اور ملاقات کرنا پسند نہ کرتے تھے کو نائب صدر مقرر فرما دیا گیا۔ حضرت احمد علی صاحب علامہ اقبال ٹاؤن کے علاقہ آصف بلاک میں جہاں کا راقم دیرینہ رہائشی ہے میں سیاسی Campaign کے سلسلہ میں کارنر میٹنگ کے لئے تشریف لائے تو میرے چند پرانے دوست جن کو میں زبردستی اتفاق اسلامک اکیڈمی اور ادارہ منہاج القرآن ساتھ لے کر جاتا تھا وہ گھر پر آئے اور قبلہ مولانا احمد علی صاحب قصوری کی کارنر میٹنگ میں ساتھ چلنے کو کہا اور زبردستی ساتھ لے بھی گئے۔ جب حضرت نے تقریر ختم کی جس کا لُب لباب تھا کہ اسلام کے عملی نفاذ کے لئے طاقت کی ضرورت ہے جو اسمبلی میں زیادہ نشستیں حاصل کر کے حاصل کی جا سکتی ہے، وہ لوگوں کو آئندہ الیکشن میں ووٹ دینے پر قائل کرتے رہے۔

میں چونکہ قادری صاحب کے سیاست جیسے گندے کھیل میں ملوث ہونے کو مناسب نہ سمجھتا تھا اس لیے مولانا سے سوال کیا کہ حضرت قادری صاحب نے درس تصوف

Marfat.com

سے آغاز فرمایا جو ڈاکٹر محمد علی کے گھر میں ہوتا تھا تو برائے مہربانی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اور حضرت میاں میر صاحب کی سیاسی پارٹی یا اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے کسی بادشاہ وقت کی کی گئی امداد بتادیں حالانکہ بابا فرید الدین شکر گنج کی زوجہ محترمہ بادشاہ وقت کی بیٹی تھیں۔ تا کہ آپ کی منطق سے اتفاق کر کے ہم بھی آپ کے لئے ووٹ مانگنے نکلیں۔ مگر حضرت احمد علی صاحب اس کا کوئی مناسب جواب نہ دے سکے۔ میرے ساتھ گئے دوست نے مولانا کو بتایا کہ یہ طاہر القادری صاحب کے پہلے سیکرٹری رہے ہیں تو حضرت نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا کہ ان کو کبھی دیکھا نہیں۔ مجبوراً مجھے کہنا پڑا حضرت جب میں وہاں تھا تو آپ کا داخلہ اتفاق اسلامک اکیڈمی میں بند تھا اور یہ کہ قادری صاحب آپ سے گفتگو بھی کرنا پسند نہ فرماتے تھے جس پر حضرت بہت جز بز ہوئے۔

جناب طاہر القادری صاحب نے سیاست کے خارزار میں کافی عرصہ ضائع کرنے کے بعد پھر اپنے اصل کی طرف رُخ موڑا اور الحمدللہ اب وہ دین کی اور مسلک اہل سنت والجماعت بریلوی کی پاکستان بلکہ دنیا بھر میں بھرپور نمائندگی کر رہے ہیں اور تعلیم کے میدان میں منہاج القرآن سکول سسٹم آہستہ آہستہ کامیابی سے اپنے قدم جما رہا ہے۔ گو دوسرے سکول دار ارقم وغیرہ بھی کافی کامیابی حاصل کر رہے ہیں مگر داخلہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس مسلک کے ماننے والے اور پڑھانے والے ہیں۔ گو علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے مگر علم نافع کا حصول زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے منہاج القرآن سکول سسٹم کو مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اہل سنت والجماعت بریلوی حضرات کو مکمل تفصیل سے آگاہی کی جانی ضروری ہے تا کہ وہ اپنے بچوں کو اپنے مسلک کے مطابق سکولوں میں داخل کروائیں اور والدین بچوں کے داخلہ سے قبل مسلک کی بابت معلومات

Marfat.com

حاصل کریں تو دوررس نتائج نکلیں گے۔

پروفیسر صاحب قبلہ کی قرآن فہمی عشق رسول اور محبت اہل بیت وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام کی تعلیمات کے سلسلہ میں کی گئی خدمات بلاشبہ ناقابل فراموش اور تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔خداوند آپ کے علم اور عمل اور عشق کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین۔

مجھے جو چیز سب سے زیادہ تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے کہ پروفیسر صاحب قبلہ نے تحریر اور فن تقریر میں کوئی نامور تلامذہ نہ پیدا کیے اور زندگی موت تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔اُن کے بعد اُن کی محنت اور موجودہ ادارہ کا نقش ان کی عدم موجودگی میں زیادہ دیر تک اسی صورت قائم رکھنا مشکل ہوگا۔کہ ان کی اولاد میں بھی کوئی ان کے ہم پلہ نہ ہے۔اللہ پاک بہتر انتظامات فرمانے والا ہے اور اگر اُس کی رضا شامل رہی تو وہ کوئی نہ کوئی ایسا انتظام فرمائے گا کہ قرآن فہمی عشق رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرام کے عشق کا دھندہ چلتا رہے گا اور وہ اُس میں روز افزوں اضافے کا بھی انتظام فرمائے گا کیونکہ یہ امور صدیوں سے چل رہے ہیں اور تا ابد چلتے ہی رہیں گے اور شخصیات اور ادارے اپنے اپنے نقوش تاریخ میں چھوڑ جاتے ہیں ہمیشہ رہنے کے لیے۔اللہ پاک ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی اور استحکام عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ذاتی سیکرٹری، لائبریرین، اور ان کی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے چند صفحات ٹائپ کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا اس دوران آپ کے پیر مکرم حضرت سید طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی سے متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں میرے پرانے دوست ملک محمد صادق صاحب نے بھی آپ سے شرف بیعت حاصل کیا چونکہ میں سلسلہ نقشبندیہ میں کرمانوالہ شریف میں حضرت سید محمد علی

Marfat.com

شاہ صاحب کا مرید تھا لہٰذا پیر مکرم سے بیعت نہ کر سکا۔ جب میں نے حضرت سیدنا پیر طاہر علاؤالدین قادری کا رُخ منور دیکھا تو حضرت سید شیخ عبدالقادر گیلانی جن کی قبل ازیں زیارت ہو چکی تھی ذرہ بھر فرق نہ پایا۔ اور حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری ہو بہو اپنے جد اعلیٰ کی مکمل شبیہہ نظر آئے جس سے پہلی زیارت کی بھی عملی تصدیق ہوگئی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

Marfat.com

سرکار حکیم حضرت صوفی عبدالحمید قادری چشتی مدظلہ العالی

حضرت سید محمد علی شاہ صاحب کرمانوالہ شریف کے وصال کے بعد بندۂ ناچیز ایک مرتبہ پھر بے دست و پا ہو گیا اور باوجودیکہ نیک اور پاک ارواح مقدسہ کی عنایات سے خالی نہ تھا مگر بے چینی محسوس ہوتی کہ آپ کی زندگی مبارک میں حاضر ہو کر ''مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں جہاں ہو'' کے مصداق ہو جاتا مگر آپ کے پردہ فرمانے پر ظاہری سعادتوں سے محرومی ہو گئی۔

1997 میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر (جہلم) تعیناتی کے دوران عارضہ قلب بھی لاحق ہونے لگا پھر جہلم سے فیصل آباد انفورسمنٹ آفیسر کی تعیناتی کے دوران ایک روز چچا مشتاق صاحب لاہور میں گھر پر تشریف لائے اور بتایا کہ وہ مردِ کامل جس کی اُنہیں تلاش تھی مل گیا اور یہ کہ اُنہوں نے اپنے بیٹوں سمیت حضرت سے بدوملہی میں ہی ملاقات کر کے اُن کی بیعت سے بھی سرفراز ہو چکے ہیں۔ مجھے بھی حضرت سے شیخوپورہ ملاقات کے لیے آمادہ کیا اور یوں ہم ایک روز شیخوپورہ شہر سے ملحقہ جیون پورہ شریف میں حضرت صوفی قبلہ حکیم عبدالحمید صاحب قادری چشتی کے حضور حاضر ہو گئے۔ چچا جان نے آپ کے حضور پیش کرتے وقت کہا ''سرکار! یہ بہت ہی بھوکا اور پیاسا ہے اس پر بھی نظر کرم کیجیے۔'' میں نے حضرت کو کرمانوالہ شریف میں نقشبندی سلسلہ میں بیعت کی بابت آگاہ کیا اور بیعت کی بھی درخواست کی تو آپ نے فرمایا ''ہر ادنیٰ ہر اعلیٰ کی طرف ہر وقت پرواز کر سکتا ہے۔'' یہ کہ ہم

Marfat.com

رہبر مکرم پیر معظم قبلہ حضرت عبدالحمید چشتی قادری کی
صاحب کتاب اور صاحبزادہ محمد فہد جاوید ہاشمی کے ہمراہ یادگار تصویر

Marfat.com

پیر مکرم جناب صوفی عبدالحمید قادری چشتی جیون پورہ شیخوپورہ

Marfat.com

آپ کی آرزوئے بیعت اپنے پیر صاحب قبلہ حضرت مولوی عالی نرالی سرکار حفیظ اللہ صاحب کو بڑیلہ شریف گجرات بھجوادیں گے اور حکم ہونے پر ہی بیعت کیا جائے گا۔“ مزید فرمایا کہ بیعت ایک دفعہ ہوتی ہے دوبارہ طلب بیعت ہوتی ہے۔“ مزید یہ کہ بیعت سے قبل ہر طرح کی تسلی تشفی کرنا ضروری ہے کہ پیر کی صحبت میں جملہ شرعی احکام کی پابندی کی جاتی ہے۔ لہذا آپ حاضری دیتے رہیں اور تسلی تشفی کریں تقریباً چار ماہ کا عرصہ گزر گیا ہم ہر ماہ چاند کی 27 ویں کو ختم شریف غوثیہ میں بعد از نماز مغرب شیخوپورہ میں حاضر ہوتے رہے مگر وہاں کوئی غرض/لالچ یا مریدین کی جیب پر نظر اور دنیاوی مرتبہ کو مدنظر رکھنا نظر نہ آیا۔ اللہ پاک کی طرف سے مقررہ مدت کے بعد ختم شریف کے موقع پر آپ نے اس فقیر کو تخلیہ میں طلب فرمایا اور کہا آپ کی بیعت کی اجازت مل گئی ہے۔ اور ہاتھوں میں ہاتھ لے کر فقیر کو فقر اور طریقت کی تسبیح میں ایک موتی بنا کر پرولیا۔ اس موقع پر اپنی قلبی واردات جو بعد ازاں آپ کی مہربانی سے بصورت آمد عطا ہوئی۔ پیش نہ کرنا طریقت/فقر کی عظمت کو چھپانے کے مترادف ہوگا۔ ع

ازل سے جاری میخانے کی سب کو کیا خبر یارو
سہانی نور کی گھاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
لیا کب ہاتھ ہاتھوں میں دیا کب رازِ روحانی
میرے مرشد کی سوغاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
فقط ایک تار جنبانی جو دِکھنے میں بھی نہ آئے
اُسی اِک تار کی کاٹیں مجھے سونے نہیں دیتیں
مچے گا روز افزوں عشق کا مندا سا یہ دھندہ
کہ اب منصورؒ کی باتیں مجھے سونے نہیں دیتیں

Marfat.com

چمن سے پھر دیوانہ خود سوئے مقتل چلا آئے
حسن کی خاص یہ گھاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
یوں سولی کی چبھن اُترے گی میرے نیم جاں تن میں
تصور میں ہی پروانوں کی اموातیں مجھے سونے نہیں دیتیں
تیرے اِن نیم کش نینوں میں رِم جھم کیسی لگتی ہے
میرے سپنوں کی برساتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
رہو تم شاد اور آباد گلشن میں ماہِ آخر
پیارے مصطفےٰ ﷺ کی یہ عنایاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
لٹاؤں میں کہاں من کا یہ مندر کس کو دوں پُرسہ
نبی ﷺ کی آل کی شامِ نمرا باتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
کسی کے من میں رہنا ہوا گر چھپ چھپ کے آئے مخفی
تو پھر کیوں راز کی ساعاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
طبیب عشق بُلھےؒ کا کہاں ہے رنگ و آہنگ میں
کہ مجرے کی مناجاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں
اُٹھو اب اِس جہاں سے کہ پارسؔ وقتِ رُخصت ہے
کہ عزرائیل کی گھاتیں مجھے سونے نہیں دیتیں

حضرت نے بیعت کے وقت آئندہ سبق دینے کا وعدہ فرمایا مگر وظائف عطا فرما دیئے۔ جب اگلی دفعہ حاضری ہوئی تو دریافت فرمایا کہ ''اس دوران بیتی ہوئی کیفیت بیان کرو۔'' جس پر بندہ نے بیعت کے ایک ہفتہ کے اندر وقوع پذیر ہونے والی روحانی واردات پیش کردی کہ ''رات خواب اور بیداری کے درمیان پیر صاحب قبلہ کی زیارت ہوئی

Marfat.com

تو آپ دوزانو تشریف فرماتھے، میرے سر کے اوپر کسی بزرگ سے اسم ذات پاک ''اللہ'' کا مبارک نور آپ کے سینے مبارک میں منتقل ہوکر مثل آتش فشانی دہک رہا ہے جس کا عکس میرے سینے میں اُتر کر مہر کی مانند چمک رہا ہے۔'' حضرت نے خواب سنا تو فرمایا کہ ''تمہاری تو ابتدا وہاں سے کی گئی جہاں پر عموماً انتہا ہوتی ہے۔ اور یہ کہ عالی پاک سرکار پیر بابو غلام سرورؒ قریشی لاہوری کی مریدہ بی بی مہر النسا حضرت بڑیلہ شریف والوں سے بار بار اسم ''اللہ'' اپنے قلب پر لکھنے کی درخواست کرتی رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا آپ کو سبق کی ضرورت نہ ہے اور آپ کو الہامی طور پر سبق عطا کر دیا گیا ہے۔

یوں حضرت نے ظاہراً عرصہ 14 برس گزرنے کے باوجود آج تک اس درویش کو سبق نہ دیا صرف چند وظائف جن میں سورۃ یاسین، درود شریف تاج، درود شریف لکھی، درود شریف مستغاث، شجرہ شریف قادری طرطوسی اور شجرہ شریف چشتی نظامی روزانہ بعد نماز فجر پڑھنے کی ہدایت کی اور درود شریف خضری کے ورد کا بکثرت حکم دیا۔

ہر حاضری پر آپ گفتگو کا آغاز اپنے پیر مکرم حضرت بڑیلہ شریف سرکار سے کرتے گھنٹوں گفتگو کا موضوع حضرت کی ہی ذات مقدس رہتی مگر اس دوران نایاب موتیوں کی بھی بوچھاڑ ہوتی رہتی، آپ قرآن پاک کی آیات مبارکہ، حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ اور فارسی زبان میں انعمت علیھم اور عباد اللہ الصالحین خصوصاً فقراء کے سردار مولانا جلال الدینؒ رومی کی مثنوی سے چن چن کر فارسی اشعار کلام فرماتے ہیں پھر اُن کا ترجمہ بھی ہمارے سمجھنے کے لیے بیان فرماتے ہیں۔ اردو اور پنجابی کے صوفیائے کرام خصوصاً حضرت بابا بلھے شاہ، عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش، حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہور حمہم اللہ تعالیٰ کا کلام بیان فرماتے ہیں اور اُس میں تہہ در تہہ چھپی فقیرانہ رمزوں اور اشاروں کنایوں سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔ انگریزی کا ایک فقرہ بھی آپ اکثر دُہراتے

Marfat.com

ہیں: "God is Love" اور "Love is God"۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی دینی تعلیم باقاعدہ حاصل نہ کی ہے مگر میرے پیر صاحب قبلہ نے مجھے جاہل بھی نہیں رہنے دیا۔ اپنے حضرت صاحب سے اپنی بیعت کی بابت معنی خیز گفتگو فرماتے ہیں کہ اپنے والد مکرم کی اور اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے ودیعتی اثرات کی وجہ سے نوجوانی میں ہی دماغ یہ سوچتا تھا کہ میں دنیا میں کس کام کیلئے آیا ہوں کیا صرف دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے اور یہ کہ جس نے دنیا پیدا فرمائی اس کی تلاش بھی کرنا چاہیے اور یوں دل جلتا اور میٹھی لذت والی درد محسوس ہوتی کہ اُس سے زیادہ حظ مجھے آج تک نہ آیا ہے۔ دل یہی چاہتا تھا کہ یہ درد اس قدر بڑھے کہ سب جل جائے اور میں خاک ہو جاؤں۔ میرا نشان بھی باقی نہ رہے، کبھی سر اور بھنویں منڈوا کر جنگلوں میں نکل جاتا اور کئی کئی روز تک گھر والوں کو کوئی خبر نہ ہوتی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اگر تمہارا یہی خیال ہے تو اپنے والد محترم کے پیر صاحب حضرت محبّ النبی مولوی عبدالغنیؒ چشتی نظامی کے صاحبزادے حضرت حفیظ اللہ قادری چشتیؒ بڑیلہ شریف والوں کے پاس جاؤ۔ اس پر حضرت قبلہ صوفی صاحب شیخوپوروی کے مطابق اُنہوں نے بڑیلہ شریف والی سرکار کو دو یا تین خط لکھے اور اُنہیں تحریری، زبانی اور قلبی طور پر بھی اپنا رہنما اور پیر تسلیم کر لیا، اپنے والد محترم سائیں رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب سے اجازت کے بعد بڑیلہ شریف حاضر ہو کر حضرت قبلہ سرکار حفیظ اللہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپ کے ساتھ جانے والے آپ کے والد کے دوست نے آپکو سرکار پاک کی خدمت میں پیش کر دیا، قبلہ بڑیلہ شریف سرکار بہت شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ بیعت کرنے سے قبل قبلہ صوفی صاحب کے مطابق آپ نے حضرت سے کہا کہ میں بچہ ہوں اور میرے پاس کوئی ایسی عینک نہ ہے کہ میں دیکھ سکوں کہ آپ مجھے اللہ پاک تک پہنچا سکیں گے یا نہیں اور اگر آپ میرا ہاتھ پکڑ کر دونوں جہان سنوار سکتے ہیں تو میرا ہاتھ پکڑ

Marfat.com

لیں۔ بقول قبلہ صوفی صاحب حضرت نے اس پر قسم کھائی کہ وہ یہ کام ضرور کریں گے مگر میرے دوبارہ دریافت کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا اور یوں میں نے ایک دوروز قیام بڑیلہ شریف کے بعد واپسی کا فیصلہ کیا اور ہمراہی کے ذریعے اجازت طلب کروائی جس پر حضرت سرکار پاک نے طلب کر کے فرمایا کہ ''میرا ارادہ تو آپ کو رکھنے کا تھا اگر جانے کا پروگرام ہے تو ٹھیک ہے۔'' لہٰذا قبلہ صوفی صاحب بڑیلہ شریف سے شیخوپورہ کے لیے رخصت ہو گئے مگر راستے میں ہی اندر طوفان برپا ہو گیا اور نعرہ ہائے مستانہ گونجنے لگے۔ یوں بڑیلہ شریف کی سرکار پاک نے روز ازل سے اُن کے ہاتھوں مقررہ فیض خاص سے نوازنا شروع کر دیا۔

قبلہ صوفی صاحب شیخوپوری حضرت کی یادیں اپنے مریدین میں ہر وقت تازہ رکھتے ہیں اور خوشبوئے مرشد بکھیرتے رہتے ہیں اور کلام کا سلسلہ کئی کئی گھنٹوں پر محیط ہوتا ہے کہ یادداشت اور ذخیرہ الفاظ میں آپ کے پیر صاحب نے آپ کو خاص فیض سے نوازا ہے۔ آپ مریدین سے فرماتے ہیں کہ ''جو فرض نمازوں کی ادائیگی نہیں کرتا اس کا شیخوپورہ (جیون پورہ) میں آنا، کرایہ خرچ کرنا اور واپس جانا اور مشقت بالکل بیکار ہے۔'' اور یہ کہ ''جو نماز کی مکمل پابندی نہیں کرتا وہ یہاں نہ آئے۔''

حضرت ہر ماہ 27ویں چاند کو ختم شریف غوثیہ اور لنگر شریف کا اہتمام اپنی خصوصی گرہ سے کرتے ہیں اور لنگر اپنی نگرانی میں مریدین اور گاؤں والوں کو کھلاتے ہیں۔ خود باوجود کولہے کی ہڈی کی خرابی نماز پنجگانہ باجماعت کرسی پر بیٹھ کر ادا فرماتے ہیں۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد خصوصی حجرہ جو اپنے مربی اور پیرومرشد کے ایک مرتبہ قیام کی جگہ پر تعمیر کروایا میں خصوصی حاضری دیتے ہیں۔ حجرہ خصوصی کی تزئین و آرائش کمال خوبی سے کی گئی ہے کہ محبت اور عقیدت کی ایک مثال ہے کہ نرالی سرکار پاک کے استعمال شدہ پلنگ، حقہ، کرسی اور جائے نماز کے ساتھ آپ کی بے شمار تصاویر دیدہ زیب فریموں میں خوبصورتی

Marfat.com

سے سجا کر رکھی گئی ہیں۔ حجرہ کی دیواروں پر ملتانی شیشہ آرٹ میں بڑیلہ شریف کے دربار شریف کا بیرونی منظر کا عکس انتہائی مہارت سے تیار کروایا گیا ہے جو دروازہ کھلتے ہی بالکل سامنے ہے۔ حضرت بابو غلام سرور قادریؒ (دادا پیر) المعروف لاہور شریف سرکار کی بھی چند نایاب تصاویر حجرہ میں موجود ہیں۔ گاؤ تکیے لگا کر حضرت کی تصاویر تکیوں پر رکھی ہیں اور تکیوں کے نیچے فوم شیٹ کی گدیاں موجود ہیں یوں لگتا ہے کہ حضرت گدیوں پر تکیوں سے ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ تصاویر کو ہاروں سے مزین کیا گیا ہے اور فوم پر بچھی پلاسٹک شیٹ پر روزانہ گلاب کے پھولوں کی پتیوں کا ڈھیر سجایا جاتا ہے۔ جس سے حجرہ ہر وقت مہکتا رہتا ہے۔ ایک بڑا شیر بھی بیٹھا ہوا ہے۔ ان تصاویر میں سے حضرت نے بڑیلہ شریف سرکار کی ایک تصویر اس خادم کو بھی عطا فرمائی اور فرمایا اسے اپنے گھر میں رکھو خیر و برکت کا باعث ہو گی۔ صوفی صاحب قبلہ پیر محترم المقام اکثر اپنی انگوٹھیاں تبدیل فرماتے رہتے ہیں کبھی میری کوئی انگوٹھی خود پہن لیتے ہیں اور چند ماہ پہننے کے بعد دوبارہ واپس فرما دیتے ہیں۔ آپ نے ایک انگوٹھی زمرد عطا کی اور فرمایا اسے میری نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھنا۔ تسبیح اور ٹوپی زیر استعمال بھی عطا فرمائیں جو میں نے محفوظ کر رکھی ہیں۔

2000ء میں میرے دل کے آپریشن کے بعد آپ نے سگریٹ نوشی سے منع فرماتے ہوئے اپنا زیر استعمال حقہ بھی میری گاڑی میں رکھوا دیا اور فرمایا کہ میں اپنے پیر کی سنت پوری کرتے ہوئے حقہ پیتا ہوں تم بھی حقہ استعمال کیا کرو کیونکہ لاہور گھر میں کوئی حقہ تیار کرنے والا نہ تھا اس لیے اب حقہ کو گاؤں پہنچا دیا گیا ہے اور وہاں قیام کے دوران میں اُسے ہی استعمال کرتا ہوں۔

کبھی کبھی قبلہ کے ہمراہ اور کبھی لاہور سے براہِ راست بڑیلہ شریف حاضری کا اتفاق ہوا جہاں ہر ماہ چاند کی 10۔ تاریخ کو گیارہویں شریف کے ختم کا انعقاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

بڑیلہ شریف میں ایک علیحدہ ہی نظام دیکھنے میں آیا جو اکثر درباروں پر نہ دیکھا تھا بلکہ پاکستان میں میں نے کسی دربار پر نہ دیکھا ہے، انتظامات دربار شریف، لنگر اور قیام کا فقید المثال طریقہ اپنایا گیا ہے۔ ہر معاملہ میں زائرین کو بہترین سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ دربار شریف سے ایک کلومیٹر پہلے پیدل چلنے والوں کے لیے راستے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ گاڑیوں و موٹر سائیکلوں کی پارکنگ کے لیے وسیع انتظامات کیے گئے ہیں۔ جہاں مریدین اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں اندر صرف موجودہ شہنشاہ حضرت صاحبزادہ پیر رفیق اللہ صاحب کی گاڑی دربار تک جا سکتی ہے۔

گیارہویں شریف پر ختم شریف میں تلاوت قرآن، نعت شریف اور شجرہ شریف قادریہ اور چشتیہ پڑھا جاتا ہے اور دعا کے بعد لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جس کا وافر انتظام ہوتا ہے۔ لنگر خانہ علیحدہ بڑے ہالوں کی صورت میں احاطہ دربار سے ملحقہ تعمیر شدہ ہے۔ احاطہ لنگر کے باہر لان میں زائرین کے اپنی باری کے انتظار کے لیے سینکڑوں کرسیاں رکھی ہیں۔ لنگر ہال کے اندر میزوں اور کرسیوں پر لنگر پیش کیا جاتا ہے اور ہر میز پر مریدین کی ڈیوٹی ہے کہ زائرین کی ضرورت کے مطابق لنگر فراہم کیا کریں۔ جب ایک جماعت فارغ ہو جاتی ہے تو باہر کرسیوں پر فروکش منتظر زائرین ہال میں چلے جاتے ہیں۔ 10 سے 11 تاریخ شام تک لنگر کی بھرپور فراہمی کی جاتی ہے۔ سالانہ عرس کے موقع پر کیونکہ زائرین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے لنگر کی تقسیم کا طریق کار بدل دیا جاتا ہے۔ لمبی قطاروں میں موجود زائرین کی آسانی کے لیے لوہے کے راڈ لگا کر راستہ بنایا جاتا ہے تاکہ بدنظمی کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ ختم شریف کے بعد زائرین احاطہ دربار سے اُن قطاروں میں ہی باہر نکلتے ہیں اور دروازہ پر اُنہیں لنگر دے دیا جاتا ہے۔ اُس وقت احاطہ دربار میں اندر آنے کے تمام راستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ انتظامات کی اعلیٰ عملی صورت کی وجہ سے ہر کام بغیر کسی بدنظمی کے

Marfat.com

احسن طریقے سے سرانجام پاتا ہے۔قبلہ صاحبزادہ صاحب خود موقع پر انتظامات کا اپنے صاحبزادگان کے ہمراہ جائزہ لینے کے لیے موجود رہتے ہیں۔زائرین کو حضرت سے ملاقات کا وقت بھی دیا جاتا ہے مگر کسی سے ہاتھ نہیں ملایا جاتا چونکہ لوگ دست مبارک کے بوسہ کی کوشش کرتے ہیں۔اگر کوئی باوجودیکہ ایسی کوشش کرے تو اپنی چھوٹی چھڑی سے اس کی خبر بھی لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرس شریف میں ہمراہ حضرت قبلہ صوفی صاحب شرکت کا موقع ملا صاحبزادہ صاحب زائرین سے ملاقات کے لیے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔صوفی صاحب کمرہ مذکور میں داخل ہوئے اور ہاتھ باندھ کر قیام کی صورت میں صاحبزادہ صاحب کی طرف چہرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔اور دیدار کی صورت اپنالی۔اُدھر صاحبزادہ صاحب نے آپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور نظریں 10، 15 منٹ تک ملی رہیں، پھر صاحبزادہ صاحب دیگر زائرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔نہ سلام نہ دعا نہ ہی ظاہراً کوئی بات ہوئی اور صوفی صاحب تھوڑا سا خمیدہ ہو کر کمرے سے باہر آ گئے۔آج معلوم ہوا کہ نگاہِ مردِ مومن کس طرح بغیر بات چیت اپنے تمام خیالات کا تبادلہ کر لیتی ہے۔صوفی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا سلام تو سلام علیکم ہے مگر خاص لوگوں کا سلام قلبی اور روحانی سجدہ ہے تو پھر جب آنکھوں آنکھوں میں ہر معاملہ بیان ہو جائے اور جواب بھی آ جائے تو عوام الناس کو اس کی خبر کیوں ہونے دی جائے؟

میرے پیر و مرشد قبلہ صوفی صاحب اکثر بیان فرماتے ہیں کہ اُن کے حضرت قبلہ عالم حضرت پیر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی کسی دربار یا بزرگ کی بات کرتا تو ضرور دریافت فرماتے کہ لنگر شریف ہے، تو نہ میں جواب آنے پر خاموشی اختیار فرماتے اور ہاں میں جواب پر فرماتے "لنگر ہے تو سب کچھ ہے" کبھی فرماتے کہ درباروں پر رونق کیوں ختم

Marfat.com

ہو جاتی ہے۔ پھر خود ہی فرماتے کہ ''زائرین سے پیار محبت اور لنگر نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔''

قبلہ بڑیلہ شریف کا فرمان ہے کہ ''مجھ سے اور تو کچھ نہیں ہو سکا میں نے صرف لنگر کو اپنایا ہے۔'' اور یہ کہ ''اب تلوار نیام میں ہے، میرے بعد یہاں سے لوگوں کو فیض بھی بہت زیادہ ہوگا اور لنگر میں بھی بہت اضافہ ہوگا۔'' فرمایا ''وہ موجودہ صاحبزادہ صاحب سے اس لیے خوش ہیں کہ انہوں نے لنگر کو بڑھایا ہے۔'' اور یہ کہ ''آئندہ سارا انتظام تو انہوں نے خود کرنا ہے اور قبر میں گچھو مچھو ہو کر تو نہیں لیٹے رہنا۔'' صوفی صاحب قبلہ ہر وقت ہر لمحے اپنے پیر و مرشد کی باتیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کے حضرت صاحب نے فرمایا: ''جس نے اپنے پیر و مرشد کی باتیں بار بار دہرا کر اپنے پیر کا نام روشن کیا تو پھر پیر بھی اس کا نام روشن کر دیتا ہے اور جس نے پیر کے نام کو گم کر دیا پیر نے بھی اس کا نام گم کر دیا۔''

صاحبزادہ قبلہ محمد رفیق اللہ صاحب بڑیلہ شریف نے مری سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مریدین اور زائرین کے لیے لنگر خانہ اور قیام کے لیے پہاڑ پر 5،4 منزلہ عمارت تعمیر کر رکھی ہے، جہاں حاضری کا پہلا اتفاق قبلہ صوفی صاحب اور آپ کے صاحبزادے مقصود احمد صاحب کی معیت میں ہوا۔ صاحبزادہ مقصود احمد صاحب کی گاڑی میں طویل مسافت کے بعد جب شیخوپورہ سے مری پہنچے تو تھکاوٹ سے برا حال تھا حالانکہ صاحبزادہ صاحب اور میں کار کو باری باری چلاتے رہے تھے۔ مری میں پیر خانہ پر پہنچ کر وہاں کے انتظامات دیکھ کر بھی خاصی حیرت ہوئی کہ چوٹی پر خوبصورت اور دیدہ زیب چھوٹی سی مسجد جس کے نیچے دو کمرے تھے، ایک کمرہ بڑیلہ شریف سرکار کی یادگار جس میں عمدہ قالین پر خوبصورت پلنگ اور کرسی پڑی تھی جبکہ دیواروں پر آویزاں حضرت کی تصاویر اور میز پر ''گلزار سروری و محب النبی'' کی خوبصورت منقش جلدیں پڑی تھیں۔ دوسرا کمرہ موجودہ سجادہ

Marfat.com

نشین دربار عالیہ کا ذاتی کمرہ تھا جہاں آپ دوران قیام رہائش رکھتے ہیں۔ دونوں کمروں کے ساتھ کھلا صحن جس میں 50،40 خوبصورت کرسیاں موجود ہیں جن پر زائرین بیٹھ کر قدرت کی خوبصورتی اور موسم کی خوشگواری سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اس سے نیچے ایک طرف چند کمروں پر مشتمل مردانہ آرام گاہ جس میں چارپائیاں بچھی ہوئی، نہایت صاف بستر اور رضائیاں موجود، آرام گاہ کے سامنے مردانہ لنگر خانہ جس میں مقررہ اوقات پر سکول کی گھنٹی کی طرح گھنٹی بجنے پر زائرین کو پلاسٹک کی اعلیٰ اور صاف چٹائیوں پر لنگر فراہم کیا جاتا ہے۔ 4 بجے چائے کی گھنٹی بج جاتی ہے۔ نچلی منزل میں خواتین کی علیحدہ آرامگاہ اور علیحدہ لنگر خانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے نیچے گراؤنڈ فلور پر حضرت کا Stud Form موجود ہے جس میں اعلیٰ نسل کے گھوڑے موجود ہیں۔ رات 10 بجے کے بعد خونخوار کتوں کو کھول دیا جاتا ہے جو صبح تک احاطے کے اردگرد حفاظت کی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔

قبلہ حضرت صاحبزادہ رفیق اللہ صاحب مری میں موجود نہ تھے اور دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ آپ آج ہی گجرات، بڑیلہ شریف تشریف لے گئے۔ آپ کے خدام زائرین کی بھرپور خدمت میں مصروف تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا کمرہ بند تھا مگر حضرت بڑیلہ شریف کا کمرہ زائرین کے لیے کھلا تھا۔ قبلہ صوفی صاحب اور صاحبزادہ مقصود احمد کے ہمراہ کمرۂ خاص میں حاضری کے موقع پر حضرت بڑیلہ شریف کی قد آدم تصویر نے مجھے جیسے جکڑ لیا، وقت کا احساس جیسے ختم ہو گیا یوں لگا حضرت کمرہ میں تشریف فرما اپنا تصرف فرما رہے ہیں۔ لمحوں میں گھنٹوں کی تھکاوٹ جاتی رہی اور روح قلب اور جسم شاداں و فرحاں ہو گئے، اندر کا موسم باہر کے موسم سے بھی خوبصورت ہو گیا۔ روح بلند و بالا پہاڑوں سے اوپر بہت اوپر پرواز کرتی ہوئی محسوس ہوئی اور پھر پہاڑ زمین آسمان کائنات ہر شے گم ہو گئی، ہم نہ تم دفتر گم والا معاملہ ہو گیا۔ وقت کی ٹھوکر پر جب مڑ کر دیکھا تو حضرت کا کمرہ خالی

Marfat.com

تھا اور میرے پیر صاحب قبلہ اور صاحبزادہ صاحب موجود نہ تھے۔ قیام گاہ میں واپسی پر قبلہ صوفی صاحب کے صاحبزادہ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے آنے میں دیر کر دی تو صرف اشارۃً عرض کیا کہ جناب سرکار بڑیلہ شریف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھ پر خاص کرم کیا ہے۔ یوں میری یہ حاضری میرے لیے بہت ہی سودمند رہی اس کے بعد بھی دو تین مرتبہ اپنے پیر صاحب کے ہمراہ مری ڈیرہ پاک پر جانے کا اتفاق ہوا اور صاحبزادہ صاحب سے ملاقات بھی ہوئی لیکن ہم نہ تم دفتر تم والا معاملہ دوبارہ پیش نہ آیا۔

شیخوپورہ میں قبلہ صوفی صاحب کے ڈیرہ پاک پر شیخ صاحب نامی بزرگ سے ملاقات رہتی تھی کبھی تو دو چار ماہ تک مستقل ڈیرہ پر نظر آتے اور کبھی مہینوں تک غائب ہو جاتے قبلہ اُن سے بہت محبت فرماتے اور فرماتے کہ یہ دیوانہ ہے اور اکثر غائب ہو کر مہینوں دیگر مزارات اور بڑیلہ شریف سرکار کی چوکھٹ پر پڑا رہتا ہے اور باتیں بھی دیوانوں اور فرزانوں کی سی کرتا ہے، یہ سرکار کا خاص آدمی ہے۔ ایک دفعہ دوران حاضری قبلہ نے فرمایا کہ شیخ صاحب پچھلے چند روز سے ایک خواب مجھے بار بار بیان کر رہے ہیں اور بقول اُن کے انہیں تین روز یہ خواب مسلسل آتا رہا جس میں انہوں نے دیکھا کہ بزرگوں کی محفل سجی ہوئی ہے وہاں دیگر لوگوں کے علاوہ خاندانِ ہاشم شاہ کے چند لوگ جو یہاں بیعت ہیں وہ بھی بیٹھے ہیں بزرگ خاندان ہاشم شاہ میں دربار پر کسی کو متعین کرنے کے لیے گفتگو کر رہے ہیں حضور غوث الثقلین غوث پاک اعظم رضی اللہ عنہ بھی تشریف لاتے ہیں اور اپنی جیب مبارک میں سے رقم نکال کر جاوید (راقم) کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے سامنے رکھے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ جس پر سرکار صوفی صاحب نے اس بندۂ گنہگار کو مبارک باد دی کہ اب تو سرکار غوث پاک اعظم رضی اللہ عنہ نے خود فیصلہ فرما دیا ہے اور جاوید تم ہی اصل سجادہ نشین ہو جو میرے لیے باعث راحت اور تسلی تھا کیونکہ اُن دنوں چچا مختار صاحب کے صاحبزادگان

Marfat.com

دربار سید ہاشم شاہ پر براجمان تھے۔

مری میں ڈیرہ پاک حضرت بڑیلہ شریف پر دوسری دفعہ حاضری پر قبلہ صوفی صاحب آپکے صاحبزادے مقصود احمد صاحب اور اُن کے بچوں کے ہمراہ صاحبزادہ حضرت رفیق اللہ صاحب کے کمرہ میں آپ کے روبرو حاضر ہونے کا موقع ملا آپ نے خاصی محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا مگر تا دیر آپ کی نگاہیں راقم پر مرکوز رہیں۔ میں ٹوٹتا بکھرتا ہوا حضرت کی نگاہوں کی تاب نہ لا پا رہا تھا یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت یقیناً اِن تُند نظروں سے میرے گھناؤنے ماضی میں جھانک رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حضرت قبلہ صوفی صاحب کو فرمایا اب آپ کو اجازت ہے۔ آرام گاہ میں جا کر آرام فرمائیں۔ احکام تعمیل میں جب ہم سب آپ کی نشست گاہ سے باہر آنے لگے تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:

''باؤ جی تُسی ایتھے ای بیٹھو، تہاڈے نال میں گل کرنی اے۔''

اپنے ماضی کی تہوں کی بابت حضرت کا گہری نظروں سے مجھ پر توجہ مرکوز رکھنے کا میرا شک یقین میں بدل گیا کہ اب آپ اکیلے میں مجھے ضرور میرا ماضی دکھایں گے۔ مگر صاحب حال لوگوں کی نظر تو مریدین اور عام لوگوں کے حال پر ہی ہوتی ہے اور ستار العُیوب رب کے خاص بندے تو گنہگاروں کی پردہ پوشی ہی فرماتے ہیں۔ حضرت آپ کا ایک خاص خادم اور میں آرام گاہ میں موجود تھے، دروازہ بند کرنے کے حکم پر دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضرت نے مجھے فرمایا ''میرے قریب ہو جاؤ، میں ذرا آگے سرک کر حضرت کے قریب ہو گیا۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا اور قریب ہو جاؤ مگر میں پاسِ ادب کی وجہ سے فاصلہ رکھے ہوئے تھا، جب حضرت کا گھٹنا اور میرا گھٹنا آپس میں ٹکرانے لگے تو آپ نے میرے چہرے پر اپنی نظریں گاڑ دیں اور فرمایا ''نماز کیسے پڑھتے ہو؟'' یہ سوال میری سمجھ کے اوپر سے گزر گیا لہٰذا آپ نے مقرر وہی سوال فرمایا جس پر میں نے عرض کی حضرت جس طرح

Marfat.com

نماز پڑھی جاتی ہے۔اس پر آپ کی طبیعت میں جلال آ گیا اور اپنی ٹوپی اور عینک اُتار کر رکھ دی اور فرمایا ''میں تمہیں بتاؤں تم نماز کیسے پڑھتے ہو؟ اور بیٹھے بیٹھے ہی دوزانو ہو کر سجدہ میں چلے گئے۔ دورانِ سجدہ آپ نے پیشانی کو قالین پر آگے پیچھے رگڑنے جیسا عمل ظاہر کیا، پھر دوزانو بیٹھ کر فرمایا ''سجدہ کرتے وقت پیشانی کو سجدہ گاہ پر رگڑنا نہیں، بلکہ اس طرح سجدہ کرنا ہے۔'' آپ نے دوبارہ سجدہ فرمایا مگر پیشانی مبارک صرف قالین پر رکھ کر اُٹھالی اور فرمایا: ''سجدہ میں بال برابر فرق رکھنا ضروری ہے۔'' میری وضاحت مانگنے پر آپ کی طبیعت میں مزید جلالی کیفیت پیدا ہوئی اور فرمایا: ''آپ جیسے پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں بات مشکل سے آتی ہے۔'' چند لمحے توقف کے بعد میری جہالت اور کم فہمی پر رحم کرتے ہوئے آپ کی محبت اور شفقت دوبارہ عود کر آئی۔آپ نے نہایت حلم سے فرمایا: ''تمہاری طرح سجدہ کرنے سے پیشانی پر محراب کا نشان گہرہ ہوتا جاتا ہے اور عام لوگ آپ کو زاہد اور عابد سمجھنا شروع کر دیتے ہیں، مزید جب بھی تم شیشہ دیکھو گے تو محراب کی سیاہی دیکھ کر تو نفسِ لوامہ تمہاری خوشامد کرے گا جس سے اغلباً تمہارے دل میں بھی اپنے زہد وورا کے خیال کا گزرنا اگر غلط فہمی کے باعث بھی ہو تو شیطان لعین نے کامیابی حاصل کر لی۔'' آئندہ ملاقات پر تمہاری پیشانی پر محراب کا نشان نہیں ہونا چاہیے۔'' یوں حضرت نے بہت ہی مختصر وقت میں رموز واسرار کی بارش فرمادی۔ ازاں بعد میرے آفیسر خالد مختار گوندل نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، جس کا میں نے کوئی جواب نہ دیا پھر پوچھا کہ تمہارا محراب آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ اس لیے پوچھا ہے۔ میں حضرت کے حلقہ ارادت میں آپکی خصوصی ذاتی توجہ کے لیے ابد تک آپ کا ممنون رہوں گا کہ آپ نے ظالم نفس کو لگام ڈال دی اور مجھے اس پر سوار ہونے کا طریق کارودیعت فرمایا۔عرصہ دو سال بعد دوبارہ مری ڈیرہ پاک پر ہمراہ اپنے پیر مکرم حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ تفصیلی ملاقات کا موقع نہ ملا جبکہ

Marfat.com

مسجد کے باہر بالکونی میں تنگ جگہ پر آمنا سامنا ہونے پر میں احتراماً رُک گیا مگر آپ نے اشارۃً مسجد میں جانے کا حکم صادر فرمایا تو بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سمیٹتے ہوئے حضرت کی طرف روبرو گزرا تو آپ نے بغور پھر مجھے دیکھا جیسے تعمیل احکام برائے نماز، سجدہ ملاحظہ فرمارہے ہوں۔ چونکہ پیشانی پر محراب کا بہت ہی ہلکا اثر تا حال باقی تھا لہٰذا آپ نے درگزر فرمایا۔

انہی دنوں ایک روز دفتر میں کام میں مشغول تھا تو سرکاری چوکیدار و نائب قاصد محمد سعید احمد کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے میرے پاس زمین پر بیٹھ گیا اور میرے گھٹنوں کو دبانے لگا میں ذرا حیران ہوا کہ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ وہ بولا کہ باباجی آپ سے علیحدگی میں بات کرنا تھی اسلیے دروازہ بند کر دیا ہے، اور بولا کہ اُس نے خواب دیکھا ہے کہ تین صفیں بچھی ہوئی ہیں اور اُن پر بزرگ لوگ تشریف فرما ہیں سامنے کوئی بڑے بزرگ تشریف فرما ہیں اور سب بزرگ اُن کی طرف متوجہ ہیں مگر وہ خاموش سر پر سفید رومال ڈالے سر جھکائے بیٹھے ہیں اور آپ بھی پہلی صف میں موجود ہیں۔ مجھے بتائیں کہ وہ کون بزرگ ہیں اور وہ کون سی جگہ ہے جہاں اتنے بزرگ مل کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چونکہ یہ خواب از خود بھی دیکھ چکا تھا اور خواب میں میرے پیر صاحب نے مجھے اسی پاک محفل میں داخل فرمایا تھا جہاں تین صفوں پر بزرگ تشریف فرما تھے اور مجھے تیسری اور آخری صف میں دائیں طرف ایک خالی جگہ ملی تھی جہاں میں بیٹھ گیا، تمام پاک پارسا مومنین حضور ﷺ کی طرف رُخ کیے بیٹھے تھے اور سب کی آنکھیں بند تھیں اور سر جھکے ہوئے تھے مگر میں کن انکھیوں سے حضور ﷺ کی سیاہ زلفوں اور چاند چہرے کو چوری چوری تک رہا تھا۔ حضور ﷺ کا سر مبارک جھکا ہوا تھا اور آپ اپنے قلب اطہر پر نظریں جمائے تھے جہاں اسم ذات اللہ اپنی پوری آب وتاب سے جلوہ فرما تھا میں بے چین تھا کہ حضور ﷺ اسم ذات اللہ میں نہیں بلکہ اللہ پاک کی

Marfat.com

ذات کے جلووں میں مگن ہیں۔ میں نے سعید احمد کو وقتی طور پر یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اُسے غلطی لگی ہو گی میں نہیں کوئی میرے جیسا ہو گا اور یہ کہ ایسی پاک محفلوں میں گنہگاروں کا کیا کام ہے؟

مگر میرے دل میں بار بار خیال آتا کہ یہ راز افشا کیوں ہوا میں نے تو اب تک اپنے پیر صاحب سے بھی اس سلسلہ میں کوئی بات نہ کی ہے۔ کیونکہ قبلہ فرماتے کہ آپ جو خواب بیان کرنا چاہیں وہ کریں اور جو نہ بیان کرنا چاہیں وہ نہ کریں میں نے قبلہ کو خواب مذکور بیان نہ فرمایا ہے، شاید اسی لئے راز افشانی ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ بعد میں بھائی سعید صاحب کے ہمراہ 27 ویں شریف کے ختم میں شرکت کے لیے جیون پورہ شریف جانے لگا تو طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے سعید احمد کو بطور ڈرائیور ساتھ لے گیا۔ ختم شریف کے بعد حضرت قبلہ کے سب مریدین لنگر کے بعد چٹائیوں پر بیٹھے تھے اور حضرت کرسی پر تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا جاوید کے لیے کرسی لاؤ اور دائیں طرف بچھوادی، اس کے بعد بھائی سعید صاحب کے بیٹھنے کے لیے بھی کرسی منگوائی گئی، پھر آپ نے حاضرین کی طرف توجہ کی اور سعید احمد جو لنگر کے بعد سب سے آخری صف پر بیٹھا تھا کو بلایا اور پوچھا کہ ''وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟'' اُس نے کہا کہ میں سعید احمد ہوں اور میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ان کے ساتھ آیا ہوں۔ اس پر آپ نے میری طرف دیکھا میں نے کہا کہ یہ میرا دوست ہے جس پر آپ نے فرمایا ''دوست کا دوست بھی دوست ہوا کرتا ہے۔''

اُس روز آپ نے دو تین مرتبہ کوئی خواب بیان کرنے کے لیے کہا اور فرمایا کہ یہ قادری تصرف ہے اور بتانے سے ضائع نہیں ہوتا اگر صرف اس لیے سنایا جائے کہ دوسروں کو رغبت ہو، اپنے نفس کو فربہ کرنے کے لیے نہ سنایا جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔ میں سمجھ گیا کہ سرکار کے ذریعے ہونے والے تمام خواب تو آپ کے علم میں ہوتے ہیں، آپ صرف

Marfat.com

حاضرین کو میرے ذریعے سنوانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تمام مذکورہ بالا خواب بیان کر دیا جس پر قبلہ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کی خوشخبری سنائی۔

شیخوپورہ سے واپسی پر سعید احمد نے مجھے کہا کہ بابا جی میں نے صحیح خواب دیکھا تھا جو آپ نے آج خود اپنے مرشد کے حکم پر کئی لوگوں میں سنایا ہے۔ حضرت پیرومرشد کی مہربانی اور خصوصی شفقت سے اب پہلی صف میں جگہ عطا فرمائی جا چکی ہے۔ انہیں دنوں میرے ایک ماتحت سید ریاض حسین شاہ AFC گلبرگ میرے پاس دفتر آئے اور کرسی ساتھ کر کے بیٹھ گئے اور دریافت فرمانے لگے بابا جی آپ کیا پڑھتے ہیں؟ اور کون سا وظیفہ کرتے ہیں؟ رات میں نے آپ کو چمکتے چہرے کے ساتھ کچھ پڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے انہیں بھی یہی کہا کہ شاہ جی! پھر کسی وقت بات کریں گے اور اس کے لیے علیحدگی ضروری ہے نہ وہ دوبارہ آئے اور نہ مزید گفتگو ہوئی۔ اس طرح مجھے محسوس ہونے لگا کہ اب حضرت خود ہی پردہ کشائی فرما رہے ہیں۔

غالباً 2003 میں قبلہ کے آلہ سماعت میں خرابی کے باعث حضرت سماعت میں دشواری محسوس کرتے تھے۔ ایک روز میں نے اپنے چچا انوار الحق نظامی سے جو کان کے آلہ سماعت کی فروخت کا کام کرتے تھے سے وقت لیا اور حضرت قبلہ کو اپنی گاڑی میں اُن کے کلینک واقع وحدت روڈ لاہور لے آیا تاکہ معائنہ اور آلہ کی تبدیلی سے دشواری کا حل تلاش کیا جائے۔ چچا انوار الحق نظامی خاندانِ حضرت ہاشم شاہ کے اُن چند ایک گنے چنے لوگوں میں شامل ہیں جو صاحب بیعت اور فقر اور شعر کی گہری رمزوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے اُنہوں نے حضرت کا بھرپور خیر مقدم کیا اور پوری توجہ سے معائنہ کے دوران حضرت سے گفتگو بھی فرماتے رہے۔ چچا نے حضرت سے کہا کہ آپ جاوید کو دربار حضرت ہاشم شاہ پر بطور سجادہ نشین بیٹھنے کا کیوں حکم نہیں فرماتے؟ جس پر حضرت کے جواب نے اُنہیں ششدر

Marfat.com

کر دیا کہ ''جیسے پہلے بیٹھے ہیں اگر اُسی طرح کا بٹھانا ہوتا جو کسی کا کچھ نہ سنوار سکے تو میں اس کو بھیج دیتا اور یہ کہ پرانے زمانے میں عورتیں جب مٹی کی ہانڈی میں سالن تیار کرتی تھیں تو سب کچھ اُس میں ڈال کر ڈھکن پر گیلا آٹا لگا دیتی تھیں تا کہ اُس کی بھاپ، خوشبو باہر نہ نکلے۔ میں نے بھی اس کی ہنڈیا کو آٹا لگایا ہوا ہے جب ڈھکن اُٹھاؤں گا تو پھر خوشبو پھیلے گی تو سب کو پتہ چل جائے گا، پھر اِسے دربار پر بھیجوں گا۔''

حضرت نے 2008 میں میری سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد فرمایا کہ اب گاؤں جا کر اپنے باپ دادا اور بزرگوں کا نام روشن کرو اور لنگر کا خصوصی انتظام کرو۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں 2008 عرس کے موقع پر صاحبزادگان مختار شاہ صاحب کو مطلع کر دیا گیا اور 2009، 2010 کے عرس کے موقع پر حریفوں نے درخواست بازی اور مقدمہ بازی کا آغاز کر دیا جبکہ 2011 جون میں عرس شریف کے انتظامات کے لیے بندہ ہی میدان میں رہ گیا اور انتظامات کو نئی شکل دے کر زائرین کی سہولیات کے لیے خاطر خواہ انتظامات کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ انشاء اللہ آئندہ انتظامات کو مزید بہتر بنانے کی بھرپور سعی جاری رکھی جائے گی۔ خداوند قدوس بہتر اسباب پیدا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو صحت بھری زندگی عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے، آمین ثم آمین۔

قبلہ پیر صاحب اکثر فرماتے ہیں کہ ''آپ کو اکسیر نسخہ بتاؤں'' اور پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ ''سب کو اپنے سے بہتر جانو اور دل سے مانو ایک دن خود بہتر ہو جاؤ گے۔'' اور یہ کہ ''دوسروں پر نظر رکھنے کی بجائے اپنے پر نظر رکھو۔'' مزید فرماتے ہیں کہ اُن کے سرکار پاک بڑیلہ شریف نے زندگی بھر کسی دوسرے کے لیے کمپائی کا لفظ کبھی استعمال نہ کیا ہے اور سب کو اعلیٰ اور اچھا ہی فرماتے رہے ہیں۔ لہذا کسی دوسرے کے لیے کبھی بھی کوئی بُرا یا گھٹیا لفظ بھی استعمال نہ کرنا چاہیے۔ آپ عموماً 27 تاریخ پر رات گھنٹوں اپنے پیر صاحب قبلہ کی

Marfat.com

باتیں کرتے ہیں اور ہر بات ہیروں میں تولنے کے لائق ہوتی ہے۔ اپنے حضرت صاحب سے بات شروع کر کے حضرت صاحب سرکار پاک پر ہی بات ختم کرتے ہیں اور یوں مریدی کا جو حق قبلہ کو ادا کرتے دیکھا ہے دیگر پیرانِ کرام کو وہ حق ادا کرتے نہ دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سرکار پاک بڑیلہ شریف فرمایا کرتے تھے ''جو اپنے آپ کو پیر سمجھتا اور کہتا ہے اُن میں میں بھی شامل ہوں وہ اپنے آپ کو شیطان سے جدا نہ سمجھے'' اور یہ کہ ''پیر تو صرف حضور ﷺ اور سرکار غوث پاک اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور مجھے تو کلاس کا مانیٹر بنایا گیا ہے کیونکہ فیض کرنے والی ذات تو صرف حضور ﷺ اور سرکار غوث پاک اعظم ہیں۔ ایسی تعلیم کسی دوسری جگہ نظر نہ آئی ہے کہ پیر بھی اپنے آپ کو پیر نہ سمجھے کہ اس طرح نفس موٹا تازہ ہوتا ہے اور نفس کی سرکوبی ہی تو اصل کام ہے۔

جب شروع شروع میں بیعت کے بعد حاضری شروع ہوئی تو آپ فرماتے کہ ''خزانہ تو آپ کے گھر میں حضرت سید ہاشم شاہ کے پاس ہے اور یہاں تو آپ کو صرف تربیت کے لیے بھجوایا گیا ہے۔'' اور یہ کہ ''عام لوگوں میں ایک نفس ہے جبکہ صاحبزادگان میں دو نفس ہوتے ہیں ایک عام اور ایک خاص اور خاص نفس ان کے مرید بچپن میں ہی اُن کے ہاتھ پاؤں چوم کر اُن میں پیدا کر دیتے ہیں''۔ تمہیں تو تمہارے اندر کی صاحبزادگی کے جن کو نکالنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے'' اور یوں حضرت نے 8 سال تک دوسرے مرید اُن کے برابر صف پر بٹھایا اور خود بوجوہ معذوری کولہا چارپائی یا کرسی پر تشریف رکھتے رہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنی کرسی کے ساتھ ایک اور کرسی بچھوا کر بیٹھنے کا حکم کرتے مگر ساتھ فرماتے ''میرے پیر صاحب قبلہ بھی ایسا کیا کرتے تھے، میں حکم کی تعمیل میں کرسی میں بیٹھ کر دوبارہ زمین پر بیٹھ جاتا تھا۔'' یہی وہ تربیت تھی جو حضرت قبلہ صوفی صاحب فرما رہے تھے سو میں بھی حکم کی تعمیل کر کے دوبارہ زمین پر بیٹھ جاتا۔ پھر آپ نے فرمانا شروع کیا کہ ''یہ

Marfat.com

کرسی تمہیں میں نہیں دے رہا۔ ایہہ تے دُھروں تہاڈے لئی اُتری اے۔'' پہلے حاضری پر دست بوسی پر آپ لوگوں کو دست بوسی سے منع فرماتے ہوئے کہتے ہیں ''اس طرح نہ کرو میرے سے آپ بہت بہتر ہیں۔ سجدہ کرنے سے سخت منع فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''اس معاملہ کی تو خود مجھے ابھی تک سمجھ نہ آئی ہے۔'' تم لوگ ایسا نہ کرو اور سختی سے پیش آتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ خاص لوگوں میں فرماتے ہیں کہ ''سجدہ سوائے خدا کی ذات کے کسی کے لیے بھی نہ ہے اور رسماً سجدہ کرنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر خدا نظر آئے تو سجدہ نہ کرنا بھی گناہ ہے۔'' ''خاص لوگ دل سے سجدہ کرتے ہیں کہ دین میں فتور پیدا نہ ہو۔'' کیا اعلیٰ اور برحق تعلیم ہے کہ بات کو سمجھا بھی دیتے ہیں اور راز بھی بیان فرمادیتے ہیں۔ آپ اکثر مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فارسی اشعار اور اُن کا مطلب بیان فرما کر اپنے مریدین کے لیے سبق آموز گفتگو فرماتے ہیں۔ آپ مجھے فرماتے ہیں کہ ''جب کسی جگہ سے تبادلہ ہو جائے تو اُسے ہرگز روکنے کی کوشش نہ کرو کہ خداوند تعالیٰ آپ کو کسی مصیبت سے بچا رہا ہے اور فوراً نئی جگہ پر جا کر ڈیوٹی شروع کر دو۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کے علاوہ کسی سے کسی قسم کا کوئی سوال جائز نہ ہے جبکہ حضرت غوث اعظم خود فرماتے ہیں کہ میری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا ہے تو میں وہ بھی اپنے خدا سے ہی مانگتا ہوں۔'' لہٰذا اب آئندہ تم کسی سے کبھی کوئی سوال نہیں کرنا اور آپ کے حکم کی تعمیل میں میں نے اُس کے بعد کبھی کسی دوسرے انسان سے سوال نہ کیا ہے، خداوندِ کریم ہر سوال پورا کرنے کے لیے از خود اسباب پیدا فرمادیتا ہے۔ الحمدللہ رب العالمین و العاقبة للمتقین۔ آمین!

1999 میں فیصل آباد پوسٹنگ کے دوران واپسی پر اکثر راستے میں شیخوپورہ اُتر کر حاضری کے بعد لاہور کے لیے روانگی ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں دل میں خیال پیدا ہوا کہ فیصل آباد میں اعتکاف کیا جائے اس خیال سے لاہور آتے ہوئے جب شیخوپورہ

Marfat.com

میں جیون پورہ شریف قبلہ کی حاضری ہوئی تو اپنا ارادہ اور خیال پیش کر دیا۔ آپ نے چند ثانیے خاموشی اختیار کی پھر فرمایا ''پہلے کتنی مرتبہ اعتکاف کیا ہے؟'' میں نے عرض کی حضرت تین بار آپ نے فرمایا ''تو سنت کی ادائیگی تو ہوگئی۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ''اعتکاف کون سی عبادت ہے''، یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی، جس پر حضرت نے فرمایا کہ ''اعتکاف تو جسمانی عبادت ہے ناں کہ آپ اپنے جسم کو ایک مقررہ عشرے کے لیے دنیاوی معاملات سے علیحدہ کر کے مسجد میں رب کے حضور پیش رہتے ہیں اور جسمانی عبادات سرانجام دیتے ہیں۔'' پھر دریافت فرمایا ''انسان کن چیزوں کا مجموعہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: حضور جسم اور روح کا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''جسمانی عبادات تو بطور سنت آپ نے ادا کر لی ہیں، اب روحانی عبادات کون کرے گا جس پر میں خاموش ہو گیا، آپ نے فرمایا ''تم جیسے پڑھے لکھے لوگ سوچتے ہیں کہ میں آپکو شاید حضور ﷺ کی سنت سے منع کر رہا ہوں، مگر مجھے اس بات کا جواب دو کہ روحانی عبادات کب کرو گے؟ یا صرف جسمانی عبادت ہی کرنا درکار ہے، حالانکہ جسمانی عبادت تو شریعت کے زمرے میں ہے اور اُس سے آگے طریقت اور حقیقت و دیگر تو روحانی عبادات ہیں۔ لہٰذا آپ کو جو سبق دیا گیا آپ اُسی پر عمل کریں اور اسم ذات کے سبق کو اچھی طرح پکائیں اور ہمہ وقت اُس کے نور اور روشنی کی طرف رجوع رکھیں۔'' یوں حضرت نے شریعت سے طریقت کی طرف رُخ موڑ دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ سرکار پاک بڑیلہ شریف فرمایا کرتے تھے کہ ''ذکر پہلے کرنا ہے پھر سننا ہے پھر کرنے سننے سے بہت آگے بہت آگے جانا ہے۔'' یعنی پہلے زبان سے ذکر کرنا پھر دل کا کیا ہوا ذکر سننا اور پھر ذکر کی حدود سے بہت آگے فکرِ ذات میں چلے جانا ہے۔ نماز کی پابندی کی ہر دفعہ ضرور ہدایت ہوتی ہے۔ میرے دوست نوافل تہجد اور دیگر اذکار کی بابت مجھ سے دریافت کرتے ہیں مگر میرے پیر و مرشد نے مجھے ذاتی طور پر کبھی

Marfat.com

کوئی ایسی ہدایت یا حکم نہ دیا ہے۔ چند برس قبل فرمایا ''رات کو اُٹھ کر بیٹھا کرو مگر کوئی وظیفہ ودیگر کا حکم نہ کیا۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں رات اُٹھ کر بیٹھنے سے فکر کی صلاحیت نے جنم لیا جو خداوند قدوس کی ذات پاک اُس کی پاک صفات اور کارخانہ قدرت کی بابت تہہ درتہہ حقیقتوں کو کھولتا چلا گیا اور صدیوں کا سفر سالوں میں طے ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپکے دادا پیر حضرت بابو غلام سرور صاحب فرماتے کہ ''اوہ کادی فقیری اے، جے ساری رات سوں کے لنگ جاوے۔'' اور یہ کہ یہ فقیری کا غلط دعویٰ ہے۔ یوں میرے پیرومرشد نے رت جگے کا آسان طریقہ اور فکر کا راستہ وا کر دیا۔ حضرت قبلہ صوفی صاحب چاند کی ہر یکم تاریخ اپنے دادا پیر حضرت بابو غلام سرور صاحب کے مزار شریف گل بیگم باغ، میانی صاحب (لاہور) عصر سے مغرب کے درمیان حاضری دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں باغ گل بیگم، دربار شریف پر حاضر سورۃ یٰسین پڑھ رہا تھا اور قبلہ کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ اچانک روضہ مبارک کے اندر آ کر میرے آگے کھڑے ہو کر دعا فرمانے لگے۔ میں نے سورۃ مبارک الماری میں رکھ دی اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر دعا کرنے لگا، فارغ ہو کر حضرت احاطہ دربار سے نکلے تو مجھے طلب فرمایا اور گویا ہوئے کہ ''تم قرآن پڑھ رہے تھے۔'' جس پر میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا ''تم ذکر، فکر، نظارہ اسم ذات کیوں نہیں کرتے جیسا کہ تم کو پہلے بتایا جا چکا ہے'' کیا تم نے حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں پڑھا نہیں کہ پاس انفاس، اسم ذات کو سامنے رکھ کر مکمل دلجمعی اور نیت سے کرنے سے ستر ہزار مرتبہ قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، تو کیوں بتایا ہوا کام کرنے کی بجائے آپ تھوڑا سا قرآن پاک پڑھ کر صاحبِ مزار کو ثواب پہنچاتے ہیں، جب صاحب مزار کے پاس ہزاروں قرآن پاک ناظرہ کے برابر ثواب پہنچے تو اُن کو بھی معلوم ہو گا کہ میرے مریدوں کا کوئی مرید حاضری کے لیے آیا ہے، لہٰذا ویسا ہی کیا

Marfat.com

کروجیسا تمہیں کہا گیا ہے۔'' اُس کے بعد آپ کے احکام کی تعمیل میں حاضر ہو کر اسم ذات کی روشنی میں ہی اُس کا ورد کرتا ہوں۔

فیصل آباد پوسٹنگ کے دوران میرے آفیسر راؤ محمد توحید جن کا تعلق رینالہ خورد سے تھا کی رہائش ہمارے ساتھ والے سرکاری گھر میں تھی۔ اُن سے دفتر میں بھی اور دفتری اوقات کے بعد بھی تعلق رہتا تھا۔ ایک روز میں نے دفتر میں دوپہر کے وقت اُن سے شیخوپورہ جانے کے لیے باقی دن کی رخصت طلب کی تو کہنے لگے کہ کل چلے جانا آج کا آدھا دن گزر چکا آدھا سفر میں گزر جائے گا، مگر میرے اصرار پر دریافت کیا کہ کیا ضروری کام ہے؟ جس پر میں نے بتایا کہ میرے پیر صاحب مجھے بلا رہے ہیں۔ رات جیون پورہ شریف میں قیام کر کے صبح آپکے دفتر آنے سے قبل میں دفتر پہنچ جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کو فون آیا یا پیغام آیا ہے تو اُنہیں بتایا کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ آپ سرکار یاد فرما رہے ہیں۔ راؤ صاحب کی اجازت سے فیصل آباد سے شیخوپورہ (جیون پورہ شریف) پہنچ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ''میں آج تمہیں یاد کر رہا تھا اور تم چلے آئے۔ لاہور تو تم ہفتہ کی شام کو جاتے ہو آج بروز بدھ کس طرح آنا ہوا؟'' تو میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا دل کہہ رہا تھا آپ یاد فرما رہے ہیں، رات قیام کیا تو حضرت نے پہلی بار مجھے اپنے کمرے میں سونے کی ہدایت کی اور بندہ کو یہ شرف بھی حاصل ہو گیا، رات کی تاریکی اور سناٹے میں دل کی باتیں دل سے کرنے کا خواب پورا ہو گیا۔ صبح نماز فجر کے فوراً بعد ناشتہ کروا کر روانہ کر دیا گیا کہ وقت پر فیصل آباد ڈیوٹی پر پہنچو۔ میں دفتر ADF صاحب کی آمد سے قبل پہنچ چکا تھا۔ راؤ توحید احمد صاحب نے اس کار خاص میں دلچسپی لینا شروع کی وہ بار بار دریافت کرتے تھے کہ آپ کو کیسے محسوس ہوا کہ آپ کو حضرت صاحب یاد کر رہے ہیں۔ پھر ایک روز راؤ صاحب بھی میرے ہمراہ حضرت صاحب کے روبرو پیش ہو گئے۔ آپ نے اُن سے

Marfat.com

دریافت فرمایا کہ آپ نے کہیں بیعت کی ہے؟ جس کا جواب نہ میں تھا۔ راؤ صاحب نے حضرت سے درخواست کی کہ اُن کی راہنمائی کی جائے کہ وہ باقاعدگی سے نماز کی ادائیگی نہیں کرسکتے، چند یوم پابندی کے بعد نماز چھوٹ جاتی ہے، جس پر قبلہ صوفی صاحب نے آپ کو فجر کی نماز سے پہلے بسم اللہ کی تسبیح تلقین فرمائی اور مغرب کی نماز کے بعد بھی تسبیح تلقین فرمائی، غالباً کلمہ اول کی تسبیح۔ راؤ صاحب نے عرض کی کہ فجر کے وقت بیداری مشکل ہے۔ حضرت نے فرمایا آئندہ بالکل نہیں ہوگی اور ہم واپس فیصل آباد چلے گئے۔

چند روز کے بعد میں نے دیکھا کہ فجر کی نماز میں مسجد میں راؤ صاحب مجھ سے بھی پہلے باجماعت نماز کے لیے موجود ہوتے تھے اور یہ سلسلہ چلتا رہا اور نمازیں قائم ہوتی گئیں۔ راؤ صاحب نے ایک روز وہی بات کی کہ آج حضرت صاحب اُنہیں یاد کررہے ہیں تو میں نے پوچھ ہی لیا کہ اب آپ کو کیسے پتہ چل رہا ہے کہ حضرت آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔ وہ کہنے لگے میں آپ کو بتا نہیں سکتا مگر آپ یاد فرمارہے ہیں۔ اس طرح حضرت نے میری صورت حال اُن پر منطبق کردی اور راؤ صاحب اور میں فیصل آباد سے جیون پورہ شریف (شیخوپورہ) پہنچے۔

راؤ صاحب نے حضرت صوفی صاحب سے آئندہ کے لیے مزید راہنمائی طلب کی تو آپ نے فرمایا "میں نے آپ کا ریت میں پھنسا انجن پٹڑی پر چڑھا دیا ہے اب آپ جہاں آپ کا دل مطمئن ہوں وہاں بیعت کرلیں اور اگلا سبق اپنے مرشد سے حاصل کریں جس پر ہم واپس فیصل آباد چلے آئے۔ اس دوران راؤ صاحب کی پوسٹنگ لاہور ہوگئی اور ہمارا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ عرصہ بعد راؤ صاحب، میں اور ملک غلام سرور صاحب گوجرانوالہ سے واپسی پر مریدکے سے شیخوپورہ ہوتے ہوئے جیون پورہ حاضر ہوگئے۔ حضرت صوفی صاحب نے راؤ صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ نے بیعت کرلی ہے تو انہوں نے بتایا

Marfat.com

کہ انہوں نے رینالہ خورد میں نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں سے بیعت کی ہے۔ حضرت نے وظائف کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے تیرہ تسبیحات روزانہ بتائیں جس پر حضرت نے مجھے پوچھا تم کتنی تسبیحات کرتے ہو تو میں نے جواب دیا کوئی نہیں۔ راؤ صاحب کی رہنمائی کی درخواست پر حضرت نے فرمایا کہ اب آپکی راہنمائی آپ کے پیر مکرم کا کام ہے۔ راؤ صاحب نے مجھ سے، غلام سرور سے قسمیہ بیان کیا کہ فیصل آباد میں نماز فجر کے وقت مسجد کی دیوار انہیں کعبہ مکرم نظر آتی تھی مگر اب وہ کیفیت نہ رہی ہے اور یہ کہ نمازوں کی پابندی بھی نہیں ہوتی ہے۔

قبلہ صوفی صاحب سرکار پاک کو چچا مشتاق احمد نے حضرت سید محمد ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پنجابی صوفی شاعری کی کتاب بنام ''ہاشم شاہ'' جو ادارہ لوک ورثہ، اسلام آباد نے 1980/1970 کی دہائی میں شائع کی تھی کی ایک جلد برائے مطالعہ پیش کی تھی۔ کتاب مذکور میں سید محمد ہاشم شاہ میں پنجابی کلام جس میں دوہڑے، سسی پنوں، سوہنی مہینوال اور ڈیوڑھے کے ساتھ مدح حضرت غوث پاک اعظم بھی شامل ہے۔ حضرت نے اُس کتاب کا خوب خوب مطالعہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ سرکار غوث پاک اعظم نے ہاشم شاہ کو درد کی دولت سے مالا مال فرما دیا اور یہ کہ ''حضرت نوشہ پاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اُن کے درمیان کوئی فرق نہ چھوڑا ہے۔'' حضرت نے فرمایا ''اللہ پاک نے جو دولت سب سے کم تقسیم فرمائی وہ درد کی دولت ہے۔'' جب اپنے بزرگوں کے کلام کو حضرت سرکار پاک کی مذکورہ بالا تعریف کے بعد اُن کی نظر سے دیکھا تو دنیا کی بے ثباتی کے علاوہ درد ہی درد سے آشنائی ہوئی۔ قبلہ صوفی صاحب نے غالباً دو دفعہ حضرت ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس کی تقریبات میں بھی شرکت فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کبھی اپنے پیر مکرم بڑیلہ شریف، دادا پیر لاہور شریف اور حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دربار پر حاضری نہ دی

Marfat.com

ہے۔سید ہاشم شاہ نے مجھے یاد فرمایا اس لیے آپ کی یادآوری پر میں آپ کے عرس مبارک کی تقریبات میں شامل ہوا ہوں۔

حضرت 2006 میں میری بار بار درخواست پر میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تو آپ کی آمد کے سلسلہ میں عزیز و اقارب اور دوست احباب کو بھی آپ کی زیارت کے لیے جمع کرلیا۔سرخ قالین گلاب کی پتیوں سے مزین کیا گیا اور اپنا ہی دوہڑے کا ایک بند گھر کے باہر کپڑے کے بینر پر تحریر کروا کر آویزاں کیا۔ ع

اللہ ھو رحمان نی مائے
مُرشد ظلِ سبحان نی مائے
جد دیاں مُندراں کنیں پائیاں
چُھٹے دونویں جہان نی مائے

حضرت نے آمد پر فرشِ راہ کی گئی گلاب کی پتیوں پر قدم رکھنا بھی گوارا نہ کیا اور قالین کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دروازہ سے داخل ہوئے۔جس دوران آپ پر گلاب کی پتیاں مسلسل نچھاور کی جاتی رہیں اور آپ کے گھر کے اندر داخل ہونے پر آپ کی ہدایت پر زمین پر گری ہوئی پتیوں کی فوراً صفائی کردی گئی۔حضرت کمرہ میں کرسی پر تشریف رکھے تھے جبکہ دیگر احباب قالین پر بیٹھے تھے۔آپ نے دورانِ قیام گھر میں ہی باجماعت نماز میں شمولیت اختیار فرمائی۔آپ نے تمام مشمولین سے فرمایا ''جس دوست نے جو سوال کرنا ہو بندہ حاضر ہے۔'' اس پر چند دوستوں نے دیگر سوالات دریافت کیے جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔اس طرح معلوم ہوا کہ وہی سب کو کوئی بھی سوال کرنے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے جس کو جملہ امور دینی، شرعی، حقیقت و معرفت پر مکمل عبور حاصل ہو۔میں نے ذاتی طور پر کبھی کسی عالم، فقیر اور صوفی کو ایسی اجازت دیتے نہ دیکھا ہے۔

Marfat.com

قبلہ صوفی صاحب جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہر ماہ کی پہلی تاریخ اپنے دادا پیر کے دربار پر لاہور میں حاضر ہوتے ہیں اور 29 جنوری کو ہر سال آپ کے سالانہ عرس مبارک میں بھی حاضر ہوتے ہیں۔ 2007 میں میں اپنے دفتر کے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بوقت عصر حضرت باؤ غلام سرور صاحب کے دربار پر حاضر ہو گیا۔ زائرین کا ہجوم تھا اور اُس وقت کے سجادہ نشین (مرحوم) دربار عالیہ جو خود بھی غالباً محکمہ ریلوے سے ریٹائرڈ آفیسر تھے دربار کے احاطہ میں مریدین کے درمیان رونق افروز تھے۔ آپ بوجہ ضعف/ درازی عمر کسی سے ہاتھ نہ ملاتے تھے، لوگ صرف آپ کی گراں قدر شخصیت اور آپ کے کلام سے محظوظ ہوتے اور ارد گرد جگہ ملنے پر ہی آپ کی محفل میں شرکت کو غنیمت سمجھتے تھے۔ آپ گھر جانے کیلئے اُٹھے تو تمام مریدین بھی عقیدتاً کھڑے ہو گئے۔ میں اور میرے دوست میاں آفتاب احمد، ملک محمد جاوید و دیگر بھی ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے کہ آپ نے اشارہ فرما کر مجھے اپنے پاس طلب کیا اور پیش ہونے پر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہاتھ میں ہاتھ دینے پر آپ نے فرمایا ''میرے ہاتھ کو دباؤ پھر فرمایا زور سے دبا کر پکڑے رکھو'' جیسے کوئی راز سونپنے کی کوشش کر رہے ہوں اور فرمایا ''تمہیں پتہ ہے ہم نے اللہ کا نام پیر رکھا ہوا ہے۔'' میرے مثبت جواب پر حضرت خوش ہوئے اور دیگر حقائقِ رموز و معرفت ارشاد فرمانے کے بعد واپس تشریف لانے کے لیے آرام کی غرض سے نزدیک ہی گھر چلے گئے۔

میاں آفتاب احمد چونکہ خود صاحب ذوق آدمی ہے اس لیے اُس نے کہا کہ میں مان گیا ہوں کہ آپ کے پیر صاحب اور سجادہ دربار عالیہ لاہور شریف کی آپ پر خاص نظر عنایت وشفقت ہے جبھی تو آپ نے تمام لوگوں سے آپ کو منتخب کر کے اپنے لمس اور ارشادات سے نوازا ہے۔

میں نے اپنے صاحبزادے محمد فہد جاوید کو جو حضرت صوفی صاحب کا مرید ہے جو

Marfat.com

آپکی دعا سے کسی پرائیویٹ فرم میں ملکی لیول پر اعلیٰ جگہ تعینات ہے کو بھی 1998 میں ہی حضرت سے بیعت کروا دیا تھا کیونکہ یہ بھولپن کے کام ہیں جوں جوں عمر گزرتی ہے انسان اپنی عقل اور شعور پر زیادہ بھروسہ کرنے لگتا اور کسی بظاہر اپنے ہی جیسے شخص کو خود سے بالاتصور نہ کرتے ہوئے نعمت بیعت سے گریز کرتا ہے، محروم بھی رہ جاتا ہے۔ محمد فہد جاوید نے اپنی حضرت سے بیعت کے چند روز بعد مجھے بتایا کہ جب وہ حضرت کے سامنے زمین پر بیٹھتا ہے تو اُسے چارپائی پر حضرت کی جگہ خانہ کعبہ نظر آتا ہے۔ میری ناقص رائے میں سرکار کی اُس پر بھی خاص نظر کرم ہے اور اس کا مستقبل روحانی لحاظ سے درخشندہ ہونے کی علامت ہے کہ چھوٹی عمر میں ہی اُسے حضرت نے دیدار خاص سے نواز دیا۔ جبکہ محمد فہد نے اپنے بچپن میں ایک صبح اپنی والدہ کو اپنا خواب سنایا تو وہ اُسے میرے پاس لے آئی اور کہا اب وہی خواب اپنے باپ کو سناؤ۔ فہد نے بتایا کہ رات حضور ﷺ اُس کے خواب میں آئے تھے، میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ حضور ﷺ ہی تھے، جس پر اُس نے کہا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ خدا اُمت مسلمہ کے افراد کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! (دروغ بر گردنِ راوی)

جس روز سے قبلہ حضرت صوفی عبدالحمید صاحب نے بیعت سے سرفراز کیا اُس دن سے جب آپ کلام فرماتے ہیں تو میری نظر مسلسل آپ کے چہرہ مبارک پر رہتی ہے اور اکثر گریہ زاری اور پاس انفاس شروع ہو جاتا ہے۔ جو آپ کی اس حقیر فقیر کو عطا ہے۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہور حمۃ اللہ تعالیٰ نے مرشد کی خصوصیات کی بابت جو تحریر فرمایا ہے کہ ''کامل پیر اپنے مرید میں اسم ذات اللہ نقش فرما دیتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی محفل میں پیش کر دیتا ہے۔'' میرے مرشد پاک نے یہ دونوں کام کر کے اپنے اکملیت کا ثبوت فراہم کر دیا ہے اور یہ کہ آپ کا فرمان ''جیہڑے ایتھے کٹھے اوہ اوتھے وی کٹھے ہون

Marfat.com

گے۔'' موجود زندگی تمام کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ و بالا محسوس ہوتا ہے۔

ع

ایہو دُعا میں منگاں ربا مرشد پاک دے راہ
پاھنڈہ جے کر پھردتا ای پارسؔ رکھیں نگاہ
اپنی پناہ مردودتوں رکھیں کرے نہ کوئی ریاء
راہ تکبر والے لا کے کے عجز نہ کرے تباہ

تمت بالخیر

23 رمضان المبارک شب 2 بج کر 10 منٹ
مطابق 21/ اگست 2012

Marfat.com

حضرت سید محمد ہاشم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

خداوند ذوالجلال والاکرام نے اپنے خلیفہ کے طور پر حضرت انسان کو ہی منتخب فرمایا! کیا دیگر مخلوقات مثلاً ملائکہ، جنات وغیرہ میں وہ صلاحیتیں موجود نہ تھیں جو رب لم یزل اپنے خلیفہ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ رب کریم نے جو کہ ایک خفیہ خزانہ تھا جب چاہا کہ اپنے ہونے کا اظہار فرمائے تو اپنے منتخب خلیفہ کے علاوہ تمام مخلوقات کی تخلیق لفظ کُن سے ہی فرمائی۔ اُس نے صرف چاہا، ارادہ کیا اور تخلیق کر دیا جیسا جیسا وہ چاہتا تھا۔ اپنی ذات پاک سے متعلقہ تمام پاک صفات جو اُس کی ذات کا جزو ہیں رنگا رنگ کائنات تخلیق فرمائی جس میں تخلیق کے لیے اپنا کسی غلطی سے پاک اندازہ مقرر فرمایا اور کاروان کائنات کو بہترین صورت میں رواں فرما دیا۔ کائنات کی ہر تخلیق کو اس کی حیاتیاتی ضروریات کے مطابق ماحول عطا فرمایا اور اُس ماحول میں اُس کے لیے متنوع دلچسپیاں پیدا فرمادیں تاکہ مخلوقات اس کی تخلیق کردہ کائنات میں اپنا اپنا مقررہ وقت پورا کر کے ماہیت بدلتی رہیں جیسے وہ ذات پاک مقرر کر دے اور چاہے۔ سمندر، پہاڑ، زمین، آسمان، شجر، حجر جیسی جمادات چرند، پرند درند و دیگر حیوانات و آبی مخلوقات ہر ایک میں علیحدہ خاصیات اور عادات ودیعت فرمادیں اور کارزار حیات کو چلانے کے لیے پانی کی اوّل تخلیق کر کے اُسے بنیاد بنا دیا اور اُسے متحرک رکھنے کے لیے آبی، بادی، ناری، خاکی خلعتیں تخلیق فرمائیں۔ دیگر عوامل کرسیِ معلیٰ، روشنی، آواز اور کئی دوسری ضروریات پیدا فرمادیں اور اُنہیں فطرت کی صفت عطا کی گئی جو ہر

Marfat.com

مخلوقات میں علیحدہ علیحدہ بدرجہ اُتم رکھی گئیں۔ مخلوقات کو احساس کی نعمت عطا کی گئی جس کا اظہار جان دار مخلوق غمی یا خوشی کے وقت خصوصاً کرتے ہیں۔ جبکہ جمادات بھی حکم الٰہی پر اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں غرض یہ کہ تمام مخلوقات جو زمینوں آسمانوں اور اُن کے درمیان موجود ہیں اپنے خالق اور مالک کی تسبیح و تہلیل میں حسب الحکم کسی نہ کسی صورت میں مصروف ہیں۔ کیونکہ بلاشبہ زمینوں آسمانوں اور اُس کے درمیان تمام مخلوقات کا خالق اور مالک رب عرش العظیم ہی ہے۔

رب قدوس کی ذات خود ہر چیز سے بے نیاز ہے مگر تمام مخلوقات اُس کی ذات قدس کی نیاز مند ہے وہ خود حیی و قیوم ہے خود (ہمیشہ زندہ) حیی اور دوسرے تمام کائنات کے لیے قیوم (قائم رکھنے والا) جب تک چاہے اور جیسے چاہے۔ لوح و قلم کا خالق اور مالک ازل سے ابد تک جس میں مکمل طور پر سب کچھ درج کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ ہر رائی کے دانے سے زمین و آسمان اور اس کے درمیان جملہ مخلوقات کی نمود سے اُس کی فنا تک کی لمحہ لمحہ کی تفصیل درج کر دی گئی۔

اولاً اپنے نور سے نور علیحدہ فرما کر اپنے محبوب کی تخلیق فرمائی اور اپنا اظہار فرما دیا تاکہ وہ پہچانا جائے۔ پھر حضور ﷺ کے نور کے فیض سے کائنات کی تخلیق جس میں زمین، آسمان، پانی، جمادات، حیوانات چرند، پرند، آبی مخلوقات و دیگر کو کلمہ کُن کے اعجاز سے تخلیق فرما کر ملائکہ اور جنات بھی لفظ کُن کے نتیجہ میں ہی تخلیق فرمائے گئے۔

اس مرحلہ پر اپنے ارادے اور خیال سے انسان کو گارے اور بدبودار سڑی ہوئی مٹی کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے مرحلہ سے گزار کر بے جان بُت میں اپنا اَمر ربی روح کی صورت میں داخل فرما دیا اور جب امر ربی سے بے دم زندگی اندر باہر چلنے لگا تو اُس کو آدم کا نام دیا گیا۔ یوں اپنے اظہار کا ذریعہ مکمل کر کے آدمی کی شکل میں عدم

Marfat.com

سے وجود پر ظاہر کر دیا۔ تخلیق آدم سے قبل رب ذوالجلال نے اس راز سے پردہ ہٹایا اور اپنے خلیفہ کی تخلیق کا ارادہ ظاہر فرمادیا جس پر فرشتوں اور جنوں کا مختلف ردعمل ظاہر ہوا اپنی مرضی اور ارادے کو دلیل سے درست ثابت کرنے کے لیے امتحان لیا گیا۔ تو فرشتے اور جن اُن اشیاء کے نام نہ بتا سکے۔ جہاں وہ لاکھوں سال سے کائنات میں محوِ عبادت تھے مگر آدم نے اذن الٰہی اور علم الٰہی کی روشنی میں وہ نام جو اللہ پاک نے اُن چیزوں کے رکھے تھے بتا دیئے یوں اُس ذات آمد نے آدم علیہ السلام کی بطور خلیفہ تخلیق کو برحق اور دلیل پر قائم کر دیا کہ خلیفہ تو علم والے کو ہی مقرر کیا جا سکتا ہے چاہے اس کی تخلیق گندی مٹی سے ہی کی جائے اور جسے وہ چاہے خود علم عطا کر کے علم والا بنا دے یہی اُس کی ذات پاک و علیم کی شان ہے۔

ملائکہ نوری مخلوق ہونے کی بناء پر شر سے پاک اور احکامات الٰہی کی تعمیل کی مکمل صلاحیت بھی اُن میں رکھی گئی تھی، جب سجدہ آدم کا حکم الٰہی ہوا تو فرشتوں نے فوری تعمیل کی۔ مگر عزازیل جو جنات میں سے تھا مگر عبادت کی کثرت سے اُس کا شمار بحکم الٰہی فرشتوں میں کر دیا گیا تھا۔ فرشتوں میں سردار ہونے کی بنا پر اُسے بھی خلافت الٰہی کی توقع تھی اس نے مٹی کے تخلیق کردہ خلیفہ پر اپنا خیالی حق نہ ملنے پر حسد اور تکبر کی بناء پر بھڑک اُٹھا اور حکم کی تعمیل سے انکاری ہوا۔ عزازیل کا خطاب چھین کر رب ذوالجلال نے ابلیس لعین شیطان قرار دیتے ہوئے اپنے دربار سے راندۂ درگاہ قرار دے کر قیامت تک کے لیے نکال دیا۔ اس نے دربار خداوندی سے نکلتے ہوئے رب ذوالجلال کی قسم کھاتے ہوئے اُس مٹی کے خلیفہ آدمی کو تا قیامت بہکانے اور ورغلانے کے عزم کا اظہار کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس آب و گل کے مجموعہ میں مٹی اور پانی کی اصل خصوصیات موجود ہیں۔ خداوند قدوس نے اس کے عزم کے اظہار پر فرما دیا کہ تو ان کو نہیں بہکا اور ورغلا سکے گا جو میرے بندے ہوں گے۔ یوں نسل آدم کے کھلے دشمن کے بہکاوے کے عزم کا علاج اور توڑ بھی سامنے آ گیا۔ کہ جو اللہ پاک کی

Marfat.com

بندگی کریں گے وہ اس لعین کی دستبرد سے محفوظ کر دیئے جائیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں قیام کی اجازت دی گئی اور ان کی تنہائی دور کرنے کے لیے اُن کے جوڑے حوا کو اُن کی بائیں پسلی دل کے قریب سے پیدا فرمایا گیا۔ جنت میں ایک درخت سے دور رہنے اور اس کا پھل نہ کھانے کا حکم دیا گیا۔ جس کی تکمیل بوجوہ بہکاوا ابلیس لعین بذریعہ اماں حوا نہ ہو سکی اور انہیں حضرت آدم و حوا کو جنت سے زمین پر اُتار دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بہ توسل رسول اللہ ﷺ "ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکوننا من الخسرین" کے کثرت ورد سے رب العالمین کی بارگاہ سے معافی پائی اور حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو صدیاں گزرنے پر دوبارہ جبل الرحمت پر ایک دوسرے سے ملا دیا جبکہ زمین پر حضرت آدم علیہ السلام جزائر سراندیپ سری لنکا میں مائی صاحبہ کو جدّہ سعودی عرب میں اُتارا گیا تھا۔

یوں مشیت الٰہی تکمیل کے مراحل طے کرتی رہی اور نسل انسانی بڑھتی رہی، مرسلین ذات حق اُسے سنوارتے رہے وحدہٗ لاشریک کی تعلیم انسانوں تک پہنچاتے رہے۔ ابلیس مردود بھی اپنے دربار خداوندی میں کیے گئے دعوے کی تکمیل میں مصروف کار رہا اور نسل انسانی میں وسوسے اندیشے اور خوف پیدا کرتا رہا اُن انسانوں کو بہکاتا اور ورغلاتا رہا جو حقیقی بندگی کے مقام کو نہ پا سکے۔ مگر وہ بندے جو توفیق الٰہی سے صدق دل اور یقین سے بندگی کی کوششوں میں مصروف رہے اُس کی پہنچ اور اثرات سے بحکم ربی محفوظ و مامون رہے۔

انبیاء کرام، مرسلین گرامی اور پیغمبران عظام حکم الٰہی سے اُس لعین کی دسترس سے بالکل محفوظ کر دیئے تھے اور معصومین کے زمرے میں شامل کر دیئے گئے اللہ پاک نے انسانوں میں جن کو دوستی کے لیے منتخب کر لیا ان کو اپنے محبوب اور اپنی دوستی کے طفیل اُس مردود سے قیامت تک اپنی پناہ اور امان میں رکھے گا۔ (انشاء اللہ)

Marfat.com

دولہائے کون و مکان، وجہِ تخلیق کائنات، ازلی ابدی نور الکونین ہادیٔ کُل و رحمۃ اللعالمین، نبی آخرالزمان محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد کے بدولت اللہ پاک نے اپنے ہونے کا اظہار مکمل فرمادیا تا کہ اس کی پہچان اس محبوب کے ذریعے جسے ازل سے اپنا مشاہد بنا رکھا تھا کو دنیائے کائنات میں مرسلین کے سب سے اعلیٰ درجے پر مبعوث فرمادیا۔ یوں وجہِ تخلیق کائنات کو اپنے آخری مرسل، نبی اور پیغمبر کو قرآن و سنت کے ذریعے اپنے خلیفۃ الارض کو اپنا آخری جامع اور مکمل تا قیامت پیغام دے دیا کہ اس کے بعد کسی بندے پر وحی نہ اُترنا تھی۔ اپنے پیارے محبوب کے پیغام کو تا قیامت زندہ و پائندہ رکھنے کے لیے احکم الحاکمین نے اپنے محبوب کی اُمت میں اولیائے کرام کو اپنے لئے خاص کر کے چنتے ہوئے اپنے خصوصی اختیارات ودیعت فرماتے ہوئے انسانیت خصوصاً مسلمانوں اور مومنوں کے لیے مشعل راہ بنایا۔ سورۂ فاتحہ میں کی گئی دُعا ''ایاك نعبد و ایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم'' کی قبولیت فرماتے ہوئے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ تو وہ انعام یافتہ لوگ ہی اُمت مسلمہ میں سیدھی راہ والے لوگ ہیں اور اُن کے علاوہ ''غیر المغضوب'' اور'' و لا الضالین '' والے لوگ ہیں جن پر غضب کیا گیا اور گمراہ ہوئے۔

عباداللہ الصالحین اور انعمت علیھم والوں میں شمار کیے جانے والے مومنین میں صرف اُن لوگوں نے خداوند کی توفیق سے باقی باللہ شہرت پائی۔ جو سلاسل طریق الحق ہیں اپنے پیرو مرشد کے وسیلہ اور ذریعے سے کڑی در کڑی، حلقہ در حلقہ، بیعت در بیعت، دست بدست مرشد اعظم، ہادی کل، محبوبِ خدا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑے ہوئے ہیں۔ جن کا ہاتھ اُن کے مرشد کے ہاتھ کے توسل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے بالواسطہ ملا ہوا ہے۔ انعمت علیھم والوں کی پہچان تو سیدھی ہے کہ جن مومنوں کی قبریں

Marfat.com

زندہ ہیں اور جہاں ہردم ہرگھڑی نماز تلاوت قرآن اور لنگر کا سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے اور صدیاں گزرنے پر بھی اُس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے جو انشاءاللہ تا قیامت فضل الٰہی سے جاری و ساری رہے گا۔ جبکہ عام انسان/مسلمان کی موت کے 60-50 سال بعد اُن کی قبروں کا نشان بھی باقی نہ رہا اور اگر رہا تو عبرت کے طور پر رکھا گیا تاکہ لوگ غور و فکر کریں کہ زندگی میں اُن بادشاہان وقت اور دیگر کا کیا کرّ و فر تھا اور اب وہاں کوئی قرآن خوانی یا فاتحہ کے لیے نہیں بلکہ تاریخی نوادرات سمجھ کر سیر و سیاحت کے لیے آتا ہے جس کی زندہ مثال لاہور میں ہی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار اقدس پر حاضری اور قطب الدین ایبک کے مقبرہ کا چکر لگانے سے ہوتا ہے۔ سو اصل انعمت علیھم والے ولی اللہ کی شان تقریباً ایک ہزار سال گزرنے پر بھی عیاں ہو رہی ہے اور انعمت کی بعد از ممات زندگی اس کا ثبوت ہے۔ جو خالق قرآن اور صاحب قرآن اور قرآن کی حقانیت کی روشن دلیل ہے اور موتوا قبل تموتوا کی زندہ مثال ہے۔ اسی طرح حضرت میاں میر صاحب (پٹھان پیر) کے مزار اقدس اور جہانگیر کے مقبرہ کی تصویر مزید وضاحت کے لیے کافی اور فکر کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

خداوند ذوالجلال والاکرم نے اپنے اظہار کے لیے کائنات کی تخلیق اور اُس کا ماحاصل حضرت انسان کو تخلیق فرما کر بزم کونین کو سجا کر وقتاً فوقتاً انبیاء کرام کی آمد کے ساتھ ہی دولہاءِ کونین حضور پُرنور ﷺ کی آمد کی بشارتیں بھی مرحمت فرمائیں اور آخر وقت پر اس کائنات کی تخلیق کے اصل مقصد اور اپنے نور سے اولین جدا کردہ نور کے فیضان سے تمام کائنات کی تخلیق فرمائی گئی کو مبعوث فرمایا اور خود ہی اپنی احسن تقویم تخلیق پر جھوم جھوم گیا۔ اور اللہ جل شانہٗ نے جب اپنی تخلیق اپنے پیارے محبوب اور محبت کی طرف نظر فرمائی تو وجد میں الف سے م کی صورت اختیار کرتا ہوا محمد ﷺ کی صورت میں جلوہ گر ہوا نہ اسم ذات اللہ

Marfat.com

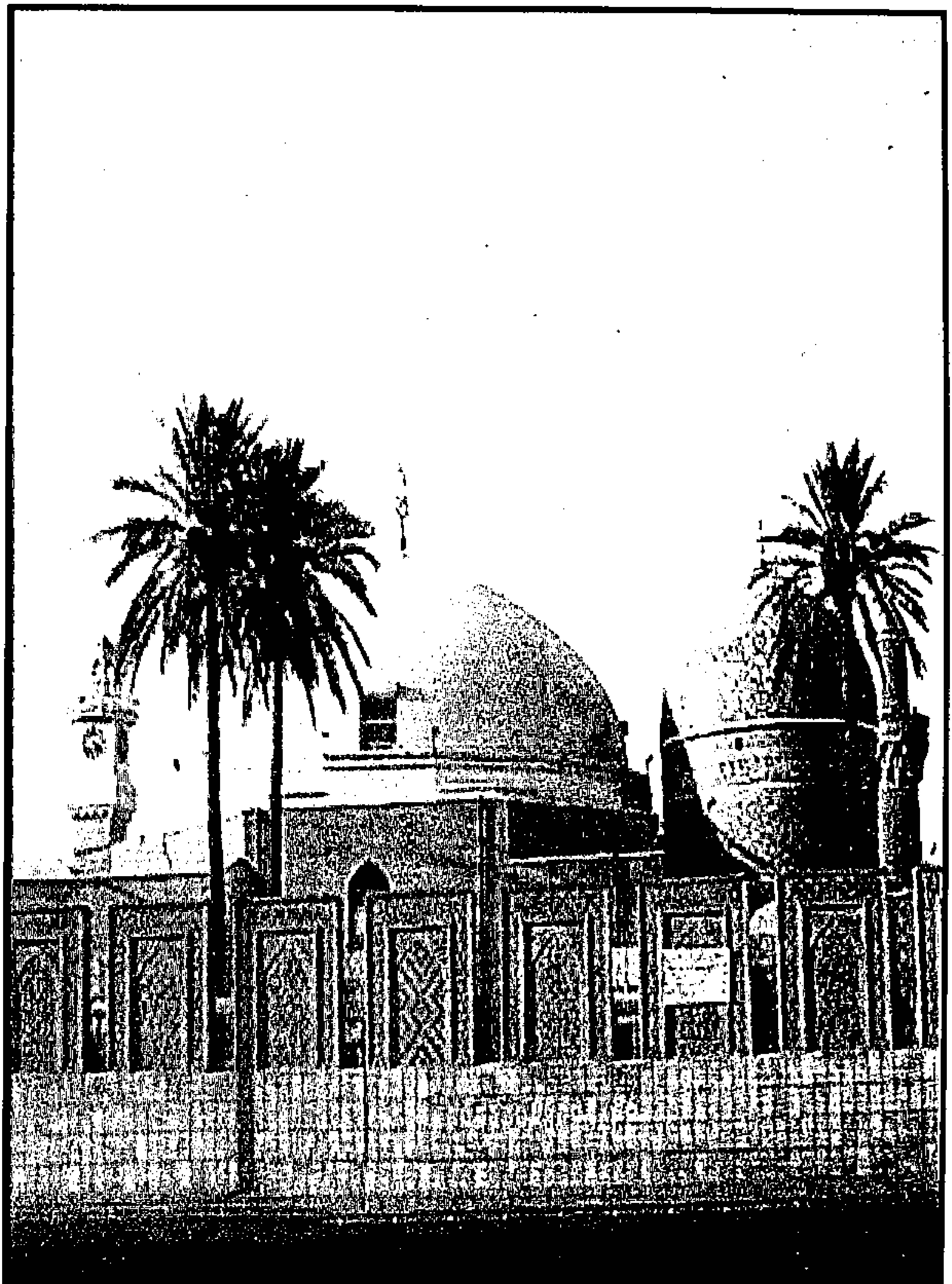

مزار اقدس

غوث الاعظم حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

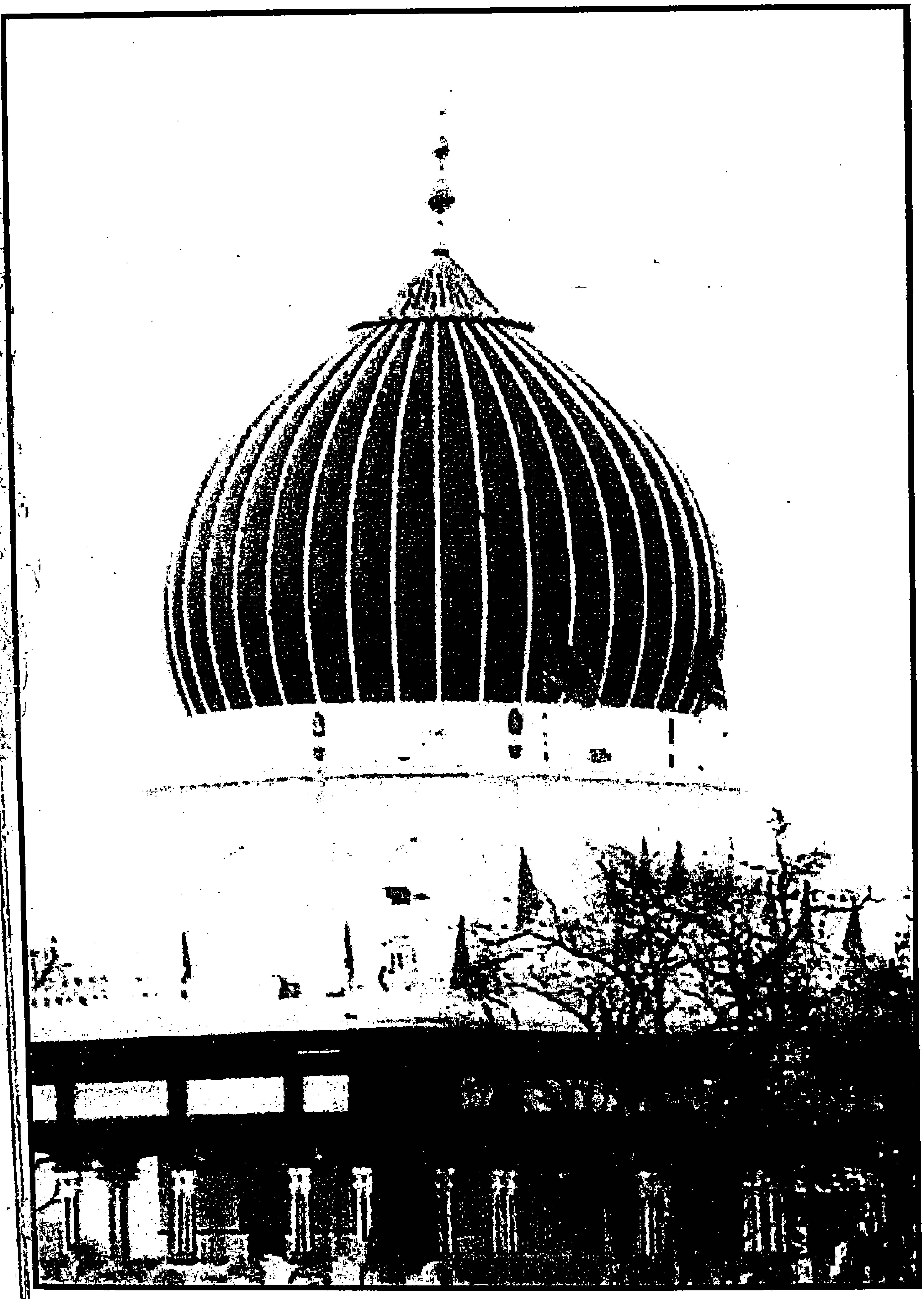

مزار اقدس

حضرت شیخ نوشاہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

جل شانہٗ میں کوئی نقطہ اور نہ اُس کے محبوب کے اسم مبارک میں کوئی نقطہ یوں خود بھی بے نقطہ اور اُس کا محبوب بھی بے نقطہ۔ قلم جب اللہ لکھنے کے لیے رکھا جائے، شروع سے آخر تک اُٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور یوں جب اُس کے محبوب محمد ﷺ کے اسم گرامی کو لکھا جائے تو قلم کو سر اُٹھانے کی جرات ہی نہ ہو جب تک ازل کا سفر ابد اختتام تک نہ پہنچ جائے۔

یوں قادر کریم نے دولہاءِ کونین کے لیے اُس کی آمد کے بعد اُس کے صحابہ کرام کی صورت میں باراتی بھی اکٹھے کیے اور عدم تک آنے والے زمانوں کے لیے اپنے محبوب کی اُمت میں جا بجا روشن چاند اور دمکتے ستارے بھی تخلیق فرمائے جو شمس نبوت کے بظاہر غروب ہو جانے پر بھی اُمتِ مسلمہ کے لیے آنے والے زمانے کی تاریکیوں میں شمع نبوت کی روشنی کو منعکس کرتے ہوئے مسلمانوں اور ایمان والوں کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے جس طرح زمانہ اور وقت چلتا رہے گا۔

شمس نبوت کی روشنی سے دمکتا ہوا ماہتاب جو تمام زمانوں پر حاوی ہے۔ حضرت شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی صورت میں جلوہ فرما ہے جن کے گرد روشن ستاروں کا جھرمٹ ماہتابِ غوثیت کو چار چاند لگا رہا ہے اور یوں حضرت غوث الاعظم اپنے درخشندہ ستاروں کے جلو میں وقت اور زمانے کی رفتار کو تھامتے ہوئے اُن کے بقول خدا کے بنائے ہوئے شہروں پر اس طرح نظر رکھے ہوئے ہیں جیسے رائی کے دانے ہوں اور ہمہ وقت اپنے رب کے ساتھ مصروف ہیں اور قربِ الٰہی میں یکتا و یگانہ ہیں اور اُن کا رب اُن کو ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں ترقی دیتا ہے جو اُن کے لیے کافی ہے۔

ماہتاب غوثیت کے گرد درخشندہ ستاروں میں حضرت سید حاجی محمد المعروف نوشاہ پاک کا مقام کسی تعارف کا محتاج نہ ہے کہ اُن کے فیضان نظر سے حضرت سید محمد ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو میرے جد امجد ہونے کے ناطے میرے نسبی و حسبی رہنما اور پیر طریقت ہیں

Marfat.com

کہ جن کے مزار اقدس سے میری راہنمائی اور راز افشانیوں کا سلسلہ عرصہ دراز سے تا حال جاری ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ حضرت کی اولاد میں سے ساتویں پشت میں ہونے کے ناطے جوانی میں ہی مزار پر بار بار حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ محبت اور عقیدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ شروع میں صرف صاحبزادگی کی حد تک بات چلتی رہی مگر وقت گزرنے کے ساتھ عمر اور شعور میں پختگی کے ساتھ تفکر بھی در آیا کہ خداوند عالم کو جب کسی انسان کی دین و دنیا میں بھلائی اور بہتری مقصود ہوتی ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا کر دی جاتی ہے اس مقصد کے لیے بھی رب ذوالجلال اپنے مقررہ اہداف کے لیے اسباب مہیا کر کے انسان کی مدد فرما دیتا ہے۔

حضرت سید محمد ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے 13 واسطوں سے جا ملتا ہے اور حضرت امام حسن مثنیٰ کے توسط سے 27 واسطوں سے مولائے کائنات شیر خدا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شروع ہوتا ہے۔

خلافت عباسیہ کے دور میں جب عباسیوں کی طرف سے فاطمیوں پر مظالم کی انتہاء کر دی گئی تو اکثر فاطمی سادات حسب الحکم ہجرت کی طرف مائل ہوئے اور مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے دور دراز علاقوں میں رہائش پذیر ہو کر مسلمانوں اور نو مسلموں کے لیے دین اسلام پھیلانے کی کوششوں میں مصروف کار ہو گئے۔ اسی دور میں اجداد سید ہاشم شاہ حلب (شام) کے علاقہ میں ہجرت کے بعد رہائش پذیر ہوئے۔ خلافت عباسیہ کے خاتمے پر خاندان سادات کا یہ گروہ واپس مدینہ طیبہ میں تشریف لے آیا اور سید محمد ہاشم شاہ کے والد گرامی حضرت سید محمد شریف شاہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چالیس برس تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور وقتاً فوقتاً مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر نو میں عملاً حصہ لیتے رہے اور یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف پر روزانہ حاضر ہونے کے اسباب بسلسلہ درس و تدریس و

Marfat.com

شبیہ مبارک حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادری

تعاون برائے شبیہ مبارک (ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ جگدیو تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر)

Marfat.com

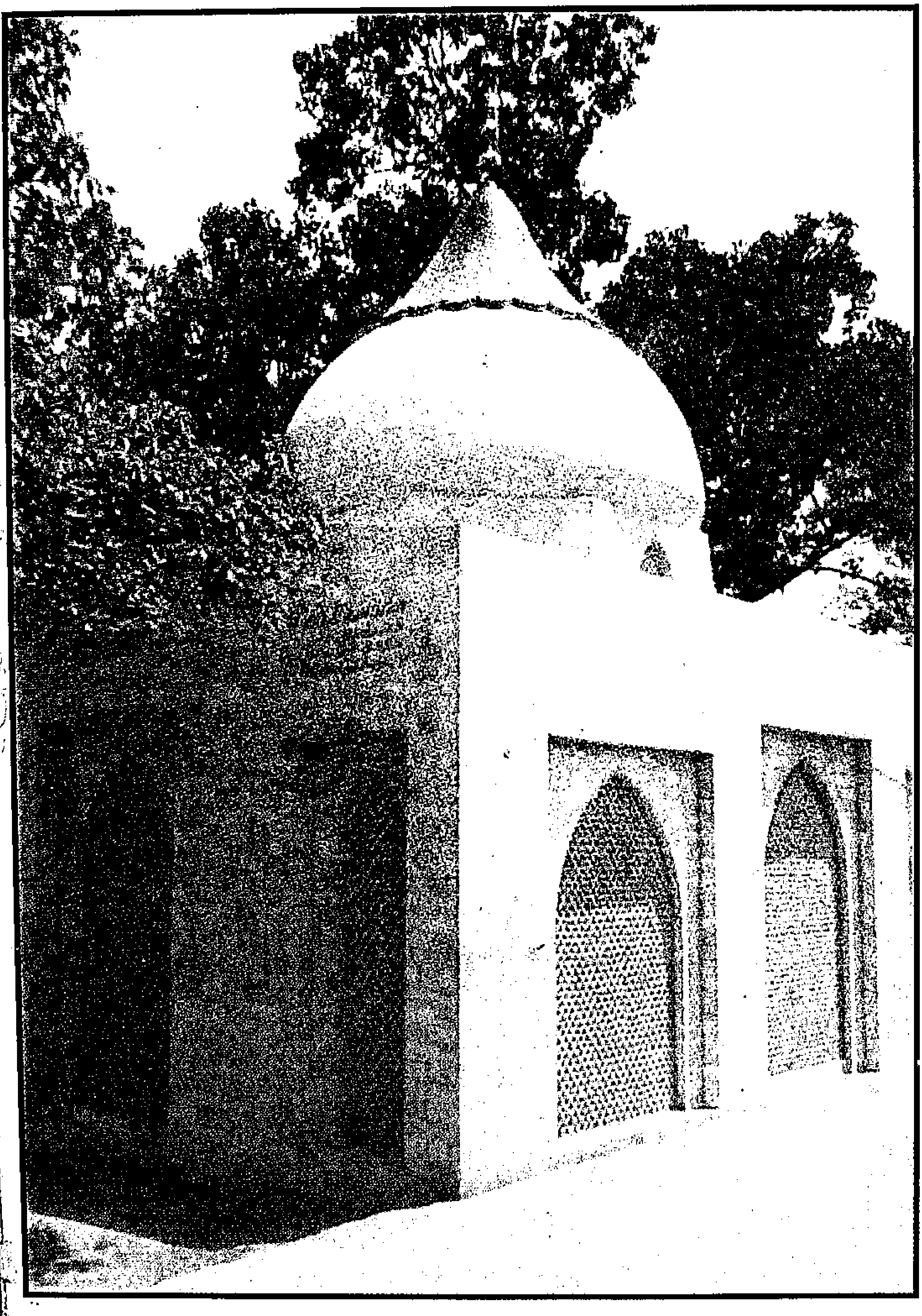

دربار عالیہ

حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تھرپال، ضلع نارووال، پاکستان

Marfat.com

مرمت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جد امجد کی طرف سے عطا کیے جاتے رہے۔

حضرت سید محمد ہاشم شاہ کی بزم کون و مکان میں آمد اور آپ کے والد مکرم کی مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران ہی مدینہ طیبہ میں ہی ہوئی اور آپ کے ظاہری انوار کی بابت ہی والد گرامی نے خاندان قریش کے فرزند گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ معظم ہاشم بن عبد مناف کے نام کی نسبت سے محمد ہاشم نام رکھا۔ بنو ہاشم کی نسبت سے ہی ہاشمی سادات پہچانے جاتے ہیں۔ مزید عرب شریف و حجاز مقدس میں بچوں کے نام اجداد کے نام کی نسبت سے رکھنے کا عام رواج ہے جو تا حال چل رہا ہے اور جو آسان شناخت کے لیے مروج ہے۔ سید محمد ہاشم شاہ کی پیدائش ۲۲ رجب ۱۱۴۸ھ اور ۸ دسمبر ۱۷۳۵ عیسوی بمقام مدینہ طیبہ ہے۔ جب آپ کی عمر مبارک 4 سال تھی تو آپ کے والد گرامی حضرت حاجی محمد شریف شاہ حسب الحکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان بذریعہ اُوچ شریف تشریف لائے۔ ملتان کے راستے قصور سے ہوتے ہوئے ضلع امرتسر کی تحصیل (حال) اجنالہ کے دیہہ جگدیو کلاں میں جا اُترے اور وہاں رہائش پذیر ہوئے اور حکمت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ ضلع امرتسر میں دیہہ جھنگی میں اُن دنوں حضرت نوشہ پاک قادری کے سلسلہ طریقت میں خلیفہ حضرت پیر سُچیار صاحب جن کا مزار شریف ان دنوں جلال پور جٹاں ضلع گجرات کے قرب و جوار میں واقع ہے کے خلیفہ حضرت بخت جمال جھنگی کا زمانہ تھا جو اپنے وقت کے اجل اللہ والے صاحب طریقت فقیرانہ رنگ میں رنگے ہوئے درویش تھے۔ حاجی محمد شریف رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیعت کی تو آپ کو خرقۂ خلافت اور درویشی اور فقر کی دولت سے مالا مال کر دیا گیا۔ حضرت سید محمد ہاشم شاہ کی عمر ابھی تقریباً 12-11 سال تھی اور آپ اپنے والد گرامی سے ہی بیعت تھے اور اُنہیں کی زیرنگرانی علوم شرعیہ، حکمت و دیگر سے فیض یاب ہو رہے تھے کہ اجل نے حاجی محمد شریفؒ کو سکرات میں مبتلا کر دیا۔ آپ نے اپنے فرزند دلبند محمدؒ ہاشمؒ

Marfat.com

کو بلوایا اور اسپغول کی جو پوٹلی شدت مرض کی وجہ سے منہ میں رکھی ہوئی تھی نکال کر ہاشم شاہ کے منہ میں ڈال دی اور تمام فقر اور درویشی سے متعلقہ روحانی علوم بغیر کسی مشقت کے محمد ہاشم کو منتقل کر دیئے اور عالم فانی سے کوچ کر کے عالم روحانی میں اپنے اجداد کی معرفت اپنے رب سے وصل فرمایا۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون!

حضرت سید محمد ہاشم شاہ وجیہہ اور صبیح تھے لہذا ہر ملنے والے پر فوراً اُن کا اثر قائم ہو جاتا۔ آپ نے اپنے موروثی پیشے حکمت کو ہی اختیار کیا مگر خداداد صلاحیتیں وقت گزرنے کے ساتھ نکھرتی گئیں۔ آپ کی کتاب حکمت پوتھی میں جو گورمکھی زبان میں تحریر ہے سینکڑوں آزمودہ نسخے موجود ہیں گورمکھی میں ہونے کی وجہ سے یہاں کام نہ آسکی شاید ہندوستان میں اُس سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت ہو۔ آپ نے پنجابی، ہندی، گورمکھی، فارسی، عربی زبان میں طبع آزمائی کرتے ہوئے تقریباً 30 کتابی مخطوطے چھوڑے۔ حضرت نے پنجابی کے لیجنڈ شاعر کے طور پر اپنا مرتبہ اور مقام منوایا ہے آپ کی تصانیف ''سسی پنوں'' ''سوہنی مہینوال'' ''شیریں فرہاد'' کے علاوہ صوفیانہ کلام ''دوڑھے'' ''ڈیوڑھے'' نے ہر پنجابی سننے سمجھنے اور بولنے والے کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

حضرت سید ہاشم شاہ کے چند دوہڑے پیش ہیں جس میں آپ نے نہایت پُر اثر انداز میں انتہائی چابکدستی سے حقیقت زندگی کو نہایت آسان الفاظ میں پُر درد طریقہ سے پیش کیا بوجوہ عارفِ کھڑی شریف حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شاعرانہ کمالات کی درست تعریف و توصیف کی ہے۔ حضرت نے تصوف کے حقائق اور راز دروں کھولے اور نوشاہی قادری سلسلہ میں بیعت کا حق ادا کر دیا:

ع تسبیح بہت بھواون کسی جہناں دام فریب وچھایا
کر کر گیان سناون لوکاں اوہناں اِت بدھ شیخ کہایا

Marfat.com

مطلب جو اسرار الٰہی اوہناں ہرگز مول نہ پایا
ہاشم بھیت رسائین والے کدی اپنا آپ وکھایا

بے بنیاد جہان ٹھگاؤ، رب گوڑا باغ سہایا
لذت مار دیوانہ کیتا، جد ایس چمن وچ آیا
مست خمار ہویا وچ دعوے اتے میں میں کر دُکھ لایا
ہاشم گوڑے لالچ لگیاں اساں اصلی دیس بُھلایا

قادری سلسلہ طریقت میں سلسلہ نوشاہیہ قادریہ کا فزوں تر اضافہ ہوا جن کے عارفانہ رموز نے سلاسل طریقت میں دھوم مچادی اور کئی نئے باب کھولے جن کو سمجھ کر عمل میں لاکر لاکھوں لوگ راہِ حق کے کامیاب مسافر قرار پائے اور انعمت علیھم والوں میں شامل ہو گئے۔اور غیر المغضوب اور ولا الضالین والوں سے نکل گئے۔

حضرت سید محمد ہاشم شاہ بھی سلسلہ نوشاہیہ قادریہ کے اُن خلفا میں شامل ہیں جو سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ کے رموز واسرار سے کماحقہٗ فیض یاب ہوئے اوران اسرار ورموز کو رائج الوقت دیگر زبانوں میں، لازوال تصوف میں درد کی دولت سے مالا مال شاعری خصوصاً دوہڑوں اورسی حرفیوں کی شکل میں سلسلہ عالیہ کے پیغام کو جس میں دُنیا کی بے ثباتی خاص موضوع ہے کوعوام الناس تک پہنچایا پنجابی زبان میں سسی پنوں، سوہنی مہینوال، شیریں فرہاد، ہیر رانجھا کا اضافہ فرمایا جس میں عشق حقیقی کوعشق مجازی کا روپ دے دیا۔فارسی زبان میں اُنکی بے شمار تصانیفِ تصوف اور سلسلہ عالیہ کے پیغام پر مشتمل ہیں جبکہ ''چہار بہار'' بہ زبان فارسی خصوصی اہمیت کی حامل ہے جس کا اردو ترجمہ آپ کے پیر خانہ میں حضرت شرافت نوشاہی قادری نے خانہ فرہنگ ایران کے توسط سے شائع کیا۔بعدازاں حضرت ہاشم شاہؒ

Marfat.com

کے خانوادہ نے اُسے دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جو بازار میں دستیاب نہ ہے بلکہ سجادگان اُسے دوست احباب کو ہی نذر کرتے ہیں۔

حضرت سید ہاشم شاہ کی نسل سے براہِ راست تعلق کی وجہ سے اور سجادہ نشین حضرت محمد اکبر شاہ کا پوتا ہونے کے ناطے دربار شریف پر گاہے بگاہے حاضری کا شرف نصیب ہوتا۔ کبھی دادا حضور کی معیت میں اور کبھی دیگر بزرگوں کے ہمراہ مگر دل میں کبھی کوئی چنگاری نہ بھڑکی نہ کبھی کوئی شعلہ لپکا۔

غالباً 1966 کی بات ہے جب راقم لائل پور میں ایف۔اے کا طالب علم تھا گرمیوں کی چھٹیوں میں دادا حضور کو ملنے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ گاؤں پہنچ کر دربار پر پہنچا تو حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ دادا جان دربار شریف کی تعمیر نو کے سلسلہ میں دربار سے باہر بیٹھے اپنی انگلیوں پر پٹیاں باندھے اینٹوں کی روڑی بنانے میں مصروف تھے۔ جس پر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور میں نے آپ سے درخواست کی کہ یہ میں کام کرتا ہوں جس پر آپ نے فرمایا ''باؤ جی ایہہ تہاڈے وس دا کم نئیں، انگلیاں زخمی ہو جان گیاں۔ میں وی تے اپنا حصہ پانان پیاں۔ تُسی دربار شریف دے اُتے چڑھو میں تھلیوں اِٹاں سُٹنا تُسی اُوہناں نوں اُتے کندھ تے رکھو تہاڈا وی حصہ پے جائے گا۔''

میں دربار کی پچھلی طرف لگی بانس کی سیڑھی سے اوپر چلا گیا، دادا جان نیچے سے اینٹیں پھینکتے تھے اور میں اوپر اُن کو پکڑ پکڑ کر دیوار پر رکھتا جاتا تھا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ میرے بڑے بھائی سعید صاحب بھی اُسی سیڑھی کے راستے میرے پیچھے پیچھے دربار کی چھت پر پچھلی طرف جامن کے درخت سے جو پھل سے لدا ہوا تھا، جامن اُتار اُتار کر مزے سے کھا رہے تھے۔ چند لمحے بعد دادا جان نے کہا ''باؤ جی تھک جاؤ گے، ہن تھلے آ جاؤ۔'' اور میں دربار کی چھت جو زیر تعمیر تھی اُسی راستے نیچے اُتر گیا جس راستے اوپر گیا تھا۔ اُسی

Marfat.com

رات جب میں اور بھائی صاحب گھر کی تیسری منزل کی چھت پر سو رہے تھے، دریائے راوی اُن دنوں گاؤں سے 4-3 میل دور ہندوستان و پاکستان کی سرحد کا کام دیتا تھا جو ضلع امرتسر اور ضلع سیالکوٹ کو علیحدہ علیحدہ کرتا تھا لہٰذا مئی جون کے مہینے میں بھی چھت پر سوئے ہوئے کپڑے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ رات کے پچھلے پہر دوسری چارپائی سے آنے والی خرخراہٹ کی آواز سے میری آنکھ کھلی تو چند ثانیے بعد بھائی صاحب نے زور زور سے چلانا شروع کیا جیسے کوئی ان دیکھی طاقت اُن کا گلا دبا رہی ہو اور وہ اپنے بچاؤ کی کوشش میں آوازیں دے رہے ہوں جو خاصی بلند تھیں۔ میں اس قسم کے تجربہ سے پہلے کبھی نہ گزرا تھا اس لیے گھبرا گیا۔ بھائی صاحب کو گرفت میں لے کر سیڑھیاں اُتارتا ہوا دادا حضور کے پاس دوسری منزل پر لے آیا۔ وہ شاید پہلے ہی جاگ رہے تھے اُنہوں نے بھائی صاحب کو اپنی چارپائی پر پاس بٹھا لیا اور دم کرنے لگے۔ چند ثانیوں میں اُن کی کیفیت درست ہونے لگی اس پر آپ نے فرمایا اسے اوپر لے جا کر چارپائی پر سلا دو۔ صبح اُٹھ کر دادا جان نے بھائی صاحب سے رات کی بابت تفصیل پوچھی تو وہ کہنے لگے "رات دربار شریف میں سے ایک ہاتھ نکلا اور لمبا ہوتا ہوتا میری گردن تک پہنچ گیا دباؤ کی تکلیف کی وجہ سے شور و غوغا ہوا جس پر دادا جان نے بھائی صاحب کو متنبہ کیا کہ وہ آئندہ دربار کی چھت پر بلا اجازت اور بلا ضرورت نہ چڑھیں۔

وقت گزرتا رہا اور راقم جوانی کی حدوں کو عبور کرنے لگا اسی اثنا میں لاہور میں اپنی قیام گاہ میں روح کو بے چین پایا جو کسی دنیاوی مصروفیت سے دور ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی اور اضافہ ہی ہو رہا تھا۔

اس گھبراہٹ اور پریشانی جو بلا سبب اور بے وجہ تھی کا کوئی تریاق نظر نہ آ رہا تھا۔ نظرِ جستجو بالآخر دادا حضور کی طرف اُٹھی جو گاؤں میں دربارِ عالیہ حضرت سید ہاشم شاہ پر قیام

Marfat.com

پذیر تھے اور بہت کم لاہور تشریف لاتے تھے۔ اس صداقت سے پردہ اٹھا کہ جب انسان دکھ اور تکلیف میں ہوتا ہے تو اُسے ماں باپ اور خدا کی یاد آتی ہے۔ والدہ محترمہ کی ہدایت پر کہ گاؤں میں اپنے بزرگوں کو اور دربار پر حاضری دو اللہ پاک کرم کرے گا۔

حسب الحکم آئندہ آنے والے ہفتہ کو شام کی ٹرین پر گاؤں روانگی ہوئی کیونکہ اتوار کو چھٹی تھی۔ نارووال جانے والی ٹرین اپنی خرابیوں کی وجہ سے مشہور ہے اور اکثر خرابی انجن اور کراس کی وجہ تاخیر کا باعث بن ہی جاتی ہے لہذا دسمبر کی سرد اور طویل رات تقریباً 10 بجے کی گاڑی نے رعیہ خاص ریلوے اسٹیشن پر ورود فرمایا اور تقریباً 6۔5 مسافر گاڑی سے اُترے۔ دروازے سے باہر گزرتے ہوئے ریلوے کے عملہ کو ٹکٹ اکٹھے کرتے دکھ کر اُن کی مستعدی کو داد دینے کو جی چاہا۔ ٹکٹ کلکٹر نے میری جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا ''باؤ جی تسی کتھے جاناں اے''۔ میں نے جواب دیا تھرپال۔ وہ بولا: دربار تے جاناں اے، میں نے ہاں میں جواب دیا اس پر وہ بولا ''رات بہت ہوگئی اے ذرا دھیان نال جاناں راہ ٹھیک نئیں وارداتاں ہوندیاں نیں۔'' میں نے اللہ کو اور اپنے بزرگوں کو یاد کیا اور پیدل ہی گاؤں کی طرف محوِ سفر ہوا کیونکہ اس وقت وہاں کوئی تانگہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی ہمسفر تھا جسے میرے گاؤں کی طرف جانا ہو۔ یوں اُمید اور خوف کے درمیان گاؤں دربار شریف تک پہنچ گیا۔ گاؤں پہنچ کر یوں محسوس ہوا کہ اہل دیہہ صدیوں سے سو رہے ہیں۔ مسجد کے صحن کا دروازہ کھلا تھا یوں وضو کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ وضو کر کے دربار شریف حاضر ہوا تو اُس کو بھی تالا نہ لگا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر ماچس جیب سے نکال کر چراغ روشن کیا اور اہل قبور کو سلام پیش کیا۔ چند لمحے بعد خود کو تنہا سرسوں کے چراغ کی مدہم روشنی میں قبروں کے درمیان پایا تو خوف کی ایک لہر جسم میں دوڑ گئی۔ مگر چند ثانیے بعد ہی یہ سوچ کر اللہ پاک اور بزرگوں سے استعانت طلب کی کہ آج پہلے قدم پر ہی اگر ہمت ہار دی اور خوف نے غلبہ

Marfat.com

حاصل کرلیا تو پھر شاید موقع نہ ملے لہٰذا خدا کی دی ہوئی توفیق اور بزرگوں کی شفقت سے دلاسہ لیتے ہوئے قبر کے سرہانے جائے نماز کو قبلہ رُخ بچھاتے ہوئے قصر نماز مغرب اور عشاء کی ادائیگی کی اور اسی سمت بیٹھ کر دیگر اذکار کرتا رہا اس دوران سفر پر نکلتے ہوئے ساتھ لائے گرم دُھسّے نے سردی کی شدت سے بچانے میں خاصی مدد کی۔ تہجد کے وقت مزار شریف سے دوبارہ مسجد میں جا کر وضو بنانا پڑا اور یوں تہجد کے نوافل کی سبیل پیدا کر دی گئی۔ نوافلِ تہجد کے دوران سجدہ ختم ہونے پر ہاتھ اُٹھاتا تو داہنا ہاتھ بوجھل اور زمین کی طرف کشش محسوس ہوتی۔ خوف پھر یا تاریکی سے ابھر کر سامنے آیا کہ دائیں طرف فالج کی کوئی صورت تو نہ بن رہی ہے مگر پھر اُمید دامن تھام لیتی کہ گنہگار ہونے کے باوجود تو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے اور بزرگوں کی موجودگی میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ سب تو اُسی کی توفیق اور اِذن سے ہو رہا ہے۔

اذان صبح نے خوف کو گہرا دفن کر دیا اور شیطان لعین بھی اذان کی آواز سن کر بھاگ اُٹھا اور راقم دربار سے سنت نماز کی ادائیگی کے بعد تکبیر اولیٰ کے شروع ہونے پر دربار سے ملحق مسجد میں پہنچا۔ مسجد میں بھی چراغ کی مدہم روشنی قرآن پاک کی آیت کریمہ کی ''کان زھوقا'' باہر صبح صادق کی نوید تھی کہ روشنی آئی تو اندھیرا بھاگ گیا کیونکہ اُسے تو بھاگنا ہی تھا۔

چراغ کی مدہم روشنی اور دروازوں و کھڑکیوں سے اندر داخل ہوتا ہوا سپیدۂ سحر کی ملگجی کیفیت میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد امام صاحب نے دعا مکمل کی تو میں یہ جانتے ہوئے کہ میرے دادا حضور میری دائیں طرف تشریف فرما ہیں اور کمزوریِ بصارت اور چشمہ اُتارنے کی وجہ سے معلوم نہ ہونے کی آڑ لیتا ہوا میں پھر دربار شریف میں مزار انور پر براجمان ہو گیا تا کہ تکمیل حاضری و دعا بغیر کسی سے گفتگو کیے مکمل کی جائے۔ نماز فجر ختم

Marfat.com

ہونے پر مسجد سے دادا جان ہمراہ دیگر نمازیوں و مریدین کے دربار کے دروازے پر آ کر رُک گئے اور آپ نے ہمراہیوں سے استفہامیہ لہجے میں دریافت فرمایا ''ایہہ کدی جتی اے'' کیونکہ میری جوتی دیگر اہل دیہہ کی طرح دیسی ساخت کی نہ تھی۔ جس پر کسی مرید نے کہا ''جوید صاحب دی لگدی اے۔'' جس پر آپ نے فرمایا ''اوہ تے صاحب بندہ اے۔ ایڈی سویرے کس طرح آ کے دربار جاسکدا اے۔'' پھر آپ دربار شریف کے اندر داخل ہوئے اور کیونکہ ابھی مکمل روشنی نہ ہوئی تھی آپ نے مریدین کے ہمراہ دعا مانگی اور گھر چلے گئے۔ دربار شریف میں مزید قیام کر کے 20-15 منٹ بعد میں بھی گھر پہنچا تو آپ اپنی چارپائی پر قبلہ رُخ تلاوت قرآن پاک اور اذکار میں مصروف تھے۔ آپ کے فارغ ہونے پر میں نے سلام پیش کیا تو محبت اور پیار سے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کے لئے فوراً اپنا سر عقیدت واحترام سے جھکا دیا اور یوں جو کسی صاحب مزار کی لمبی غیر حاضری کی وجہ سے رہ گئی وہ اُن کے سجادہ ا اور میرے دادا حضور کے جسمانی لمس نے پوری کر دی۔ میرے پورے جسم اور خاص کر قلب کو جمالی اور روحانی ضیاء پاشیوں سے منور کر دیا۔

ازاں بعد بزرگوں نے دریافت کیا کہ ''باؤ کیڑھی گڈی آیا ایں'' میں نے عرض کیا رات کو آیا تھا، پھر فرمایا ''باؤ توں فیر رات کتھے رہیاں'' میں نے عرض کیا دربار شریف میں اس پر آپ کا چہرہ مبارک خوشی کے جذبات سے مزید منور و تاباں ہو گیا۔ ناشتے کا خصوصی اہتمام کروایا گیا جس ک بعد میں نے آپ کو مکمل طور پر اپنی طرف متوجہ پایا تو رات دربار شریف میں گزری کیفیت سے آگاہ کیا تو آپ نے تمام وارداتِ جمالی و قلبی کو ایک مثال دے کر یوں واضح کر دیا کہ مزید کسی سوال یا استفسار کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اور میری ذہنی اور قلبی پراگندگی جس کی وجہ سے میں گاؤں آیا تھا یوں کافور ہو گئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا ''باؤ جے کدی تیرے نال ایس طرحاں ہووے پئی توں گھروں باہر ہوویں

Marfat.com

تے تیرے کولوں گھر بھجن لئی کرایہ پاہڑاوی نہ ہووے تے توں کسے کولوں کرائے پاہڑے لئی کُج رقم منگیں تے جدے کولوں توں رقم اُدھار منگیں گا اوہ تینوں تیرا ناں پتہ تے ہور گلاں پچھے گا تاں جے اودھا دل کرے تے اوہ تیری گل تے یقین کرے تے فیر کجھ دیوے گا تے جے توں میرے نال ایہوای سوال کریں تے جو کُج میرے کول ہووے گا۔ میں بغیر کوئی گل پچھیاں سب کجھ تینوں دے دیاں گا ایسے طرحاں توں جدوں اپنے پیوداد ے کول روحانیت داسوالی بن کے آئیں گا تے اوہ دریغ نہیں کرن گے تے تیرے ظرف دے مطابق تیرا بوجھا بھر دین گے۔ رات تیرا سچا ہتھ کجھ لان دی وجہ تینوں پیار دا اظہار کرنا ایں لئے پترا کوشش کریں، جن دی گیارہویں تاریخ نوں جدوں سرکار غوث پاکِ اعظم دالنگر ونڈیا جائے تے حاضری دیا کر۔" اُس کے بعد کبھی کبھی گیارہویں شریف پر حاضری ہوتی رہی مگر سید ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس مبارک 4 جون/۲۲ جیٹھ پر حاضری پہلے بھی ہوتی تھی مگر اب لازم قرار دے لیا۔

اعتکافِ مبروک 1992:

اس دفعہ رمضان شریف میں گاؤں میں اپنے جدِ اعلیٰ حضرت سید محمد ہاشم شاہ کے مزار سے ملحقہ مسجد میں اعتکاف کی نیت باندھی۔ 20 رمضان المبارک لاہور سے کار میں اپنی بڑی بیٹی سمیعہ کے ہمراہ گاؤں کے لیے روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز کے بعد گاؤں پہنچے۔ دادا حضور میرے ارادے اور نیت سے بہت خوش ہوئے۔ نماز مغرب سے قبل مسجد میں اعتکاف کے لیے ڈیرے ڈال دیئے۔ روز رات پچھلے پہر دربار میں حاضری دیتا۔ اور نفلوں کی ادائیگی کی توفیق عطا ہوتی۔ ان دنوں گاؤں میں بجلی نہ تھی لہذا چراغ کی روشنی میں ہی کام ہوتا اور صاحب مزار کے انوار دکھائے جاتے۔ جبکہ چچا مشتاق احمد اس اندھیرے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے مزار شریف کی جالیوں میں سے نظر رکھتے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ آخر ستائیسویں

Marfat.com

شب جو صاحب مزار کی تاریخ وصال تھی نے مسجد میں موجود اپنے اس بیٹے سے ملاقات فرمائی۔ میں مسجد میں قبلہ رُخ نیم غنودگی کی حالت میں دایاں ہاتھ مدینہ شریف کی طرف پھیلائے زاری میں مصروف تھا کہ ہجرۂ مسجد کا دروازہ کھلا اور حضرت سید محمد ہاشم شاہ تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ''پتر کیوں رونا ایں۔'' میں نے عرض کیا کہ 1989 حج کے دوران عربی شُرطوں نے مجھے جالیوں کو بوسہ دینے سے روکے رکھا اس لیے روتا ہوں۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا اور میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے: ''میں تیرے نال چلنا تے ویکھنا تینوں کون روکدا اے۔'' یوں حضرت نے ہجرہ سے مدینۃ المبارک کا سفر لمحوں میں طے کیا اور مواجہہ شریف حضور ﷺ کے دروازہ مبارک کے سامنے اُترے اور دروازہ مبارک اپنے ہاتھ سے کھولا اور فرمایا: ''پُتر جی اندر جاؤ تے آپ حضور ﷺ دے مزار دا اصل دیدار کرو۔'' اور فرمایا: ''میں ایتھے کھلوناں واں تے جنہاں چر تیرا دل کرے اندر رہو، ایہہ تینوں جالیاں نوں ہتھ نئیں سن لان دیندے توں جا کے حضور ﷺ دے روضے مبارک نوں چُم۔'' یوں جدِّ اعلیٰ نے دروازہ مقدسہ کھول کر مجھے اندر داخل کر دیا۔ اندر داخل ہو کر جو منظر دیکھنے کو ملا وہ ناقابلِ یقین تھا کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو بغیر کسی غلاف اور چادر کے دیکھا اور فرطِ عقیدت سے چومتا رہا، مگر حضور ﷺ کے رُخ انور کی زیارت نہ ہوئی، جبکہ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے مزار مبارک کے سرہانے ظاہراً موجود پایا اور زیارت یارِ غار اچھی طرح کی جبکہ حضرت عمرؓ کے مزار شریف پر نظر ڈالی تو آپ کو بھی اپنے مزار مبارک کے سرہانے ظاہراً موجود پایا اور زیارت رُخِ انور ہوئی۔ کتنا عرصہ حضور ﷺ کے مزار کے اندر موجود رہا معلوم نہیں کیونکہ اللہ پاک، حضور ﷺ اور اُس کے نیک بندے وقت کو روکنے کی مکمل طاقت رکھتے ہیں۔ طبیعت تو اس ریاض الجنۃ سے بھی افضل المقام سے سیر نہ ہوتی تھی مگر جب وقت کا حکم ختم ہو گیا تو باہر آ کر دیکھا تو حضرت موجود تھے۔ کوئی سوال جواب نہیں ہوا۔ آپ نے

Marfat.com

میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور واپس حجرہ مسجد میں لے آئے۔

27 رمضان المبارک کے روز بقول میری بیٹی کے دادا حضور نے گھر پر اپنی دونوں بیٹیوں اور دامادوں کے سامنے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ اُن کو بزرگوں نے حکم کیا کہ اب سجادگی اعتکاف میں بیٹھنے والے بچے کے سپرد کر دو۔‘‘ لہذا اُن کے حکم پر میں اپنے بعد سجادگی اعتکاف ختم ہونے پر اُس کے سپرد کرنے کا اعلان کر دوں گا (میری بیٹی کے مطابق)۔ اختتام اعتکاف پر دادا حضور نے چچا مشتاق کے ہمراہ دربار مقدسہ میں حاضری دی اور مزار کے سرہانے اپنی عبا مبارک و تہبند، قمیض اور ٹوپی اور رومال لفافے میں بند کر کے رکھے اور گویا ہوئے: ’’باباجی آپ نے جو مجھے حکم دیا میں نے اُس کی تعمیل کر دی اور مجھے فرمایا اس عبا کو اُٹھا کر اپنے سر پر رکھو۔‘‘ یوں جدامجد نے روضہ اطہر حضور ﷺ کی اندرونی زیارت کروا کر آئندہ کے لیے سجادگی بھی عطا فرما دی۔ وما علینا الا البلاغ۔

1992 میں اپنے جدامجد حضرت سید محمد ہاشم شاہ کے روضہ اقدس سے ملحقہ مسجد میں اعتکاف کے دوران بزرگوں نے جو خاص مہربانیاں فرمائیں اُس کے بعد حضرت کی طرف دل زیادہ ہی کھنچتا چلا گیا اور حاضریاں زیادہ ہونے لگیں۔ ایک حاضری کے دوران قبر مبارک کے پاؤں کی طرف کھڑے گریہ طاری ہو گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت آپکی اولاد روحانی فیضان کے لیے دربدر پھر رہی ہے اور آپ تصوف اور فقر و غنا کی دولت سمیٹے آرام فرما رہے ہیں اپنی فقر کی دولت سے اپنی اولاد کو بھی کچھ حصہ عطا فرمائیں، گریہ رُکنے کا نام نہ لے رہا تھا اسی دوران یوں محسوس ہوا کہ حضرت نے اپنے روحانی فیض کا حصہ بصورت محی الدین کے لفظ قلب میں ایستادہ کر دیا جس کا نور اور چمک ناقابل بیان محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا حضرت کی عنایت پر آپ کا صد ہا شکر ادا کیا۔ عرصہ دراز گزرنے پر اب بھی توجہ کرنے پر اسم ’’محی الدین‘‘ سینے میں روشن نظر آتا ہے جو اپنے جملہ فیوض و برکات

Marfat.com

سے مالا مال فرماتا رہتا ہے اور عاصی کی زندگی کا سرمایہ ہے، جو دربار پر حاضری کے موقع پر خصوصی عنایات غوثِ پاک اعظم اور صاحب مزار سے بھی بھرپور کر دیتا ہے۔

1997 میں حضرت صوفی عبدالحمید صاحب (قادری چشتی (سرکار پاک) جیون پورہ شیخوپورہ خلیفہ حضرت مولوی حفظ اللہ صاحب قادری چشتی (عالی نزالی سرکار/ بڑیلہ شریف گجرات) سے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تو روحانی معاملات میں اچانک بہت زیادہ تیزی آگئی اور جد امجد حضرت سید محمد ہاشم شاہ نے بھی روحانی فیوض و برکات کی برسات کردی کہ راقم کو برکات روحانی کو سنبھالنا مشکل تر ہوتا گیا۔ روحانی فیوض کی توضیح تو یقیناً اپنے مرشد پاک سے ہی درست معلوم ہوسکتی تھی اس لیے مدد کے لیے آپ سے رابطہ ہی واحد ذریعہ تسلی و تشفی تھا۔ چونکہ فیوض کی برسات سید محمد ہاشمؒ اور مرشد پاک دونوں کی طرف سے تھی اور سنبھلا نہ جارہا تھا مگر ہر دو طرف کے فیوض کی توضیح صرف مرشد پاک ہی سے کروائی جاتی رہیں۔

1992 سے تا حال نوشاہی قادری سلسلہ کے اپنے خاندانی جد امجد نے دیگر فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا جن میں اولین کا ذکر ہو چکا۔ اب دیگر کا ضروری ذکر نہ کرنا غیر مناسب ہوگا مگر بعض ایسے فیوض بھی ہیں جن کا ذکر نہ کیا جاسکتا ہے۔ میرے مرشد پاک قبلہ صوفی عبدالحمید صاحب جیون پوری شیخوپورہ اکثر عام مریدین سے علیحدہ تخلیہ میں مزید قلبی و روحانی فیوض بصورت خواب و دیگر دریافت فرماتے رہتے ہیں۔ اکثر فرماتے ہیں کہ بعض رموز بیان نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو وہ آپ بے شک مجھ سے اگر آپ مناسب نہیں خیال کرتے تو نہ بتایا کریں لہٰذا انہیں ہدایات کی روشنی میں چند ایک اہم امور خفیہ رکھنے میں ہی بہتری ہے کیونکہ یار کے خفیہ راز آشکار کرنے سے بھی خرابی کی صورت ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

سید جاوید احمد قریشی خرقۂ خلافت / خرقۂ سجادگی عطا ہونے پر مریدین اور دوستوں کے ہمراہ 1992

Marfat.com

حضرت سید محمد اکبر شاہؒ سجادہ نشین
خرقۂ خلافت / خرقۂ سجادگی سید جاوید احمد قریشی کو 1992 میں عطا کرنے پر

Marfat.com

حضرت بعض دفعہ اپنے مریدین کے حلقہ میں بیٹھ کر اصرار کر کے گزشتہ ہفتہ یا ماہ میں ہونے والی واردات قلبی و روحانی بیان کرنے کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ غوث پاک اعظم کا فیض ہے اور دیگر لوگوں کو بتانے میں کوئی حرج نہ ہے مگر جتانے کی نیت میں اپنا دکھاوا شامل نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ دوسرے سننے والوں کی ترغیب دلانے کے لیے ان کا بیان ضروری ہے، لہٰذا حضرت کے اصرار پر یہ سوچتے ہوئے کہ یہ سب آپ کی ہی عطا ہے اور حکم عدولی کی صورت میں سلب نہ ہو جائے حضرت کے روبرو مریدین کے درمیان بیان کر دیا جاتا ہے۔

اب صرف حضرت سید محمد ہاشم شاہ کے متعلقہ اشارات، خواب اور رموز عطا کردہ کا سرسری بیان صرف اور صرف ترغیب کی نیت سے کیا جا رہا ہے اور نیتوں کے حال تو صرف خدا کی ذات ہی بہتر جانتی ہے۔ (واللہ عالم بالصواب)

2005 میں دربار سے ملحقہ خستہ مسجد کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کا خیال قدرت الٰہی نے ذہن میں ڈالا کیونکہ مسجد مذکور تقریباً 100 سو سال قبل تعمیر کی گئی تھی گو کہ اس دوران اس کی ضروری مرمت کی جاتی رہی مگر مکمل طور پر اُس کی تعمیر نو نہ کی گئی تھی۔ والدین کریمین کے انتقال اور زوجہ محترمہ کے انتقال 2004 کے بعد بار بار اُن کے لیے اللہ پاک کے دیئے ہوئے مال مین سے اُن کی ارواح کے لیے صدقہ جاریہ کی مد میں خرچ کرنے پر دل بار بار بے چین ہوتا تھا سو میرے اللہ نے مسجد کی تعمیر نو کا خیال جاگزیں کر دیا۔ مسجد کو مکمل طور پر شہید کر کے اس کی بنیادوں سے تعمیر نو بہ اذنِ الٰہی شروع کی گئی جبکہ دربار مقدسہ 2000 میں میرے چچاؤں سید انوار الحق نظامی، ڈاکٹر بشیر الحق و دیگر اولاد پاک حضرت سید محمد ہاشم شاہ نے پوری محبت اور چاہت سے زر کثیر خرچ کر کے بہت ہی خوبصورت مکمل کروایا تھا۔ مگر خانۂ خدا بوجوہ بوسیدگی اور خستہ حالی کا شکار تھا۔ لہٰذا صاحب مزار نے اللہ پاک کے حکم سے

Marfat.com

میری ڈیوٹی خانہ خدا کی تعمیر نو پر لگادی۔ میں اس امر کو بھی اللہ پاک کی طرف سے اور صاحب مزار کی اولاد ہونے کے ناطے اپنی نامزدگی پر فخر کرتا ہوں۔ اور اپنے لیے اعزاز سمجھتا ہوں کہ یہ اعزاز بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ العظیم اور حضرت کی طرف سے ایک عطیہ اور اُن کا تصرف سمجھتا ہوں۔ مسجد کی تعمیر نو اور ڈیزائن پر سیر حاصل بحث کے بعد کوئی نتیجہ نہ نکلا تو میں حضرت کے مزار اقدس پر اکیلے حاضر ہو کر کشف القبور کے عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے استعانت طلب کی تو اللہ پاک کی مہربانی سے نئی تعمیر کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے کر دیا گیا۔ مزار اقدس سے باہر آ کر کاغذ پنسل لے کر میں نے چچا مشتاق اور بھائی سعید صاحب کو اس کا بنیادی ڈھانچہ بنا کر دیا۔ ٹھیکیدار کو بابت تعمیر وہی کاغذ دے کر اُسے بنیادوں سے کام شروع کروادیا گیا۔ یوں نہ صرف تعمیر کا اذن بلکہ اُس کا ڈھانچہ ونقشہ بھی صاحب دربار نے اپنے تصرف سے عطا فرمایا۔ فرش اور اندرون و بیرون ٹائل ورک اور ماربل میں دیگر اقربا نے بھی ثواب دارین کے لیے شرکت کی۔ خدائے ذوالجلال اُن کے صدقے میری اس کوشش کو بھی صاحب مزار کے توسل اور وسیلے سے قبول فرمائے کہ اب دربار اور مسجد کی تعمیر میں ہم آہنگی صاف نظر آتی ہے اور خانہ خدا کی تزئین گو حسب چاہت نہ ہو سکی مگر بھرپور کوشش کی گئی۔ مسجد کی تعمیر نو کے ساتھ وضوخانہ، پانی، چاردیواری، احاطہ غسل خانے ودیگر بھی تعمیر کروائے گئے تاکہ عام دنوں اور خصوصاً عرس مبارک کے ایام میں زائرین کو تکلیف اور پریشانی سے بچایا جائے اور زیادہ سے زیادہ آسانی اور سہولت فراہم کی جا سکے۔

صاحب مزار سے اپنی عقیدت کا اظہار بھی آپ کی ہدایت کے موجب اکثر نوشاہی قادری مزارات پر اندر ملتانی شیشہ کاری کے کام سے جگمگ جھلمل کا سا سماں پیدا ہوتا ہے اور خصوصاً رات کو لائٹ کا انعکاس خصوصی سماں پیدا کرتا ہے۔ مزار شریف کے اندر بھی دیواروں پر سفید ماربل لگوایا جا چکا تھا اور باہر بھی ماربل کا کام ہی کروایا گیا تھا لہٰذا صرف

Marfat.com

چھت اور اندرونی گنبد پر ملتانی آرٹ شیشہ گری کے لیے لاہور سے کاریگروں و دیگر انتظامات کروا کر تمام خالی جگہوں پر ذاتی گرہ سے خوبصورت کام 2002 میں مکمل کروایا گیا کہ جب زائرین دربار شریف کے اندر جا کر چھت اور اندرونی گنبد پر نظر ڈالتے ہیں تو کتبہ مزار پر مندرج سلسلہ نوشاہی قادری شریف کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان تمام امور کے بیان کا مقصد ذاتی تشہیر نہ ہے بلکہ خداوند کریم اور صاحب مزار کی عقیدت اور محبت کا اظہار ہے۔ اللہ پاک اور بزرگوں نے جس سے کوئی کام لینا ہوتا ہے اُسے منتخب فرما کر اسباب مہیا فرما کر سعی میں مصروف کر دیتے ہیں نہ اس میں اُس شخص کا کوئی ذاتی کمال ہوتا ہے اور نہ ہی اسباب کی فراہمی اُس کے ذمہ ہوتی ہے اُسے تو صرف خداداد وسائل کو منظم کرنا ہوتا ہے سو میرے رب اور صاحب مزار نے از خود ہی تمام انتظامات فرما دیئے۔ الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین آمین ثم آمین!

عرصہ مذکورہ بالا کے دوران صاحب مزار نے متعدد بار بصورت خواب و دیگر بندہ گنہگار کو ملاقات کا شرف بھی بخشا۔ چند ایک کا بیان شاید پڑھنے والوں کو ترغیب اور تحریک کی نعمت عطا فرمائے۔ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت کے دربار شریف کے باہر سیڑھیاں جن پر سیاہ ماربل ایستادہ ہے کے باہر بیٹھا ہوں اور میرا سر پہلی سیڑھی پر رکھا ہے اور حضرت سے ملاقات کی آس اُمید پر کہ آپ پسند فرمائیں تو اذن حاضری عطا فرمائیں تو دربار شریف کا دروازہ کھول کر اندر جاؤں اور مزار مبارک کو بوسہ دے کر ملاقات کی درخواست کروں۔ کافی وقت وہاں بیٹھا مناجات و درخواست کرنے پر از خود دربار شریف کا دروازہ کھلا اور مزار مبارک میں سے حضرت برآمد ہو گئے اور آپ دو سیڑھیاں اُتر کر کھڑے ہو گئے اور اپنا اگلا قدم آخری اور تیسری سیڑھی پر رکھا جہاں میرا سر ٹکا ہوا تھا۔ میں نے احساس ہونے پر سر اُوپر اُٹھایا اور آنکھیں کھول کر حضرت کو دیکھا اور فوراً دونوں ہاتھ آپ

Marfat.com

کے قدموں کی طرف بڑھا دیئے اور اس سے قبل کہ میرے ہاتھ آپ کے پاؤں تک پہنچتے، آپ نے اپنے دست مبارک بڑھائے اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور فرمایا میرے بچے تمہاری جگہ پاؤں میں نہیں ہے آؤ میرے سینے سے لگ اور مجھے قریب کیا اور پہلی سیڑھی پر چڑھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ کیا عجیب اور پُر نور کیفیت تھی، جو نا قابل بیان اور نا قابل فہم ہے وہی جانتا ہے جس پر طاری کی جاتی ہے۔ وہ خود بھی ایسی کیفیت کو بعد ازاں بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت نے پُر خطا گنہگار اولاد کو اپنے سینے سے لگایا اور بھینچا تو آپ کا سینہ مبارک شق ہوا اور آپ نے اس نابکار کو اپنے اندر سمو لیا۔ اب میرا جسم اور ہستی معدوم کر دی گئی صرف حضرت کا جسم مطہرہ باقی تھا اور مجھے اندر ضم کر کے گم کر دیا گیا تھا۔ یوں حضرت دوبارہ مزار مقدس میں داخل ہو گئے اور مزار بند ہو گیا۔

اپنے مرشد پاک کو جب یہ خواب سنایا تو آپ نے بشارت دی کہ سید صاحب نے تمہیں اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے اور تمہاری نفی کر کے اپنا اثبات ظاہر کر کے آئندہ آنے والے وقت میں اپنی صلاحیتوں سے تمہیں ضرور مالا مال فرمائیں گے۔ حضرت سید محمد ہاشم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصرف اور مرشد پاک کی بشارت کی تکمیل کی بابت عرض ہے کہ 2000 میں جب میرا دل کا بائی پاس آپریشن ہوا اس سے قبل متعدد بار اس زعم میں کچھ تحریر کرنے کی کوشش کی کہ میرے جدامجد کا پنجابی کلام سسی پنوں، سوہنی مہینوال، و دیگر اور خصوصاً دوہڑے اور ڈیوڑھے عالمی شہرت کے حامل ہیں جن کا دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے جبکہ میرے والد محترم قبلہ منظور احمد شاہ جو منظور انور قریشی کے قلمی نام سے پنجابی اُردو کے معروف شاعر ادیب اور صحافی تھے کے لہو کی حرارت کی نسبت سے تصوف، ادب کے حوالے سے کچھ تو نکلے گا مگر تمام کوششیں ناکام ہوتی رہیں۔

جب سب کچھ بزرگوں کے لیے وقف کر دیا تو بزرگوں نے راز افشانیاں شروع

Marfat.com

کردیں اور رات کو AC بیڈ روم سے نکال کرتپتے ڈرائنگ روم میں آمد کا نزول شروع کیا میرا کام تو صرف کاغذ پنسل موجود رکھنا تھا باقی سارا کام بزرگوں کی سفارش پر خداوند ذوالجلال کا کرم اور انتہائی مہربانی تھی۔ اولاً حضرت سیّد محمد ہاشم شاہؒ کی فارسی تصنیف ''چہار بہار'' جس کی ایک کاپی چچا مشتاق احمد نے مجھے عاریۃً دی تھی چونکہ فارسی کا ترجمہ دربار نوشہ پاک سجادہ نشین سید شرافت نوشاہی نے کر کے خانہ فرہنگ ایران کی معاونت سے اسے شائع کروایا تھا۔ جوں جوں کتاب کا اردو ترجمہ پڑھا صاحب کتاب نے جو راز افشانیاں فرمائی تھیں، وہ اپنی نظر خاص سے سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائی کہ ''بہار شریعت'' ملفوظات شیخ الاسلام حضرت نوشہ گنج قادری اردو ترجمہ بہ موسوم ''خزائن الاسرار'' میں حضرت نوشاہ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور آپ کے خلیفہ پیر سچیار صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مابین سوالاً جواباً اسرار کے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ اور ''وحدت الوجود'' کے صوفی مسلک پر اس کے اسرار و رموز بیان کی گتھیاں سلجھائی گئیں خصوصاً منازل تصوف کو مدنظر رکھتے ہوئے ''چہار بہار'' شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہوئے نشاندہی کر دی گئی۔ فلسفہ 'ہمہ از اوست' اور 'ہمہ اوست' کے مکمل عملی طریق وضاحتی پر روشنی ڈال کر سلسلہ نوشاہیہ قادریہ کو مدلل مکمل اور قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے درست اور صحیح ثابت کر دیا اور ناقدین کے لیے علم الاصول کی روشنی میں کوئی راستہ برائے تنقید نہ باقی چھوڑا گیا۔

راقم نے ''بہار شریعت'' کا اردو ترجمہ ''خزائن الاسرار'' کا حصہ دوبارہ شائع کرنے کا بحکم الٰہی صاحب کتاب کا ارادہ کیا اور چند ماہ میں بغیر کسی دنیاوی امداد کے صرف مسبب الاسباب کی طرف سے ذاتی طور پر فراہم کردہ اسباب سے بہت ہی خوبصورت کتاب شائع کرنے میں بہ اذن الٰہی کامیاب ہوا۔ مزید یہ کہ جو شخص تصوف یا ادب کی بابت

Marfat.com

ایک لفظ لکھنے سے بھی قاصر تھا رب العزت نے اُسی کے قلم سے صاحب کتاب کی طفیل کتاب مذکور کے ''مقدمہ نو'' کے 12-10 صفحات مرحمت فرمائے۔ الحمدللہ! اور یوں اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت غوث پاک اعظمؒ، حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ کے صدقے میں اور اُن کے وسیلۂ جلیلہ سے قلم پر لگے ہوئے بند توڑ ڈالے اور یوں محسوس ہوا کہ میری ''بہار شریعت'' کے سلسلہ میں کی گئی کاوش کو شرف قبولیت بخشا گیا ورنہ کہاں میں جاہل اور کہاں ''اللہ ھو رحمان'' کی تصنیف پنجابی میں دوسو دوہڑوں کی عطائے خصوصی جس میں 100 دوہڑے اللہ پاک کے اسم صفاتی رحمان کی شرح میں 100 دوہڑے دیگر صفاتی اسمائے حسنہ کے بیان میں 2010 میں بعد از اشاعت بلا معاوضہ تقسیم دوست احباب کرنے کی سعادت سے نوازا گیا۔ ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ۔

چند دوہڑے دولت عرفان وایقان کی روشنی کے لیے پیش ہیں:

ع اللہ ھو رحمان نی مائے — صلِ علیٰ اذان نی مائے
عشق نبی دا پھانبڑ لالے — بچ جائے دین ایمان نی مائے

ع اللہ ھو رحمان نی مائے — مرشد ظلِ سبحان نی مائے
جدیاں مُندراں کنیں پایاں — چُھٹے دونویں جہان نی مائے

ع اللہ ھو رحیم نی مائے — رہندہ اوہ وچ میم نی مائے
جنہوں چاہے آپے چُن کے — کردا کرم کریم نی مائے

ع اللہ ھو جبار نی مائے — عشق دا راہ دشوار نی مائے
لکھ مسافر رُل گئے پارس — تُرت پناہ منگ یار نی مائے

اکثر دربار مقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے خصوصاً عرس مبارک پر گاؤں میں قیام ذرا طویل ہوتا ہے یا جب تعمیر کا کوئی کام چل رہا ہے تو حضرت اپنی خصوصی

Marfat.com

محبت کے اظہار کے طور پر قیام طویل فرما دیتے ہیں۔

حضرت علاؤالدین علی احمد چشتی صابری کلیری کے مزار مقدس اور حضرت شاہ رکن عالم سہروردی ملتان شریف پر پیش آنے والے واقعات جو ''دارالاحسان'' اور ''کرمانوالہ شریف'' کے ابواب میں مندرج ہیں اور برسوں قبل پیش آئے تھے۔ بندہ پر جد امجد کے خصوصی احسان اور نعمت کے عکاس ہیں۔صاحب دربار تا حال بندہ پر انعام واکرام کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چند برس قبل خواب میں دیکھا کہ میں شیشہ کے سامنے کھڑا ہوں اپنی صورت دیکھ رہا ہوں مگر پہچان میں نہیں آرہی، دائیں دیکھا تو میرا سر کٹا ہوا علیحدہ پڑا ہے اور صورت پہچانی جارہی ہے تو اپنے شیشہ میں نظر آنے والے گردن پر موجود چہرے کو دیکھتا ہوں اور ہاتھ لگا کر ٹٹولتا ہوں وہاں میرے چہرے کی بجائے حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ کا چہرہ نظر آرہا ہے۔ ملاقات پر مرشد پاک کو خواب مذکور سنایا تو آپ نے پھر بشارت دی کہ ''حضور ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ جسے ہم اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں تو اُس کے سر و چہرہ کی جگہ ہم اپنا چہرہ لگا دیتے ہیں۔'' لہٰذا اس تعبیر کی روشنی میں تمہارے جدامجد تمہیں اپنے جیسا بنانے میں معروف ہیں۔''محرم راز'' کی آمد پر میں نے اپنے مرشد پاک سے دریافت فرمایا کہ تحریر میں سب کچھ کھول کر بیان کیا جائے یا اشارۃً کنایۃً بیان کیا جائے۔آپ نے فرمایا کہ ہر راز بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ ہے مگر جو نیتاً ترغیب کے لیے بیان کیے جائیں وہ کھول کر وضاحت سے بیان کرو تا کہ کسی دوسرے کو فائدہ ہو سکے، کیونکہ علم نافع کا دوسروں تک پہنچانا بھی فرض عین ہے۔آج بھی اللہ پاک کی رحمت اور خصوصی کرم کے باعث آمد خصوصی بصورت دوہڑے کافیاں سی حرفی کا سلسلہ جاری وساری ہے اور بصورتِ اذن وکرم الٰہی بشرطِ وفاءِ زندگی قارئین کی نذر کر دیا جائے گا جس کے چند ایک نمونے برائے ملاحظہ پیش ہیں:

Marfat.com

سی حرفی: ح حالی درد وچ لگدی کسر باقی پورا اجے نہ عشق نے کم کیتا
کچے پھانڈے نہ کدی وی جاگ لگدی دوراگ نے اجے نہ نم کیتا
عاشقاں صادقاں دی ہڈبیتی لئی کاہنا قدرتاں والے قلم کیتا
پارسؔ عشق دی بھٹھی دی بھاہ نے وی نفس اجے نہ تیرا بھسم کیتا

ح حرف حرف دے اندر توں تے حرفاں دا رکھوالا
جس اندر توں ناں رکھیں اوہ تسبیح پھڑے نہ مالا
باہر اندر تینوں ویکھے اوہدا بنیا کم سوکھالا
جنہوں چاہے اوہ دسے پارسؔ الف دا حرف نرالا

ح دنیا دی پھندی چوں کڈھیں پا کے پاک نگاہ
نہی عن المنکر دی کراں منادی میں ہر ہر ساہ
شکر کراں لکھ وار میں تیرا ذکر نہ کراں وساہ
فکر کراں تے ذِکرِ روحی کرے بلند صدا
ذات تیری نوں اکو من کے کھٹے کراں سیں راہ
دوئی دور کریں جے میتھوں کدے نہ پواں کراہ

ع بلے شاہ دی رمز سہیانو
پہلاں اودھا شوہ پچھانو
شوہ نے آپے چور لکایا
آدم (علیہ) اندر نام دھرایا
سوہنا میم دا برقعہ پایا

Marfat.com

2007 سید محمد ہاشم شاہؒ کی یاد میں پنجابی کمپلکس قذافی سٹیڈیم لاہور میں سید جاوید احمد قریشی سجادہ نشین پروگرام کے اختتام پر ڈائریکٹر پنجاب انسٹیوٹ آف لنگویج آرٹ اینڈ کلچر کے ہمراہ

Marfat.com

2007 میں شرکائے کانفرنس سید محمد ہاشم شاہؒ

دائیں سے بائیں سید جاوید احمد قریشی سجادہ نشین سید محمد ہاشم شاہؒ، سید افتخار الحق شاہ نبیرہ، سید محمد ہاشم شاہؒ، شفقت تنویر مرزا (تحقیق ادارہ لوک ورثہ اسلام آباد) ودیگر

Marfat.com

آپے شوہ نے رولا پایا

سُتا پارسؔ آپ جگایا

کراں نہ ہن میں شورنی

میری بکل دے وچ چورنی

Marfat.com

کیفیاتِ حال، زیاراتِ مقدسہ
کراماتِ غوثیہؓ و دیگر

جوانی کی حدود میں داخل ہوتے ہی بیسویں سال میں ہی والد مکرم منظور احمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔ ملازم ہونے کی وجہ سے تمام تر ذمہ داری بندہ کے کندھوں پر آ پڑی ہمارے نانا حضور جو حضرت میاں شیر محمدؒ صاحب شرقپوری کے مرید خاص تھے، اُن کے گھر پر ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ '' کا قطعہ موجود تھا اور دوسرا قطعہ فارسی زبان میں ''میراز پیر طریقت نصیحتے یاد است...... کہ غیرِ یادِ خدا است ہر چہ برباد است۔'' آویزاں تھے۔ آیۃ الکریمہ پر بچپن سے طبیعت مائل تھی اور اس کا کچھ ترجمہ بھی معلوم تھا لیکن دوسرے قطعہ کا مطلب اب بڑھاپے میں کچھ سمجھ میں آیا۔ جوانی میں خصوصاً سفر کے دوران تنہائی میں کثرت سے آیۃ الکریمہ کا ورد زبان پر جاری رہتا یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کی گہرائی میں کیا ہے۔ وماتوفیقی الاباللّٰہ۔

کیفیاتِ روحانی

1983 میں موسم گرما میں اپنے گھر کے صحن میں نیم غنودگی کی حالت میں گرامی کی وجہ سے کروٹیں بدل رہا تھا اور غنودگی گہری ہو رہی تھی کہ اچانک ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے گردن سے پکڑ کر چارپائی پر بٹھا دیا ہو اور حکم دیا کہ ''ترميهم بحجارة من سجيل '' کا کثرت سے ورد کیا کرو اور یہ حکم 3 بار دیا گیا۔ صبح اُٹھ کر اپنے وارڈ کے نیک اور پاکیزہ ڈپو

Marfat.com

ہولڈر حاجی عبدالحمید صاحب کے پاس پہنچ کر واقعہ مذکور بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ سورۃ فیل کی آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ دشمن کی پتھروں سے ہلاکت کا ذکر فرمارہے ہیں۔ چونکہ انسان کا بڑا دشمن شیطان لعین ہے اور نفس اُس کا آلہ کار بنتا ہے۔ لہٰذا دشمن دین وایمان سے نجات کے لیے آپ کو بذریعہ الہام مذکورہ آیت کا کثرت سے ورد کا حکم ہوا ہے۔ اور اس پر ہمیشہ عمل کرنا۔

اُن دنوں آیت کریمہ اور سورۃ فیل کی مذکورہ بالا آیت پر ہر وقت ورد کی وجہ سے طبیعت پر زیادہ بوجھ پڑنے سے ذہنی کیفیت خرابی کی طرف مائل ہوئی اور مرشد کی ہدایت کے بغیر ایسا کرنا یقیناً راس نہ آیا۔ دفتر سے چھٹی لے کر گھر بیٹھ گئے مگر زبان پر اور روح پر مسلط ہر دو آیات کا وِرد جاری رہا۔ ایک روز بیگم صاحبہ مرحومہ نے میرے قریبی دوست بابو احسان اللہ کو فون کر کے بلا بھیجا اُن کے دریافت کرنے پر اصل صورت حال بیان کی تو انہوں نے درود شریف کی کثرت کی بابت ہدایت کی اور یوں درود شریف کا ورد بڑھتا گیا جس سے طبیعت سکون کی طرف مائل ہونے لگی اور اس کے بعد ہر دو آیات اور درود شریف ملا کر ورد کرتا رہا جب تک مرشد پاک کی بیعت سے فیض یاب ہونے کا موقع نہ ملا۔

زیارتِ حضور پُر نور ﷺ حضرت مولا علی وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ اور سرکار غوث پاک اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

کثرت درود شریف کا اثر و نتیجہ وما توفیقی الا باللہ اور وعدۂ حضور ﷺ تو ہر صورت پورا ہونا تھا مگر اتنی جلدی اس کا اس گندی مٹی کے پتلے کو یقین نہ تھا۔ حضور ﷺ کے ہمراہ مولا علیؓ اور سرکار غوث پاکؒ کی تشریف آوری ناقابل یقین تھی کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ اُمت مسلمہ کے ہر دو صاحب کمال حضرات کے ہمراہ تشریف لائے اور:

Marfat.com

ع سنا ہے آپ ﷺ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ ﷺ

موسم گرما میں 83-1982 کی کسی رات صحن میں سوتے ہوئے اس فقیر کو خیراتِ زیارت دینے کے لیے جملہ ارواح مقدسہ انسانی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور سرکار غوث پاکؒ اعظم کا حلیہ مبارک چاندنی سے زیادہ صاف اور پاک رنگ مبارک، جسم کمزور، ناک نقشہ باریک اور ستواں، سفید قمیض پہنے اور چادر زیب تن کیے سفید ریش مبارک نے اس گنہگار خاکی سے جوش بھری زوردار آواز میں فرمایا: ''اُٹھو تمہیں معلوم نہیں تمہارے گھر کون آیا ہے؟'' جس کے ساتھ ہی نیند کوسوں دور بھاگ گئی اور نظر اُٹھائی تو آپ کے ساتھ حضرت مولا علیؓ بھی چھوٹا قد اور جسم مضبوط اور گٹھا ہوا رنگ گندمی اور سفید قمیض اور چادر زیب تن کیے ہوئے، گھنی داڑھی مبارک، نور چہرے کا دیدار ہوا اور پہچاننے میں ذرا سی بھی دیر نہ لگی۔ آنکھیں ذرا وا کیں تو جانِ کائنات نُور'' علیٰ نُور حضور پُرنور ﷺ کو پالکی میں سوار دیکھا۔ آپ کی داڑھی مبارک تقریباً سیاہ تھی اور نور کا عالم تو نور والا ہی جانے کہ آنکھ چہرہ مبارک پر نہ ٹھہرتی تھی ۔ یوں ایک دنیادار کو انوار نبوی، علوی اور غوثیت کا نظارہ کروایا گیا۔ خداوندِ قدوس کے اس احسان عظیم کا تاعمر سجدہ میں رہنے سے بھی شکر کا حق ادا نہ ہوسکتا۔

زندگی میں بندہ کو تین مرتبہ اعتکاف شریف کے روحانی فیوض و برکات سے بھی مالا مال فرمایا گیا۔ 1988 میں جب شیخوپورہ میں تعیناتی تھی۔ پہلی مرتبہ اعتکاف کی برکتوں سے نوازا گیا ورمرکز خریداری گندم شیخوپورہ کے ساتھ ہی بنگالیوں کی مسجد میں اعتکاف کا موقع دیا گیا۔ جبکہ ذاتی رہائش لاہور میں تھی۔ اعتکاف کی بابت کتابی علم پڑھ کر مسجد میں 20 رمضان المبارک کو داخل ہوئے اور دس یوم تک کوشش کی کہ جملہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی، حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر پاک ضیاء القرآن کا مطالعہ اور درود شریف

Marfat.com

کی کثرت کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کیا جائے۔ 1989 میں حج مبروک کا ذاتِ خداوندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع دیا۔ جبکہ 1990 میں شیخوپورہ میں دوبارہ اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی یوں "کھلتا کسی پر کیوں میرے دل کا معاملہ" والا عقدہ آہستہ آہستہ کھلتا چلا گیا اور شیخوپورہ کے مسجد ہذا کے امام قاری بنیامین صاحب اللہ پاک اُن پر اپنی نعمتوں کا نزول فرمائے، نے 27 رمضان المبارک ختم قرآن پاک پر اس عاجز بندے کو خدائے ذوالجلال والاکرام کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلانے کے لیے منتخب فرمایا۔

85-1984 میں زندگی کی ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی کہ بیگم کی بہن جو کوئٹہ میں مقیم تھی نے تقریباً 35 تولے زیورات سونا بیگم صاحبہ کے حوالہ کیے اور کہا کہ لاہور میں کسی بینک کے لاکر میں رکھ دیں۔ میرے عزیز اور قریبی دوست جمیل احمد صاحب، جن کا حال ہی میں انتقال ہو گیا MCB میں برانچ منیجر تھے، مگر اُن کی برانچ میں غالباً لاکرز نہ تھے یا سب کرایہ پر تھے لہٰذا انہوں نے گارڈن ٹاؤن کے برانچ منیجر طارق صاحب کو کہا تو انہوں نے لاکر الاٹ کر دیا۔ سرکاری ملازم کو کئی مسائل کا سامنا رہتا ہے اس لیے چچا سرور صاحب (مرحوم) جو N.B.P کے ریٹائرڈ آفیسر تھے کو مشترکہ کھاتہ دار بننے پر رضامند کر لیا اور یوں اپنے اپنے زیورات علیحدہ تھیلیوں میں بند کر کے لاکر میں رکھ دیئے۔ انہونی کہ ایک سال بعد مذکورہ برانچ میں ڈاکوؤں نے لاکرز کاٹ کر تقریباً آدھے لاکرز میں موجود تمام سونا چوری کر لیا۔ دوسرے روز بینک کی طرف سے لاکرز کی چوری کی اطلاع موصول ہوگئی۔

بینک پہنچنے پر معلوم ہوا کہ کٹنے والے لاکرز میں ہمارا لاکر بھی تھا۔ اُسی وقت کمیٹی تشکیل دی گئی اور ایک دوسرے کے فون نمبرز لیے گئے تا کہ رابطہ کرنے میں آسانی رہے۔ زیورات کی بازیابی کے لیے کوشش شروع کر دی گئی۔ بینک کے افسران نے لاکرز کے فارم جس پر ہمارے دستخط موجود تھے پڑھنے کے لئے کہا تو اُس پر شرائط میں درج تھا کہ بینک

Marfat.com

انتظامیہ Dacoity، Theft، Burglery، Fire کی صورت میں کسی نقصان کی ذمہ دار نہ ہوگی۔ لہٰذا بینک انتظامیہ نے اسی بنیاد پر ہماری کوئی شنوائی نہ کی۔ ان دنوں میاں نواز شریف غالباً پنجاب کے وزیر خزانہ تھے، سو ماڈل ٹاؤن میں ان کی رہائش پر ملاقات کے لئے تمام متاثرین لاکرز حاضر ہوئے مگر میاں صاحب نے بھی بینک کے موقف کی تائید کر دی، یوں تمام زیورات ضائع ہوتے محسوس ہوئے اور نقصان صاف نظر آنے لگا۔ ان تمام کوششوں میں خواتین جو زیورات کی اصل مالک تھیں وہ بھی شانہ بشانہ مردوں کے ساتھ رہیں۔ ہماری بیگم صاحبہ نے شروع ہی سے کہنا شروع کیا کہ اس کی بہن سوچے گی پتہ نہیں زیورات لاکر میں تھے بھی یا نہیں اور یہ کہ زیورات کی رقم اُسے واپس لوٹانا پڑے گی۔ مزید مرحومہ نے رٹ لگائی شروع کی کہ گیارہویں شریف والے پیر صاحب ضرور اُس کی عزت رکھیں گے مگر بظاہر صورت حال غیر تسلی بخش تھی۔

اُن دنوں میاں محمد یاسین وٹو مرحوم وفاقی وزیر خزانہ تھے اور وہ تمام بینکوں کے چیئرمینوں کی ملاقات کے لیے ڈیوس روڈ پر MCB کے ہیڈ آفس آرہے تھے کمیٹی نے پروگرام کے مطابق خواتین کو بینرز دے کر مذکورہ بینک کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔ اس دوران پولیس سٹیشن سے بینک منیجر کی طرف سے درج کروائی گئی F.I.R کی کاپی حاصل کی جا چکی تھی۔ مجھے 1982 میں LLB کی ڈگری مل چکی تھی لہٰذا کئی راتیں F.I.R کو بغور پڑھا۔ جب وفاقی وزیر خزانہ بینک مذکور پہنچے تو لُٹی پُٹی خواتین نے شور مچا دیا۔ میاں صاحب رُک گئے اور کہا کہ آپ لوگ 3 نمائندے منتخب کر کے اوپر بھجوا دیں۔ وہ میٹنگ کے بعد ہماری بات روبرو چیئرمین MCB سنیں گے۔ میٹنگ کیلئے ایک پروفیسر ہسٹری پنجاب یونیورسٹی، ایک کاروباری شخص اور مجھے بلایا گیا۔

میں نے ہر دو ممبران سے درخواست کی کہ مجھے منسٹر صاحب سے بات کرنے دیں

Marfat.com

اور ناکامی کی صورت میں وہ دخل اندازی کریں۔وزیر صاحب چونکہ چیئر مین MCB سے بریفنگ لے چکے تھے لہٰذا بنک کا موقف ہی اپنایا جس پر میں نے F.I.R کی کاپی جس پر ہائی لائٹر سے نشان لگائے گئے تھے جس میں تحریر تھا کہ بینک گارڈ کھانا کھانے کے لیے گھر گیا ہوا تھا۔جس کی عدم موجودگی میں چوروں نے دروازہ کا تالا توڑ کر ویلڈنگ پلانٹ کے ہمراہ اندر داخل ہو کر لاکرز کو پیچھے سے کاٹ کر زیورات نکال لیے تھے۔وزیر صاحب چونکہ خود وکیل تھے انہیں میرے قانونی اعتراض پر کہ بینک کو ملازمین نے چوروں کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور یہ کہ ملازمین کا ڈیوٹی کے مطابق 24 گھنٹے بینک میں مسلح موجود رہنا ضروری تھا۔ بینک انتظامیہ لاجواب ہوگئی۔اور یوں تین افراد پر کمیٹی مشتملہ مرکزی محکمہ وزارت خزانہ کا ایک نمائندہ،ایک بینک کا نمائندہ اور ایک متاثرین کا نمائندہ مقرر کر دیا گیا۔

بیگم صاحب پُر اُمید ہوگئیں کہ سرکار غوث پاک نے امداد شروع کر دی ہے،اس صدق یقین کے ساتھ کہ اب زیورات یا رقم کی واپسی ہر صورت ہوگی۔دو چار میٹنگز کے بعد غوث پاک اعظمؒ نے اپنی دیوانی کی فریاد قبول کر کے فیصلہ کروا دیا اور کلیم طلب کرنے کے بعد چیک رقم بنا کر بینک انتظامیہ نے چیک قرآن پاک پر رکھ کر کہا کہ اگر آپ کا کلیم درست ہے تو اس چیک کو اٹھالیں اور یوں غوث پاک اعظمؒ نے اپنے قیامت تک غوث ہونے کا کراماتی ثبوت دے دیا یوں ہماری جان چھڑا کر عزت بحال رکھی اور وہ رقم فوراً متعلقہ افراد کو واپس کر دی گئی۔

ازاں بعد بیگم نے مکمل عقیدت سے سرکار غوث پاکؒ کی گیارہویں کا ختم دلوانا شروع کیا اور یوں دیوانی نے ماہانہ حاضری دینا شروع کی اس کے ساتھ اُس نے مجھے گاہے بگاہے سرکار غوث پاکؒ کے اس کی خوابوں میں زیارت کی آگاہی کی اور یوں سلسلہ چلتا رہا اور دیوانی غوثؒ کی توجہ اپنی عقیدت اور محبت سے جیت گئی۔ایک صبح اُس نے بتایا ''آج

Marfat.com

رات میں نے ایک بڑا دریا دیکھا اور دوسرے کنارے پر سفید کپڑوں میں ملبوس بزرگ جن کے ساتھ بہت زیادہ لوگ ہیں ایک مسجد کی سمت چلتے ہوئے دیکھے تو میں نے آپ (بندہ گنہگار) جو خواب میں اُس کے ساتھ تھے کہا کہ ہم دریا کے پار کس طرح جائیں گے جس پر ایک پُل نمودار ہوا اور ہم دریا پار کر کے بزرگوں کے ساتھ چلنے والے لوگوں میں شامل ہو گئے۔ اُس نے کسی شخص سے پوچھا: ''یہ کون سے بزرگ ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟'' تو جواب ملا کہ سرکار غوث پاک اعظمؒ ہیں اور مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جا رہے ہیں اور یہ کہ دریائے دجلہ کا کنارہ ہے۔ لہذا ہم دونوں بھی اس کاروانِ غوثؒ میں شامل ہو گئے۔ مسجد میں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ انتظام تھا، جہاں آپ نے مردوں کے ساتھ، اور میں نے عورتوں میں نماز ادا کی۔'' اس کے بعد بھی حضرت نے دیوانی کو متعدد بار زیارت کا موقع فراہم کیا جو وہ اپنے ہمراز (میرے) سے بیان کرتی رہتی۔

2000 میں چھنکی بیٹی کی شادی کی مصروفیت زروں پر تھی۔ بیگم جو کہ شوگر کی قدیم مریض تھیں کو کام کے سلسلہ میں اکثر بازار جانا پڑتا۔ اسی دوران بازار میں پاؤں گڑھے میں پڑنے سے پاؤں میں تکلیف شروع ہوئی تو جراحوں کے ٹوٹکوں سے کام بڑھ کر شیخ زاید ہسپتال جا پہنچا جو پاؤں کاٹنے پر مُصر تھے۔ میرے عزیز ڈاکٹر اعجاز احمد نے پرائیویٹ ہسپتال میں ڈاکٹر افضل صاحب کو خود موقع پر ہسپتال میں پہنچ کر دکھایا۔ ڈاکٹر افضل صاحب فقیر آدمی نکلے اور اپریشن کر کے صفائی کی۔ اس دوران ڈاکٹر اعجاز تھیٹر میں ہی موجود رہا۔ 15 یوم کی مرہم پٹی اور ادویات کے بعد پاؤں گو بدشکل ہو گیا مگر زخم مندمل ہونا شروع ہو گیا۔ جس روز بیگم کا مذکورہ اپریشن تھا میں نے اور میرے بچوں نے اپنے ڈرائنگ روم میں بڑی شمع جلا کر اُس کے سامنے کھڑے ہو کر ''یا حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانی شیئاً لِلّٰہ امداد کُن فی سبیل اللّٰہ''۔ کا خوب بلند آواز سے ورد کیا اور مجھے محسوس ہوا کہ سرکار غوث

Marfat.com

پاکؒ تشریف فرما ہیں اور براہِ راست اس ورد کو سن رہے ہیں کہ ان کی سفارش اور اللہ کی منظوری سے ہی پاؤں کا کٹنا بچ سکا۔ مرحومہ 2004 میں وفات تک اُس پاؤں کے مرض اور تکلیف میں دوبارہ مبتلا نہ ہوئی اس طرح غوث پاک نے اپنی دیوانی کی ہر ہر قدم پر امداد فرمائی اور مشکل آسان فرمائی۔ وما علینا الا البلاغ

19 راگست 2004 میری زندگی کا ایک نہایت اہم دن تھا جب بیگم کو پرائیویٹ ہسپتال گارڈن ٹاؤن میں بوجہ عارضہ گردہ ساتواں روز تھا اور Dialysis کے بعد زیادہ خرابی ہو رہی تھی۔ دوپہر کو میری چھٹی حس اس کی روانگی کی گھنٹی بجا رہی تھی لہذا کمرہ میں موجود جملہ رشتہ داران کو کمرہ سے باہر کر کے میں نے اُس سے کہا کہ زندگی کی 31 سالہ رفاقت میں تم سے جو غلطی سرزد ہوئی میں نے وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معاف کر دی لہٰذا تم بھی مجھے میری غلطیاں معاف کر دو۔ اُسے شاید قریب آتی موت کا احساس نہ ہوا تھا جس پر اُس نے روایتی مشرقی عورتوں کی طرح کہا کہ آپ نے کوئی غلطی نہ کی ہے پھر معافی کس بات کی مگر میرے پُر زور اصرار پر آخر اُس نے اپنی زبان سے ادائیگی کر دی اور یوں میرا ضمیر جو برسوں سے معمولی اختلافات کی وجہ سے پریشان تھا پُرسکون ہو گیا۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اُس کی آواز کو کیا ہو رہا ہے تو میں نے کہا کہ آکسیجن ماسک کی وجہ سے اس کی آواز پوری طرح نہ نکل رہی ہے۔ شام تقریباً 7 بجے جب اس کے سب عزیز و اقارب ہسپتال میں اس کے گرد جمع ہو چکے تھے میرے بیٹے کے دوست عامر چودھری نے میرے بیٹے کو کہا کہ تمہارے بابا بھی دل کے اپریشن کے بعد اس صورتِ حال کو برداشت نہیں کر پا رہے لہٰذا میں اُنہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ میں جب اُسے اپنے تئیں آخری بار ملنے کو گیا تو اس وقت وہ ہسپتال کے گراؤنڈ فلور پر واقع Emergency میں تھی مجھے دیکھ کر اُس نے عزیز و اقارب کے سامنے دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا دیکھو غوث پاک سرکارؒ مجھے لینے کے لیے آ گئے ہیں اور وقفے

Marfat.com

وقفے سے تکرار کرتی رہی میں سمجھ گیا کہ غوث پاک اعظمؒ اپنی دیوانی کو لینے آ گئے، کیونکہ موت کے وقت کوئی جھوٹ نہیں بولتا اور عالم سکرات میں سچی بات ہی زبان پر آتی ہے۔

یوں بروز جمعۃ المبارک بعداز نماز جمعہ 20 اگست نماز جنازہ ادا کر کے میانی صاحب قبرستان میں اپنے ننھیال کے احاطہ میں مرحومہ کو سپرد خاک کیا گیا۔ میں اور میرا بیٹا ہی قبر میں اُترے اور کسی گورکن کو ہاتھ تک لگانے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور میں نے اور اس کے بیٹے نے اسے اپنی اپنی دعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔ بیٹے نے پاؤں چوم کر اور میں نے پیشانی پر بوسہ دے کر کہا:

ع
لے او یار حوالے رب دے میلے چار دناں دے
اُس دن عید مبارک ہوسی جس دن فیر ملاں گے

یوں غوث پاکؒ کی دیوانی کی روح غوث الاعظمؒ کے حضور عقیدت اور دلبستگی سے حاضر ہو گئی۔

مارچ 2011 کے کسی دن حسب معمول نماز فجر کی مسجد میں ادائیگی کے بعد وہاں سے ہی براہِ راست پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے بھیکے وال چوک میں واقع بہت ہی چھوٹے گیٹ سے سیر کے لیے یونیورسٹی میں داخل ہو کر تقریباً ایک گھنٹے کے بعد نہر سے ہوتے ہوئے شیخ زاید ہسپتال کے باہر ایستادہ بنچوں پر بیٹھ کر (وما توفیقی الا باللّٰہ) تمام مریضوں اور مذکورہ ہسپتال کے مریضوں کے لیے خصوصاً درود شفا کی تسبیح اور وظیفہ برائے شفا مریضاں ''احب یاھمزائیلُ بحقِ شین یاشافی یاشافی الامراض وننزل من القرآن ماھو شفاءً ورحمۃ اللمومنین صدقت یاشافی'' کا ورد مکمل کر کے دعا میں مصروف تھا کہ لکڑی کے بنچ کی دوسری طرف ایک 35۔30 سالہ نوجوان آ کر بیٹھا اور میری فراغت دعا کے بعد میرے ہاتھ میں دو انگوٹھیوں جن میں یاقوت رومانی اور فیروزہ کا

Marfat.com

پتھر جڑا ہوا تھا کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ ''یہ پتھر جو آپ نے پہن رکھے ہیں یہ کیا اثر رکھتے ہیں'' جس پر میں نے اُسے بتایا کہ پتھروں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ میں تو سنت نبوی ﷺ سمجھ کر پتھر پہنتا ہوں۔ نوجوان نے دوسرا سوال کیا کہ نفس اور روح میں کیا فرق ہے، تو میں چکرا گیا کیونکہ بظاہر دُنیا دار نوجوان نے گہرا سوال کیا تھا اور اُس نے بتایا کہ اُس نے ''کشف المحجوب'' کا بھی مطالعہ کیا ہے، مگر اُسے نفس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آئی ہے اس لیے دریافت کر رہا ہوں۔ جس پر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور کتابی علم کی مدد سے اُسے بتایا کہ روح اور نفس دراصل ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ اور یہ کہ اگر خداوند قدوس کی مہربانی سے نفس پر سواری کر کے اسے تابع کر لیا جائے تو نفس مطمئنہ و راضیہ ہی نیک روح کہلاتی ہے۔ نوجوان نے بتایا کہ اس کے مرشد اسے عرصہ دراز سے ''یـــا'' کا مطلب ہی سمجھا رہے ہیں۔ اس پر میں مزید چوکس ہو گیا کہ نوجوان آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ اُس نے متعدد واقعات، راہنمائی ازاں مرشد بیان کیے اور میں آہستہ آہستہ اس کی پنہاں خصوصیات روحانی کا قائل ہونے لگا۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے حسب الحکم اُن کے مزار شریف واقع سمبڑیال ضلع سیالکوٹ پر حاضری دی اور یہ کہ مرشد اس کی قدم قدم پر راہنمائی فرماتے ہیں۔ لفظ ''یـــا'' حاضر ناظر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی لیے اس کے مرشد ہر وقت اس کی راہنمائی فرما کر لفظ ''یـــا'' کی عملی صورت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس نے اپنا Homeo ڈاکٹر اور مختلف شہروں میں کلینک ہونا بھی بتایا اور یہ کہ کئی دیگر مشکل اور پیچیدہ سوال کر کے بندہ کو قائل کر دیا کہ ظاہری صورت پر نہ جانا چاہیے نہ جانے کسی شخص کے اندر رب کس صورت میں موجود ہے۔

پھر اچانک وہ اُٹھا اور کہا کہ اُس کے والد دل کے مریض ہیں اور اس ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں اور یہ کہ اُس کے گھر والے اسے کئی Psychiatrists کو دکھا چکے ہیں اور وہ

Marfat.com

روحانیت پر یقین نہ رکھتے ہیں۔ مگر اس کی تقریباً گھنٹہ پر مشتمل گفتگو نے مجھے تو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ دنوں تک کسی سے نہیں بولتا اور مرشد کی ہدایت پر ہی گفتگو کرتا ہے:
وہ اچانک اُٹھا اور میرے مٹی سے بھرے جوگرز کو ہاتھ لگایا اور بولا یہ تمام گفتگو اور آپ کے قدموں کو چھونا بھی اپنے مرشد کے حکم پر ہی کر رہا ہوں اور انہوں نے ہی مجھے آپ سے دیگر سوالات کا حکم دیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی طرف چلا گیا۔ اور میں سوچ میں غرق تھا کہ یہ کون تھا اور کیا ایسا میرا امتحان لینے کے لیے کیا جا رہا تھا۔ آئندہ اپنے گاؤں گیارہویں شریف کے ختم کے لیے پہنچا تو چچا مشتاق نے ایک سبز رنگ کی کتاب حوالہ کی اور کہا کہ ان کے بیٹے نے بدوملہی سے بھجوائی ہے جس کے چند صفحات پڑھنے کے بعد انہیں پسند نہ آئی ہے۔ جب میں نے کتاب کو کھول کر دیکھا تو چشتی سلسلہ کے بزرگوں کی حیات مبارکہ پر مشتمل کتاب تھی جن کا روضہ اقدس سمبڑیال ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔ یوں مجھے اس نوجوان کی گفتگو کی تصدیق بھی کروادی گئی اور بلاواسطہ دعوت حاضری بھی دی گئی۔ دیکھیے اب کب حضرت کے مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

دیگر

1980 کے بعد کا عرصہ ہر لحاظ سے میری زندگی میں خصوصی اہمیت کا حامل رہا ہے۔نت نئے حالات واقعات گم گشتگی کے ساتھ ساتھ نئی منزلوں کی خبر بھی دے رہے تھے اور عجیب سی کیفیت کا سامنا تھا اسی کیفیت میں مختلف مزارات پر حاضری اور صوفیائے کرام کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق بھی جاری رہا۔

اس دوران راقم کی راشننگ میں پوسٹنگ کی وجہ سے کئی کئی لائبریریوں کی ممبرشپ بھی رہی جس میں American سنٹر، British Council، دیال سنگھ ٹرسٹ پنجاب پبلک لائبریری بھی شامل تھیں۔دیال سنگھ ٹرسٹ میں اُن دنوں لائبریری کے انچارج اور ٹرسٹ کے سیکرٹری (صدیقی) صاحب تھے،اُن سے ریاض مصطفےٰ صاحب نے ملاقات کروادی اور چونکہ وہ ہمارے دفتر رائل پارک سے سب سے زیادہ نزدیک تھا،اس لیے تقریباً روزانہ ہی وہاں جانا ہوتا۔دوسری بات وہاں پر تصوف کے موضوع پر بہت بڑا ذخیرہ تھا۔اور صدیقی صاحب نے اجازت دے رکھی تھی کہ الماریوں سے خود کتابیں تلاش کر کے بعد ازاں اُنہیں جاری کروالیا جائے۔لہٰذا ہم نے کئی نایاب کتابیں جن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطوط اور دیگر کئی تصوف سے متعلقہ کتب کا وہاں مطالعہ اور معائنہ کیا۔ایک روز میں صدیقی صاحب کے پاس بیٹھا تھا کہ سید سجاد کرمانی جو اس وقت ''مارننگ نیوز'' کراچی کے لاہور میں نمائندے تھے۔وہاں تشریف لے آئے اور وہ چونکہ ہمارے والد مرحوم کے گہرے دوست تھے اور گجرات سے تعلق رکھتے تھے۔وہ اکثر ہمارے بچپن میں سیالکوٹ ہمارے گھر پر تشریف لاتے اور کئی کئی روز قیام فرمایا کرتے تھے۔وہ حقہ نوشی کے بہت ہی شوقین تھے۔اور اکثر حقہ کی چلم اور پانی کا کام ہم سے ہی لیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ ملاقات ہوئی تو حیران ہوئے۔ صدیقی صاحب نے انہیں بتایا کہ آجکل کے لڑکے تو مطالعہ کا شوق ہی نہیں رکھتے مگر یہ ہر وقت لائبریری میں گھسا رہتا ہے جس پر کرمانی صاحب نے صدیقی صاحب کو بتایا کہ یہ ایک بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے اور ایک بڑے علمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس پر صدیقی صاحب بولے اب مجھے سمجھ آئی کہ 32۔30 سال کا ایک نوجوان کیوں مطالعہ کا اس قدر شوق رکھتا ہے اور خصوصاً تصوف میں زیادہ دلچسپی کیوں رکھتا ہے۔

انہی دنوں یکے بعد دیگرے ہونے والے واقعات اُس وقت میرے لیے خاص اہمیت کے حامل نہ تھے کیونکہ ''عقل نہیں تو موجاں ای موجاں'' والا معاملہ تھا۔ ایک رات میں حسب دستور گھر میں پچھلے صحن میں بچوں اور بیگم کے ہمراہ سو رہا تھا کہ نصف شب کے قریب ایسا لگا کہ کسی نے گردن سے پکڑ کر مجھے اُٹھا کر بٹھا دیا ہے، میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوں کہ کون ہے جس نے یہ حرکت کی ہے، مگر کوئی نظر نہیں آ رہا۔ اُن دنوں چونکہ چوری چکاری کے واقعات کم ہوتے تھے اور ہمارے پچھلے صحن کی طرف محکمہ تعلیم کا Education Extention Centre تھا اس لیے زیادہ محفوظ تھا۔ پھر میرے کانوں میں آواز آئی ''ترمیھم بحجارۃٍ مِّنْ سِجّیل۔ کثرت سے پڑھا کرو۔'' میں پریشان تھا اور پریشان ہو گیا مگر کہتے ہیں کہ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے لہٰذا چند منٹ کے بعد دوبارہ خواب خرگوش کے مزے شروع ہو گئے لیکن صبح وہ بات مجھے بھولی نہیں بلکہ زیادہ شدت سے محسوس ہونے لگی کسی کو کچھ نہ بتایا اور معمول کے مطابق دفتر روانہ ہو گیا دفتر پہنچ کر بھی توجہ اسی طرح رہی اور پھر اچانک حاجی عبدالحمید صاحب کا جو 80۔70 سالہ بزرگ ڈپو ہولڈر تھے اور سفید داڑھی اور خوبصورت نورانی چہرہ تھا اور اُن کا ڈپو دل محمد روڈ پر تھا۔ میں گیارہ بجے جب ڈپو بند ہونے کا وقت تھا اُن کے پاس ڈپو پر پہنچ چکا تھا تا کہ رات ہونے والے وقوعہ کی بابت

Marfat.com

دریافت کر سکوں۔ پہلے تو وہ مجھے دیکھ کر کچھ پریشان ہوئے کہ معائنہ ڈپو کے لیے آیا ہوں مگر میں نے اُن کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ کر کہا کہ حاجی صاحب میں آپ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے گیارہ بجے ڈپو کا وقت ختم ہونے پر ڈپو بند کیا اور مجھے بولے کہ آپ موٹر سائیکل ساتھ لائیں اور میرے پیچھے آئیں، گھر چل کر بات کرتے ہیں۔ یوں میں حاجی صاحب کے پیچھے چلتا ہوا دل محمد روڈ کی ایک گلی میں واقع اُن کے گھر پہنچ گیا گھر پہنچ کر انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور چند لمحے بعد ایک عورت جس کے بال حاجی صاحب کی طرح ہی سفید تھے نے دروازہ کھول دیا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ حاجی صاحب اندر داخل ہو گئے اور میں نے اُن کے دروازے کے پاس موٹر سائیکل کھڑی کر دی، اور اُن کے بلانے پر گھر کے اندر چلا گیا۔ دو کمرے برآمدہ اور صحن پر مشتمل مکان تھا۔ ایک کمرے میں مجھے بٹھا کر حاجی صاحب باہر چلے گئے اور کچھ دیر بعد شربت لے کر آئے اور ساتھ ہی بتایا کہ دوپہر کا کھانا آج آپ یہیں میرے اور میری بیوی کے مہمان کے طور پر کھائیں گے۔ ذرا شرمندگی ہوئی کہ ہر دو ضعیف ہیں اور میں بن بلایا مہمان بن کر نازل ہوا ہوں۔ خیر آمدم بر مطلب، میں نے رات کا سارا واقعہ حاجی صاحب کو سنا دیا تو فرمانے لگے "اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی بہتری منظور ہے، اس لیے زور زبردستی کی جا رہی ہے اور یہ کہ "ترمیھم بحجارۃٍ مِّنْ سِجّیل" جس کا مطلب میں نہ جانتا تھا کی بابت فرمایا کہ اس کا مطلب ہے "اور ہم نے تمہارے دشمن کو پتھروں سے تباہ کر دیا۔" اور یہ کہ اُن کی نظر میں جو آدمی کا سب سے بڑا دشمن جو اچھے کاموں میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اُس کا نفس ہے۔ لہٰذا جو حکم اور ہدایت ہوتی ہے اُس پر سختی سے عمل کرنا ضروری ہے تاکہ خداوند قدوس جس نے یہ سبق بذریعہ الہام دیا ہے اس کی مدد سے ابلیس لعین پر وہ ذات پتھروں کی بارش کر کے اُسے بھاگنے پر مجبور کر دے۔

Marfat.com

اُس دن سے حاجی صاحب سے انسپکٹر اور ڈپو ہولڈر کی جگہ پیار ومحبت کے تعلقات قائم ہو گئے اور اکثر اُن کے پاس اور کبھی کبھی اُن کے گھر جانے کا بھی اتفاق ہوتا۔ ایک روز فرمانے لگے جمعرات کو ڈپو بند ہوتے ہیں اور میں سارا دن میانی صاحب کے قبرستان میں گزارتا ہوں اور مختلف قبروں پر دعا پڑھتا ہوں اور آگے بڑھ جاتا ہوں یہ جانے بغیر کہ اس قبر میں کون آرام کر رہا ہے مگر اس دوران مجھے شوق پیدا ہو گیا جو آہستہ آہستہ شدت اختیار کرتا گیا کہ جن بزرگوں کے نام پر میانی صاحب کا قبرستان بنا ہوا ہے ان کی قبر کو ڈھونڈ کر اُس پر فاتحہ پڑھوں۔ برسہا برس گزر گئے، میں قبروں پر ہر جمعرات کو فاتحہ پڑھتا رہا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ اتنی پرانی قبر پر پتھر وغیرہ تو ہوگا نہیں لہٰذا میری تلاش جاری رہی۔ کافی عرصہ کے بعد جب میں تقریباً مایوس ہو چکا تھا ایک روز میں ایک قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ ساتھ والی قبر سے آواز آئی کہ عبدالحمید کتنے سالوں سے میری قبر ڈھونڈ رہے ہو اگر میں خود نہ بتاؤں تو تم ساری عمر بھی تلاش کرنے پر میری قبر نہیں ڈھونڈ سکتے۔ میرا نام ہی میانی ہے اور میرے ہی نام پر یہ قبرستان آباد ہوا ہے۔ میں فوراً اس قبر پر پہنچا اور وہاں فاتحہ پڑھی اور میں اُس روز بہت ہی خوش ہوا کہ تلاش کرنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے اور خدا پاک اور میانی صاحب نے میری مشکل آسان کر دی۔ حاجی صاحب نے کہا میں اب بھی جمعرات کو میانی صاحب قبرستان میں قبروں پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں اگر آپ نے وہ قبر دیکھنا ہو تو اگلی جمعرات کو میرے ساتھ چلنا۔ میں آپ کو اس قبر کی نشاندہی کر سکتا ہوں۔ مگر میرے لیے اس وقت میانی صاحب کی قبر کی اتنی زیادہ اہمیت نہ تھی جتنی آج ہے مگر وقت تو کسی کا انتظار نہیں کرتا اور وقت گزر گیا اور ساتھ وہ لوگ بھی لے گیا جو ان رازوں کے امین تھے مگر جن کا واسطہ ہم جیسے جاہلوں سے پڑا تھا۔ اب جب اپنے بزرگوں کی قبروں پر بیگم صاحب کی قبر پر دعا کے لیے میانی صاحب جاتا ہوں اور خصوصاً اپنے پردادا مرشد کی قبر پر

Marfat.com

حاضری اور دعا کے لیے جاتا ہوں جو گل بیگم باغ میں آبادی کے ساتھ واقع ہے تو حاجی عبدالحمید صاحب کی وہ بات کہ اگر تم نے میانی صاحب کی قبر دیکھنا ہو تو میرے ساتھ چلو میں اس کی نشاندہی کر سکتا ہوں، بہت یاد آتی ہے۔ 1985 تک حاجی صاحب سے تعلق رہا مگر 15.4.1986 کو راشننگ کا نظام ختم کر دیا گیا اور ساتھ ہی سب ڈپو وغیرہ ختم ہو گئے۔

(کیفیاتِ حال)

2005 میں ایک انسپکشن کے سلسلہ میں قصور جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر حضرت بابا بلھے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار پر حاضری نصیب ہوئی تو قصور سنٹر کے انسپکٹر مختار بھٹی صاحب بھی ہمراہ ہو لیے۔ حاضری کے بعد اپنی ذاتی گاڑی میں جسے مزمل ڈرائیور (سرکاری) چلا رہا تھا بازار کے راستے آ رہے تھے کہ چوک جس سے لاری اڈہ کو راستہ جاتا کے قریب گاڑی کھڑی کروا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے مختار بھٹی اور رانا محمد عظیم احمد اُترے اور بازار میں قصور کی مشہور مٹھائیوں کی دوکان والی گلی میں چلے گئے۔

ڈرائیور اور میں گاڑی میں ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ پچھلی طرف سے آنے والے لوگ شیشہ میں نظر آ رہے تھے، اچانک اُن میں ایک بزرگ کو دیکھ کر میری نظر رُک گئی، اُن کی رفتار پر میں حیران ہو رہا تھا اور ابھی سوچ میں گم تھا کہ وہ گاڑی کے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئے اُن کے گزرنے سے میرے اندر ایک تلاطم برپا ہوا جس طرح بڑا مقناطیس چھوٹے مقناطیس کے پاس آنے پر چھوٹے مقناطیس کو کھنچاؤ محسوس ہوتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت محسوس ہوئی جس پر میں نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور کو کہا کہ اُترو اور اُن باباجی کو ذرا میرے پاس بلا کر لاؤ۔ مزمل بھاگتا ہوا اُن کے پاس پہنچا اور میرا پیغام دیا وہ واپس مڑے اور گاڑی کے دروازے کے پاس آ کر رُک گئے۔ میں نے گاڑی کا شیشہ

Marfat.com

اُتارا تو آنکھیں چار ہونے پر مجھے فوراً احساس ہوا کہ یہ کوئی غیر مرئی مخلوق ہے۔ چہرے پر اَبرو ماتھے پر کافی اوپر چڑھے ہوئے تھے۔

باباجی نے پوچھا کیا بات ہے؟ جس پر میں نے کہا باباجی آپ کدھر جا رہے ہیں؟ جس پر بولے گھر اور کسی گاؤں کا نام لیا۔ جس پر میں نے ڈرائیور سے پوچھا کہ یہ گاؤں ہمارے راستے میں آئے گا یا نہیں۔ ڈرائیور نے کہا نہیں۔ اس دوران میں اُن کی جسمانی ساخت پر غور کرتا رہا تو جھکی ہوئی کمر اور ہاتھ میں ''ڈانگ'' (لکڑی سہارے کے لیے) پکڑے تھے۔ باباجی نے ڈرائیور کا جواب سننے پر روانہ ہونے سے پہلے کہا تم نے مجھے بلایا ہے تو اب میری دو تین باتیں غور سے سن لو اور گویا ہوئے کہ میری عمر 130۔ سال ہے اور یہ کہ میں اب بھی بخوبی پیدل چل پھر سکتا ہوں۔ اور بولے میں تمہیں تین تحفے دینا چاہتا ہوں۔ غور سے سنو اور زندگی میں ان پر عمل کرنا بہت فائدہ ہوگا۔

(1) ہر جمعہ کو سورۃ کہف ضرور تلاوت کرنا۔

(2) سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان العظیم کا کثرت سے ورد کیا کرو۔

(3) جب بھی گھر سے باہر جاؤ یا اپنی گاڑی کسی جگہ کھڑی کر کے جاؤ تو آیۃ الکرسی تین دفعہ پڑھ کر پھونک دیا کرو۔ گھر کے دروازے پر دیوار بن جائے گی اور چور کو دروازہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ اور گاڑی ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

یہ کہہ کر باباجی چل دیئے اور لمحوں میں بھیڑ میں غائب ہوگئے۔ میں نے چند دوستوں سے اس اچانک ملاقات کا ذکر کیا تو ایک دو نے بتایا کہ حضرت بابا بلھے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر جنات بھی حاضری دیتے ہیں۔ میں نے باباجی کی بتائی ہوئی تینوں باتوں پر حتی المقدور عمل کی کوشش کی جس سے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

Marfat.com

پیر قبلہ حضرت قاری منظور احمد صاحب سیالوی چشتی مدظلہ العالی

حضرت سے میری پہلی ملاقات قریباً 10,15 سال قبل میرے مربی دوست ریاض مصطفےٰ کے وسیلہ سے عمل میں آئی کہ حضرت صاحب ریاض صاحب کے عہدِ جوانی کے دوستوں میں شامل تھے اور وہ ریاض صاحب کے محکمہ خوراک 1974ء میں جوائن کرنے سے قبل اکٹھے دینی خدمات کے لیے وقت صرف کیا کرتے تھے۔ ملازمت اختیار کرنے پر ریاض صاحب کی ضلع کیمبل پور میں تعیناتی کے بعد لاہور سے باہر چلے جانے پر گوناگوں ملاقاتوں کا سلسلہ تعطل کا شکار ہو گیا۔

بقول راوی (ریاض مصطفےٰ) لاہور میں واپس پوسٹنگ ہونے پر وہ ایک روز پیر نصر اقبال صاحب خلیفہ حضرت (المعارف) کی محفلِ سماع میں شریک تھے کہ وہاں ایک بھاری بھرکم شخصیت پر نظر پڑی جو سفید چادر اوڑھے تھی۔ وہ اُس قد آور شخص کے سحر میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جب حضرت نے محفل کے اختتام پر کلام روحانی شروع کیا تو اُن کی آواز ریاض صاحب کو جانی پہچانی سی لگی۔ میزبان محفل سے دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ قاری منظور احمد صاحب سیالوی ہیں۔ جس پر گزرے ہوئے زمانے کے شب و روز ایک لمحے میں دل و دماغ سے گزرتے ہوئے روح کی اتھاہ گہرائیوں تک اُترتے چلے گئے اور ماضی کی یگانگی کی تصویر در تصور عیاں ہونے لگی لیکن

Marfat.com

دُبلے پتلے چھریرے بدن کے مالک منظور احمد جو اپنے سروقد کی بابت لوگوں کی بھیڑ میں نمایاں نظر آیا کرتے تھے۔ چند برسوں میں اتنے لحیم شحیم جُثے کے دوہرے بدن میں کیسے ڈھل گئے۔ انہی سوچوں میں گم آگے بڑھ کر حضرت سے اپنا تعارف کروایا تو گویا حضرت کی خوشی اور مسرت کی انتہا آپ کے چہرے سے عیاں ہوگئی اور آپ نے عرصہ دراز کے بعد بھی اُنہیں آواز سے پہچان لیا اور بھرپور معانقہ فرمایا۔ یوں پرانے بچھڑے ہوئے دو دوست رفیق دو قالب یک جان ہو گئے۔ جب حضرت وہاں سے رخصت ہونے لگے تو یہ دیکھ کر حضرت جب سٹیج سے اُترنے لگے تو کارکنان محفل نے حضرت کو بازو سے پکڑ کر بہت احتیاط سے اُتارا جیسے کسی نابینا شخص کو ہمراہ لے کر چلا جاتا ہے تاکہ ٹھوکر لگنے اور گرنے کا اندیشہ نہ رہے۔ یہ جان کر کہ حضرت بینائی سے محروم ہیں (راوی پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، لیکن جو نظر آ رہا تھا اور محسوس ہو رہا تھا وہی حقیقت اور سچ تھا)

راوی حضرت کے جسیم ہونے پر تو یقیناً پریشان نہ ہوا مگر بینائی کا ضائع ہونا تو جیسے انہونی سی بات معلوم ہوتی تھی۔ راوی جدائی کے چند سالوں میں اس تغیر و تبدل پر ششدر رہ گیا اور خداوند قدوس کی اٹل قدرتوں کا صدق دل سے مزید معترف ہو گیا

یوں حضرت کی اور راوی کی ملاقاتوں کا سلسلہ دوبارہ چل نکلا اور معرفت حقیقی کے ابواب آہستہ آہستہ وا ہونا شروع ہوئے۔ محافل میں اکثر ملاقات کے ساتھ راوی نے حضرت کے آستانہ واقع موتی بازار (اندرون شہر) پر بھی حاضر ہوا، جہاں آپ نے چشتیہ سلسلہ کے بزرگان کے مزارات کے زیر سایہ بچوں کی تدریسی خدمت کے لیے مدرسہ قائم کر رکھا تھا، جہاں بچوں کی رہائشی سہولیات اور لنگر کا انتظام کر رکھا تھا۔ تدریس قرآن کے لیے حفاظِ کرام مقرر تھے جو ہمہ وقت مدرسے میں موجود رہتے

Marfat.com

پیر قبلہ قاری منظور احمد چشتی سیالوی

Marfat.com

سید جاوید احمد قریشی 2006 میں دفتر کے اہل کاران کے ہمراہ

Marfat.com

اور بچوں کے قرآن ناظرہ اور حفظ قرآن پاک کی نگرانی کرتے۔ یوں حضرت نے ایک سلسلہ لامتناہی کی بنیاد رکھ دی کہ حدیث قدسی کے موجب ''سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور قرآن سکھائے۔'' حضرت اپنی کاوش سے خدا کے بہتر بندوں میں شامل ہو گئے مدرسہ مذکور کے اجراء سے قبل حضرت بازار چوڑی گراں نزد پانی والا تالاب کی خالد مسجد میں قاری منظور احمد تبسم کے نام سے خطابت و امامت فرماتے تھے۔

اللہ پاک کے بندوں میں مزید بلند مقام کی ''ھل من مزید'' کی طلب میں اللہ کی رضا کے لیے خدمت خلق کا درجہ یقیناً قابل تحسین اور خدائے بزرگ و برتر کا پسندیدہ ہے۔ آپ روزانہ سینکڑوں غریب لاچار اور ناقابل علاج مریضوں کی صحت یابی کے لیے قرآنی عملیات سے روحانی علاج کی خدمات بھی عرصہ دراز سے سرانجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ مذکورہ بالا سے ملحقہ جگہ پر حضرت روزانہ صبح 10/ 9 بجے تک ہر صورت پہنچ جاتے ہیں۔ آن کی آمد تک خواتین اور مرد علیحدہ علیحدہ دولائنوں میں حضرت کے بیٹھنے کے کمرے میں موجود ہوتے ہیں اور آپ کی آمد پر تقریباً کمرہ بھر چکا ہوتا ہے۔ یوں علاج جسمانی و روحانی کا بیک وقت اہتمام کیا جاتا ہے۔ (مذکورہ معلومات ریاض مصطفٰے صاحب کی فراہم کردہ ہیں جن کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کر رہا ہوں۔)

ریاض مصطفٰے صاحب کے ذریعہ اور وسیلہ سے حضرت سے ملاقات تقریباً سن 2000ء کے کسی مبارک دن ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں حضرت کی بھرپور شخصیت کا گہرا تاثر مرتب ہوا اور یوں گاہے بگاہے شرفِ ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ ریاض صاحب کے میرا خاندانی تعارف کروانے پر کہ میرا تعلق حضرت سید محمد ہاشم شاہ

Marfat.com

نوشاہی قادری کے گھرانے سے ہے اور یہ کہ میرے دادا حضور نے اپنی زندگی میں ہی سجادگی کا تاج میرے سر پر سجا دیا تھا۔ حضرت نے خاص مہربانی اور شفقت فرمانا شروع کر دی اور پیر صاحب کہنا شروع کر دیا۔ خاص دوستوں میں شمولیت پر گھر ملاقات کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ یوں ہماری بات بن گئی اور مہینوں اور سالوں میں تعلقات روز افزوں بڑھتے ہی چلے گئے۔ ہر ملاقات پر حضرت روحانی امور میں خاص توجہ کا مرکز رکھتے اور راہنمائی فرماتے رہتے۔ ملاقات کے لیے موتی بازار میں آپ کے آستانہ مدرسہ پر حاضری کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ جہاں مذکورہ بالا معلومات از (راوی) کی صداقت سامنے آئی۔!

حضرت کو جمعۃ المبارک کے علاوہ روزانہ صبح 10/9 بجے سے عصر کی نماز تک مخلوق کی خدمت میں مصروف پایا (صرف نمازوں کا وقفہ کیا جاتا ہے)۔ اس عرصہ میں خواتین اور مرد حضرات باری باری اپنے مسائل وتکالیف بیان کرتے ہیں اور حضرت ایک مردِ قلندر کی طرح شدید گرمیوں اور سردیوں میں وقت مقررہ تک انتہائی خندہ پیشانی سے اُن کے مسائل/تکالیف کا ازالہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت نے موتی بازار حاضری پر ہمیشہ سائلین کی موجودگی میں اپنے ساتھ صوفہ پر بٹھایا اور کبھی سائلین میں زمین پر بیٹھنے کی اجازت نہ دی اور اکثر باوجود رش اور گھما گھمی کے اپنے ساتھ ہی بٹھائے رکھتے۔ سائل خواتین زیادہ دقت اور پریشانی پیدا کرتی ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ حضرت نے مخلوق کی اس خدمت کے لیے کوئی معاوضہ مقرر نہ کر رکھا ہے وہ اپنے ساتھ کئی دوسری سائلہ خواتین کو لے کر حاضر ہوتی ہیں، جو ساتھ نہ آسکیں اُن کے پارچات ساتھ لے آتی ہیں اور بیماری، جادو، ٹونے کی بابت دریافت در دریافت اور بحث در بحث کرتی ہیں اور پیچھے بیٹھے اپنی باری کے

Marfat.com

منتظر لوگوں کو پریشانی میں مبتلا رکھتی ہیں۔ حضرت کو میں نے کبھی کسی خاتون کی نبض دیکھتے یا چھوتے نہیں دیکھا۔ آپ کے پاس سٹیل کا دو فٹ لمبا فٹا (مسطر) موجود ہے۔ وہ اس مسطر کی مدد سے خواتین کی بیماریوں کی بابت بتا دیتے ہیں جیسے ڈاکٹر ایکسرے مشین اور دیگر مشینیں استعمال کرنے کے بعد نتائج سے آگاہ کرتے ہیں۔ حضرت موقع پر ہی خواتین اور مردوں کے اندرونی جسمانی معاملات کی آگاہی پر انہیں متعلقہ ڈاکٹروں سے رابطہ کر کے علاج کروانا تجویز کر دیتے ہیں۔ جبکہ اکثر اپنے تعویذات ہفتوں کے حساب سے عنایت کر دیتے ہیں یا پانی کی بوتل پر دم کر دیتے ہیں اور بعض اوقات سرسوں کے تیل پر بھی دم کر دیتے ہیں، سوالات بابت جادو ٹونہ پارچات کو ہاتھ میں پکڑ کر واضح کر دیتے ہیں۔ مگر کسی کا نام نہیں بتاتے کہ ایسا کرنا موجب فساد ٹھہرتا ہے۔

میں نے وہاں اکثر خواتین کو جو اندرون شہر کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں کبھی 20/15 روپے سے زیادہ قاری صاحب کے ہمراہ بیٹھے مرید کو دیتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی کسی سائل سے کسی مرید/ ملازم کو پیسے طلب کرتے دیکھا اور نہ ہی قبلہ کو کسی سائل کو اس سلسلہ میں کوئی ہدایت کرتے دیکھا ہے۔ مرد حضرات 50 یا کبھی اس سے زیادہ بھی دیتے ہیں۔ یہ تمام رقم اکٹھی ہو کر درسگاہ کے منتظم کو پہنچ جاتی ہے جو درس گاہ کے طلبہ کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے۔ اگر کوئی سائل یا مرید یا تعلق واسطہ والا 500 سو سے زیادہ رقم دے تو اُسے اسی وقت تعمیر باب چشت واقع جاوید نگر شیخو پورہ روڈ کی مصدقہ رسید حوالہ کی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات رسید احباب کے پتہ پر بھی ارسال کر دی جاتی ہے میں ذاتی طور پر اس تجربہ سے گزر چکا ہوں۔

حضرت نے شیخو پورہ روڈ پر جاوید نگر کے سٹاپ سے بائیں طرف تقریبا

Marfat.com

ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر فیکٹریوں کے درمیان غالباً دس، بارہ کنال اراضی اپنی ذاتی گرہ سے خرید کر اُس پر بابِ چشت نگر کی مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کا کام شروع کروا رکھا ہے جو مسجد کی حد تک کافی مکمل ہو چکا ہے اور باتھ، وضو خانے کے ساتھ، ہال مسجد اور گنبد مکمل ہو چکے ہیں جس میں حضرت کے احباب، خلفاء اور دیگر پیرانِ طریقت دل کھول کر عطیات ڈالتے ہیں۔ زرِ کثیر سے فرشوں پر ماربل ایستادہ کیا جا رہا ہے۔ آپ کے بیرون ملک خلفاء اور مریدین اور احباب بھی اس تعمیر میں ممد و معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

حضرت عموماً مریدین، خلفاء اور احباب کے گھروں میں جانے سے احتراز فرماتے ہیں مگر 2003ء میں بار بار درخواست پر حضرت غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کے لیے راضی ہو گئے اور مقررہ تاریخ اور وقت پر ریاض صاحب اور ایک مرید کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اہل خانہ نے حسب توفیق آپ کی آمد کا انتظام کیا۔ آپ کا استقبال گل پاشی سے کیا گیا۔ حضرت ڈرائنگ روم میں تشریف فرما ہوئے اور ریاض صاحب کے ہمراہ صرف چائے کا کپ لینے پر اصرار کیا۔ ہماری بیگم حیات تھیں وہ بھی تینوں بچوں کے ہمراہ حاضر ہوئیں تو آپ نے بہت شفقت اور محبت سے احوال سنے اور کلام فرمایا جسے سمیٹنے کی قلم میں طاقت نہ ہے۔ ایک گھنٹہ قیام کے بعد حضرت دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے اور یوں ہمارا گھر بھی اُن معدودے چند گھروں میں شمار ہوا جہاں حضرت نے قدم رنجہ فرمایا۔

حضرت کے پاس بیٹھ کر آپ کے چہرے کی زیارت۔ پر فوراً اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ اُن اولیاء اللہ میں ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، گوری چٹی رنگت، اور شیرینی نطق کے ساتھ آپ کی بادامی رنگت کی

Marfat.com

بڑی بڑی آنکھیں اور شانوں تک گھنگھریالی زلفیں، خوبصورت کھچڑی (سیاہ وسفید) بھری ہوئی شریعت کے مطابق داڑھی مبارک۔ آپ جب کسی کے سوال کا جواب دیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دیدۂ بینا، آپ کی ظاہری آنکھوں کے راستے سائل کے اندر اُتر رہی ہے۔ ہر سوال کا جواب سائل کی طرف چہرہ مبارک پھیر کر انتہائی توجہ سے دینا کہ جیسے آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی ہیں۔ حالانکہ وہ آنکھیں ظاہری طور پر کام نہ کرتی ہیں۔ پہلی ملاقات پر لوگوں کو آپ کے نابینا ہونے کا قطعی احساس نہ ہوتا ہے جب تک کہ آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چھڑی یا کسی مرید کے سہارے، کا اہتمام نہیں کرتے۔

ہر ملاقاتی، مریدین و دیگر سے ملاقات پر آپ ملاقاتی کے چہرے پر داڑھی کی تصدیق کے لیے اپنے دستِ شفقت پھیرتے ہیں اور پھر حسب مرتبہ اُس سے داڑھی کی بابت باز پُرس بھی کرتے ہیں۔ میر... ساتھ اکثر ایسا ہوا کہ آپ نے داڑھی مبارک کو شریعت کے مطابق کرنے کی ہدایت فرمائی اور اکثر فرماتے ہیں کہ ''پیر صاحب آپ نے قینچی گھر پر رکھی ہوئی ہے جو ہر دفعہ آپ کی داڑھی برابر ہی رہتی ہے۔ بار بار ہدایت کے بعد میں نے حضرت سے عرض کی کہ ''میرے پیر و مرشد قبلہ سرکار صوفی عبدالحمید صاحب قادری چشتی نے مجھے ہدایت کر رکھی ہے کہ میں اپنی داڑھی کو پیر صاحب کی داڑھی سے زیادہ بڑھنے نہ دوں اور یہ کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

چند سال قبل حضرت کو دورانِ سفر موٹر سائیکل کو دھچکا لگنے سے ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف ہوگئی۔ بھاری بھرکم جسم ہونے کی وجہ سے تکلیف بڑھتی گئی اور حضرت صاحبِ فراش ہوگئے، گھر سے نکلنا بند ہوگیا، چارپائی پر لیٹے لیٹے ہی ہم جیسے گنہگاروں

Marfat.com

سے، ملاقات فرماتے ۔ میں اپنے بھائی سعید احمد صاحب اور بیٹے محمد فہد کے ساتھ دو چار مرتبہ آپ کی خبر گیری کے لیے شاہدرہ گھر پر حاضر ہوا تو آپ نے اجازت طلب کرنے پر فرمایا کہ حضور ﷺ کے شہزادے میری خبر گیری کیلئے آئے ہیں اب میں جلد تندرست ہو جاؤں گا، میں نے عرض کی کہ حضرت آئندہ آپ کی خبر گیری کے لیے آؤں تو آپ کو میرے ساتھ گھر کے بڑے دروازے تک چلنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ میں حضورؐ کے شہزادوں کو دروازے تک چھوڑنے اپنے قدموں پر چل کر جاؤں گا۔ یوں تقریباً دو تین ماہ بعد ملاقات پر حضرت دروازے تک سہارے سے تشریف لائے۔ میں آپ کی گفتگو سن کر شرمساری سے نادم ہوتا رہا کہ حضرت ہر معاملہ حضور ﷺ سے شروع کر کے آپ ﷺ ہی پر ختم کرتے ہیں اور آپ کے جملہ امور حضور ﷺ کے براہِ راست تصرف میں ہیں۔ کیونکہ آقائے نامدار ﷺ اپنے عاشقوں اور چاہنے والوں کی خواہشات کی تکمیل وقت مقررہ سے پہلے کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔ حضرت نے ہمارا نام تو صرف اپنی زبان سے ہی استعمال کیا درحقیقت وہ حضور ﷺ کے اذن پر ہی معاملات کو مخفی رکھنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

2008ء میں محکمہ خوراک سے ریٹائرمنٹ پر اپنی آنکھ کے موتیا کے آپریشن کے لیے ہسپتال داخل ہوا، آپریشن کے بعد گھر آنے پر میں نے حضرت کو صورتحال سے آگاہ کیا اور پٹی کھلنے پر آپریشن کی کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فون پر فرمایا ''پیر صاحب! اسی تے چاہنے آں تہاڈی اندر دی اکھ رب کھول دیوے باہر دیاں اکھاں دے بغیر وی گزارہ چل جاندہ اے۔''

یوں حضرت نے اپنا حقیقت حال بیان فرمادیا کہ آپ کی ظاہر آنکھ بند ہونے کے باوجود باطنی آنکھ کھلی ہونے پر آپ سے دنیا و مافیہا کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہے اور آپ اپنی باطنی آنکھوں سے ہی تمام احوالِ جسمانی و روحانی سے مکمل طور پر آگاہ

Marfat.com

ہیں۔ ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے شاید ایسے ہی یگانہ روزگار اولیائے کرام کے لیے فرمایا تھا: ع

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

2011ء میں میں اپنے کان میں تکلیف کی وجہ سے لاہور کے حمید لطیف ہسپتال میں داخل ہوا تو سپیشلسٹوں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کان کا آپریشن کر دیا اور انفیکشن کو کنٹرول کرنے کے MG-1000 کے اینٹی بائیٹک انجکشن صبح و شام لگوانا شروع کیے، کان تو خیر کیا درست ہوتا' ایک روز کھانسی پر سینے سے منہ کے راستے خون کا فوارہ چھوٹا تو ہسپتال مذکور میں داخل کروا دیا گیا، داخلہ کے وقت آکسیجن کی مقدار 66% تھی۔ یوں زندگی موت کی راہوں کی مسافر بننے کو تیار تھی۔ ہسپتال میں پاکستان کے سب سے مہنگے I.C.U میں پانچ روز تک قیام کے بعد پرائیویٹ کمرہ میں منتقل کر دیا گیا۔ صاحبزادہ محمد فہد جاوید نے اس امر کی اطلاع قبلہ قاری منظور احمد صاحب کو بذریعہ فون کی اور میری حالت زار بیان کی تو آپ نے بچے کو جواب دیا کہ "مجھے یہ تمام تفصیل معلوم ہے میں پیر صاحب کے ساتھ ہی ہوں اور یہ کہ خداوند انہیں صحت و تندرستی عطا کرے گا لہٰذا تم گھبراؤ مت۔ خداوند قدوس رحمان ورحیم کی کرم نوازی حضور ﷺ کی کمال شفقت اور میرے پیر مکرم حضرت صوفی عبدالحمید چشتی قادری جیون پوری اور حضرت قبلہ منظور احمد سیالوی کی دعاؤں کے نتیجے میں بندۂ عاجز واپس گھر لوٹا تو مرض کی شدت کے دوران وارد ہونے والی روحانی کیفیات سے بھرپور تھا گو صحت بھرپور نہ تھی۔

چند ماہ بعد ثقل سماعت نے پھر ENT کے سپیشلسٹ کے دربار میں حاضر کر دیا اور ہر پیشی پر صرف -/3000 روپے فیس کے عوض ایک کاغذ بصورت نسخہ عطا ہوتا،

Marfat.com

ادویات اس کے علاوہ ہوتیں۔ مریض جیسے خود چھری لے کر ڈاکٹر کی خدمت میں بطور مذبح پیش ہوتا ہے۔ ادویات زیادہ تر جعلی ہوتی ہیں اس لیے ڈاکٹرز ہر دفعہ نئی دوائی نئی کمپنی تحریر فرماتے ہیں کہ ادویات کی کمپنیاں پروفیسر صاحبان کو سیل ادویات کے عوض نئی کاریں اور یورپ، امریکہ کے دوروں کے اخراجات برداشت کرنا ہوتے ہیں۔ جہاں وہ انٹرنیشنل کانفرنسوں میں کمپنی کی ٹکٹ پر شرکت کر کے مفت قیام وطعام کے بعد واپس آ کر فیس میں مزید اضافہ کرتے ہیں کیونکہ وہ کانفرنسوں کے منتظمین سے واپسی پر Attendance سرٹفیکیٹ گروپ فوٹوز ہمراہ لاتے ہیں۔

میں ذاتی طور پر اپنے پیر مکرم سے اُن کے مطب سے اپنی دوائی نہ لیتا ہوں اور نہ ہی دیگر متصوفین کے پاس اس سلسلہ میں حاضر ہوتا ہوں کہ شفاء تو منجانب اللہ پاک ہے مگر آرام نہ آنے کی صورت میں متعلقہ بزرگ سے عقیدت اور یقین میں کمی ضرور واقع ہوتی ہے۔ میرے پیر مکرم فرماتے ہیں کہ سب دعائیں تو انبیاء کی بھی قبول نہ ہوئی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام مدتوں فرعون اور قبطیوں کی بربادی کی دعا کرتے رہے مگر عرصہ دراز کے بعد خداوند کی طرف سے مقررہ وقت پر ہی فرعون کی بربادی کے اسباب پیدا کیے گئے۔

ہمارے صاحبزادے ایک دن مجھے زبردستی قاری صاحب کے پاس موتی بازار میں لے گئے اور آپ سے عرض کر دی جس پر آپ نے چھوٹی انگلی سر کے درمیان رکھ کر بالشت کھولی تو انگوٹھا کان کے سوراخ پر آ گیا۔ آپ نے سکینگ کا نتیجہ اُسی وقت بتا دیا کہ کان میں نہانے کے دوران پانی کا قطرہ داخل ہوتا ہے جس سے خرابی واقع ہوتی ہے۔ آپ نے تھوڑا سرسوں کا تیل منگوایا اُس پر دم کیا اور فرمایا کہ اس تیل میں لہسن/تھوم کی تُری ڈال کر اچھی طرح اُسے جلا دیں پھر تیل کو کپڑے سے نتھار لیں تاکہ تھوم کا کوئی ذرہ تیل میں نہ رہے۔ پھر اسے چھوٹی ڈراپر والی بوتل میں ڈال کر

Marfat.com

سنبھال لیں اور 15 / 10 دن بعد کان میں ایک قطرہ ڈال کر روئی سے بند کر دیا کریں۔ مرد قلندر کی توجہ سے ڈاکٹرز کے چنگل سے آزادی نصیب ہوئی۔ (الحمدللہ)

غالباً 2012ء میں قاری صاحب شدید Chest Infection میں مبتلا ہو کر شیخ زاید ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ایک دو روز کے بعد مریدین و دیگر کی حضرت کی خبر گیری کے رش سے تنگ M.S حاضر خدمت ہوا اور اپنی مجبوری بیان کی کہ اتنے لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہے۔ قاری صاحب نے پہلے بھی ہسپتال داخلے کی اطلاع سے منع کر رکھا تھا، پھر سختی سے احکامات دیئے گئے کہ کوئی ہسپتال خبر گیری کے لیے نہ آئے۔ میری بھی صرف فون سیل پر بات ہو سکی۔ 20 / 15 روز کے بعد آپ فارغ ہو کر گھر پہنچے تو عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ عموماً اکثر پیرانِ کرام ایسے موقعوں پر اطلاع کرواتے ہیں تاکہ مریدین نذرانے کے ہمراہ پیش ہوں اور ہسپتال کے اخراجات کے ساتھ منافع بھی ہاتھ آئے۔ مگر حضرت ان معاملات سے مصفا ہو چکے ہیں لہٰذا ایسا کوئی موقع پیدا ہی نہیں ہونے دیتے جس سے زر و اسباب کا سلسلہ بن سکے۔

ہر سال کی طرح 2011ء میں بھی قاری صاحب قبلہ نے جب 6 / رجب المرجب کے دن باب چشت میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے سالانہ عرسِ مبارک پر نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے تقریب کا اہتمام فرمایا جس میں نعت، قوالی، سماع و تقاریر کا انتظام فرمایا۔ دعوت نامہ پہنچنے پر مقررہ دن بھائی سعید صاحب اور محمد فہد کے ہمراہ حاضر ہوا۔ باب چشت کا دولہا خوب سج دھج کر براجمان تھا اور جلوس کی قیادت کر کے واپس پہنچ چکا تھا۔ اپنی اور بھائی سعید کی کمزوری طبع کے باعث 12 بجے کے بعد وہاں سے چلے آئے۔ آئندہ ملاقات پر آپ نے بہت محبت سے قوالی میں غیر حاضری کی بابت دریافت کیا، وجہ بتانے پر آئندہ سال مکمل پروگرام

Marfat.com

میں حاضر رہنے کی تاکید فرمائی۔آئندہ سال بھی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے پروگرام ادھورا چھوڑ کر آنا پڑا۔

2013ء میں آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب آپ 2 بجے کے بعد آ جائیں تا کہ باقی پروگرام بعد از نماز ظہر میں شمولیت مکمل طور پر ہو۔لہٰذا مقررہ تاریخ جب بابِ چشت نگر پہنچے تو قاری صاحب ہمراہ مہمان خصوصی سید صاحب جو علاقہ غیر سے تقریباتِ عرس میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے لنگر تناول فرما رہے تھے، خاص لوگوں میں قاری صاحب کے پہلو میں جگہ نصیب ہوئی۔سید صاحب بالکل میرے روبرو زمین پر ہی بیٹھے تھے۔سید صاحب سے نظریں چار ہوئیں تو آپ نے دریافت فرمایا: ''آپ کو یہ شانِ بے نیازی کہاں سے عطا ہوئی ہے؟'' میں نے کہا جناب مجھے تو علم نہ ہے، آپ محسوس کرتے اور دیکھتے ہیں تو مجھے بھی بتا دیں۔مگر میرے دل نے اندر سے کہا کہ ہندوستان حاضری کے دوران حضرت خواجہ علاؤالدین علی احمد صابری کلیری کے دربار پر خواب میں جو شق صدر کیا گیا تھا، حضرت سید صاحب کی نظر یقیناً اُسی کلیری بے نیازی پر ہے مگر ایسی بات نہ ذہن نے قبول کی نہ زبان سے ادائیگی کی جسارت ہوئی۔کہ بے نیاز تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی پاک ذات مبارک ہے مگر اپنے کسی نیک بندے کی طفیل وہ اپنی صفات کے مظاہر دکھانے پر پوری طرح قادر ہے۔عصر کی نماز کے بعد سٹیج سے سپیکر پر میرا نام لے کر پکارا گیا۔جب سٹیج پر پہنچا تو قاری صاحب نے شاہ صاحب کو دستار عطا کی جو انہوں نے اس عاجز حقیر بندے کے سر پر جملہ مریدین، خلفاء اور حاضرین عرس کے سامنے اپنے دست مبارک سے باندھ دی اور اعلان بھی فرما دیا گیا۔

دستار بندی کے بعد یوں محسوس ہوا کہ بندہ تمام حاضرین کی آنکھوں کا تارہ بن گیا ہو۔آئندہ ملاقات پر میں حضرت سے عرض کی کہ حضرت میں تو پہلے سے اپنے

Marfat.com

پیرمکرم سے بیعت کر چکا ہوں۔تو دستار بندی ''چہ معنی دارد؟''جس پر آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب ہم نے آپ کو دستار فضیلت عطا کی ہے اور آپ ہمارے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔لہٰذا اب آپ اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کا سلسلہ شروع کریں۔ ہماری طرف سے اجازت اور ہدایت ہے۔مگر میں اپنے پیر شریعت وطریقت کی اجازت کا پابند ہوں کہ جب آپ اجازت فرمائیں تو آگے چراغ روشن کیے جائیں۔

میری بہو جو کبھی کبھی میرے اور میرے فرزند دلبند کے ہمراہ قاری صاحب کے پاس برائے دعا حاضر ہوتی ہے نے ایک روز مجھ سے درخواست گزاری کہ میں اُسے بیعت کروں، گو حضرت قاری صاحب کی اجازت اور ہدایت موجود تھی مگر رشتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اُسے ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا اور حضرت نے اُسے اپنی ارادت میں قبول فرمانے سے قبل مجھے فرمایا کہ آپ کو اجازت اور ہدایت کی تھی مگر آپ پھر اسے میرے پاس لائے ہیں۔میں نے وجہ بتائی تو آپ میری رائے سے متفق ہوئے اور عزیزہ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔میں اپنی آئندہ نسلوں کو بھی قبلہ کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہوئے دیکھنے کا آرزومند اور خواہش مند ہوں۔اللہ تعالیٰ میری آرزو اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ اور بزرگان دین کے صدقے اور وسیلے سے پوری فرمائے۔آمین ثم آمین!

علامہ اقبال کا یہ شعر حضرت کے حسب حال ہے: ع

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

(تمت بالخیر)

Marfat.com

اسمِ گرامی عبدالطیف ہے اور انکا قیام کلیئر شریف سے مغرب کی طرف 3/2 کلومیٹر دور ہے۔ میں نے اپنی جہالت کو چھپاتے ہوئے انجان بن کر پوچھا کہ ''ان کا نام عبدالطیف بتایا ہے تو پھر آپ نے پہلے کیوں کہا کہ آپ غوث صاحب سے ملے ہیں؟'' جس پر انہوں نے کہا ''بھائی وہ وقت کے غوث ہیں اور ان کا نام غوث نہیں بلکہ ان کا عہدہ غوث کا ہے۔'' یہ سنتے ہی اندر ایک مدوجزر کی سی کیفیت طاری ہونا شروع ہوئی کیونکہ پاکستان میں نام کے غوث تو بہت تھے مگر عہدۂ روحانی کے غوث کی بابت پہلی بار علم ہوا تھا۔ یوں ہم فوراً قبلہ غوث صاحب کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ عصر کی نماز سے قریباً ایک گھنٹہ قبل ان کے ڈیرہ پر پہنچ گئے۔ وہاں جو دیکھا وہ حیرانی کے لیے کافی تھا۔ انسانوں کا ایک جمِ غفیر زمین پر ساکت بیٹھا تھا۔ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی سب اُن میں شامل تھے مگر دولہا جسے جُبہ پہنے ہوئے زر نگار کرسی پر براجمان نظر آنا چاہیئے تھا جس کے گرد مریدین حفاظتی انتظامات کیے ہوں نظر نہ آئے کیونکہ پاکستان میں سجادہ نشینوں، گدی نشینوں و پیرانِ کرام اور ان کے صاحبزادگان کی ایسی ہی تصویر میرے ذہن میں نقش تھی۔ میں نے اس بارات کے دولہا کو متلاشی نظروں سے ڈھونڈنا شروع کیا مگر ہر بار ناکام نظریں تلاشِ بسیار کے بعد لوٹ آئیں۔ آخر میرے ساتھ کھڑے ایک ہندوستانی نے سوال کیا ''اباجی میرا پرس گم ہو گیا اس میں پیسے تو تھے ہی مگر اس میں میرے بچوں کی روٹی میری نوکری کا تقرر نامہ Appointment letter بھی تھا۔'' اس کے سوال پر مجمع میں تقریباً درمیان میں زمین پر ہی بیٹھے ہوئے حضرت نے گردن پھیری تو مجھے احساس ہوا کہ حضور ﷺ کی سنت کا ایک پیروکار بوریا نشین لوگوں کو آسانیاں فراہم کرنے کے لیے ان کے مسائل حل کرنے کے لیے بوریا پر بیٹھا احکام جاری کر رہا ہے۔ چند کتابوں کے چند ورق پڑھ کر خود کو بھی اسلام کا پیروکار سمجھنے والے مجھ جیسے گلیوں کے روڑے کوڑے نے نفسِ لوامہ کی ہاں میں فوراً ہاں ملائی کہ اب دیکھیں بزرگ کیا جواب

Marfat.com

الا ان اولیاء اللہ
لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون

محرمِ راز

حضورؐ کی خصوصی فیضانِ نظر
کے وسیلۂ اقدس کی طفیل

اولیائے کاملین و واصلین کی کمال فیوض و برکات
سے مالامال دورِ حاضر کی انوکھی روایات

سید جاوید احمد قریشی ہاشمی (پارس شاہ)
سجادہ نشین حضرت سید محمد ہاشم شاہ نوشاہی قادریؒ
تھرپال تحصیل و ضلع نارووال، پنجاب، پاکستان

Marfat.com